سوانح خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

مستند و مکمل ترین سوانح حیات

حضرات اولیائے چشت کے مختصر حالات زندگی

ڈاکٹر سید آفاق احمد کاظمی

اللہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوانح خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

مستند و مکمل ترین سوانح حیات

حضرات اولیائے چشت کے مختصر حالات زندگی

ڈاکٹر سید آفاق احمد کاظمی

مکتبۂ جمال

لاہور

نام کتاب : سوانح خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

مصنف : ڈاکٹر سید آفاق احمد کاظمی

اہتمام : میاں وقار احمد کھٹانہ

ناشر : مکتبہ جمال • لاہور

مطبع : تایا سنز پرنٹرز • لاہور

اشاعت : 2014ء

قیمت : 250 روپے

مکتبہ جمال

تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Cell: 0300-8834610 Ph: 042-37232731

maktabajamal@yahoo.co.uk
mjamal09@gmail.com

فہرست

عرض مولف (طبع سوئم)

سوانح خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا تھا۔ عقیدت مندان خواجہ اور اہل ذوق نے بڑی دلچسپی سے مطالعہ کیا اور خطوط کے ذریعہ میری ہمت وحوصلہ افزائی کی۔ کتب خانوں میں یہ نسخہ نایاب تھا دوسری کوئی غیر جانبداری مستند و مکمل سوانح عمری دستیاب نہ تھی۔ قارئین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے تیسرا ایڈیشن نئے موضوعات اور اضافوں کے ساتھ پریس میں جارہا ہے۔

افسوس سنین ولادت اور وفات میں جہاں کاتبوں نے غلطی کی ہے وہیں تذکرہ نگاروں میں بھی اختلاف ہے۔ جن پر اکثریت متفق ہے اس میں صحیح سن لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اکثر مولفین کرامت کے کہرے میں پھنس کر رہ گئے ہیں اور تعلیمات حضرت خواجہ کو نظرانداز کردیا ہے۔ چند مولفین نے بغیر تحقیق کے مبالغہ آمیز واقعات لکھے ہیں جو خلاف شرع ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرات خواجہ نے شریعت سے سرموتجاوز نہیں کیا ہے۔

آج کل تعلیم یافتہ طبقے کا مزاج بدل گیا ہے۔ وہ واقعات کو صرف عقیدت کی بنا قبول نہیں کرتا بلکہ صحیح واقعات کے تجسس اور تلاش میں رہتا ہے۔ میں نے کتاب میں اس بات کا بھی خیال رکھا ہے اور مختصر اور جامع حالات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کو ۷۸۶ ویں عرس کے موقع پر پیش کرنے کی عجلت میں بھی پورے واقعات لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اجمیر شریف
اکتوبر ۱۹۹۸ء

خاک پائے بزرگان
ڈاکٹر آفاق احمد کاظمی

پیش لفظ (طبع سوئم)

میں نہایت محسوس کرتے ہوئے اہل علم وارباب ذوق کا مشکور ہوں انہوں نے میری ادنیٰ کوشش کو سراہا۔ سوانح حضرت خواجہ مقبول خاص و عام ہوئی۔ اس سلسلہ میں خصوصاً محترم بزرگ جناب اکبر علی خان صاحب (سابق گورنر یوپی) عالی جناب امین الدین خان صاحب گورنر پنجاب، علامہ انور صابری اور دیگر معزز حضرات نے اس تالیف کو پسند فرما کر بالمشافہ اور خطوط کے ذریعہ میری حوصلہ افزائی فرمائی ہے میں بے حد ممنون ہوں۔ یونیورسٹیوں اور تحقیقاتی اداروں نے جس قدر و منزلت کا اظہار کیا ہے ان کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں ادارہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس کی اشاعت میں مستعدی سے کام لیا ہے۔۱۹۸۲ء

ڈاکٹر سید آفاق احمد کاظمی

معروضات مؤلف (طبع اول)

سرتاج اولیاء حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی آٹھ سو سال قبل ہندوستان میں رونق افروز ہوئے۔ سینکڑوں کتابیں آپ کی سوانح حیات پر لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ اکثر و بیشتر کتابیں اصول تاریخ نویسی کو مدنظر رکھ کر نہیں لکھی گئی ہیں۔ کئی کتابوں میں انشاء پردازی اور تاریخ میں امتیاز نہیں رکھا۔ کہیں مسجع و مقفی عبارت آراء میں اصل مفہوم کو چھوڑ دیا ہے۔ تاریخ میں غیر جانبداری اور حقیقت بیانی سے کام لینا ضروری ہے۔ جذبات عقیدت میں ان اصولوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

گزشتہ چند سالوں سے تجارتی مقصد کو سامنے رکھ کر معمولی کاغذ پر ادنیٰ درجہ کی کتابت سے کتابیں بازار میں آ رہی ہیں۔ بعض مولفین نے دو چار کتابوں کو سامنے رکھ کر واقعات کی تحقیق و تصدیق اور موازنہ کر کے کتابیں مرتب کر لی ہیں ایسی کتابوں سے تعداد میں اضافہ ہوا ہے لیکن معمولات سے عاری نظر آتی ہیں۔

میرا خیال ہے سلطان الہند پر جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں شاید اولیاء کرام میں کسی اور پر کوشش نہ کی گئی ہو۔ کسی ایک موضوع پر وضاحت سے لکھا ہے تو کسی نے دوسرے موضوع پر وضاحت سے لکھا ہے دوسرے موضوعات کو مفصل بیان کیا ہے غرض یہ کہ واقعات سب آ گئے ہیں لیکن وقت کا تقاضا پورا نہ ہوا ہے۔ بہر حال مکمل اور جامع حالات مع اسناد کی تشنگی رہ جاتی ہے۔ وقت کی قیمت زیادہ ہے لوگوں کو ضخیم کتابیں دیکھنے کی فرصت نہیں کم وقت میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کا رجحان ہے۔

سادہ اور عام فہم زبان عوام میں مقبول ہو رہی ہے ان سب باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے میری خواہش تھی کہ کوئی کتاب ایسی ترتیب دی جائے جس میں تمام واقعات اور صحیح حالات مع اسناد آ جائیں۔ بظاہر یہ کام آسان نہ تھا لیکن خواجہ اعظم کا روحانی تصرف یا کرامت سمجھنا چاہیے کہ مجھ جیسے ادنیٰ شخص سے یہ اعلیٰ کام لے لیا۔ مجھے حیرت ہے کہ اس کتاب کی تکمیل کس انداز میں ہوئی۔ میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ میں اجمیر میں پیدا ہوا۔ عربی فارسی مدرسہ سے کالج

تک تعلیم کے ساتھ یہاں کے گہرے مطالعہ کا موقع ملا۔ حضرت خدام صاحبان سے دیرینہ تعلقات ہیں اور سجادہ نشین و پیرزادگان سے قرابت داری ہے۔ درگاہ شریف کے قریب رہنے سے شب وروز میں کئی بار روضہ کی زیارت ہو جاتی ہے۔ میری طبیعت کا رجحان ادبی اور مذہبی لوگوں کی صحبت کا رہا ہے۔ زہے نصیب مجھے یہ ماحول ملا اور اس سے استفادہ حاصل کیا جن حضرات سے مجھے اس کتاب کی تالیف میں مدد ملی ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ (۱) جناب عبدالباری صاحب معنی مرحوم خادم خواجہ مولف تاریخ السلف وہمارے خواجہ وغیرہ۔

(۲) جناب نواب محمد خادم حسن زبیری مرحوم گدڑی شاہی۔ مولف معین الارواح۔ معین العارفین۔ بادہ معرفت۔ صحیفہ معانی وغیرہ (۳) جناب مولانا حبیب اللہ خان صاحب فصتائی مرحوم (۴) مولانا حافظ قاری عبدالرحمٰن عراقی۔ مولف "عطائے رسول" (۵) پیرزادہ سید علم الدین صاحب علیمی۔

(۶) جناب مولانا سید انوارالحسن ہاشمی صاحب خاکی مولف مبشرات دارالعلوم (۷) جناب ڈبلو۔ ڈی بیگ صاحب مولف ہولی بائیوگرافی آف خواجہ معین الدین چشتیؒ اور فائیو بگ صوفیز۔

مجھے کتب کی فراہمی میں مندرجہ ذیل حضرات کا پرخلوص تعاون حاصل رہا۔ جناب سید امین الرحمٰن نیازی پیرزادہ عزیزم سید غالب الرحمٰن نیازی پیرزادہ سید بختیار علی صاحب۔ نام کتب جن پر تالیف کا انحصار ہے۔

(۱) انیس الارواح (۲) دلیل العارفین (۳) مونس الارواح (۴) معین الاولیاء (۵) منتخب التواریخ (۶) احسن السیر (۷) خزینۃ الاصفیاء (۸) مسالک السالکین (۹) تاریخ فرشتہ (اردو) (۱۰) مجالس غریب نوازؒ (۱۱) تذکرۃ الاولیاء (۱۲) تذکرۃ الاولیاء چشت (۱۳) ہسٹری آف اجمیر۔ نام کتب جن سے مدد حاصل ہوئی (۱) واقعات الصالحین (۲) فضائل صدقات (۳) مکمل سوانح عمری غریب نوازؒ (۴) عطائے رسول (۵) معین الارواح (۶) تاریخ السلف (۷) معین الہند (۸) چشتی بزمی (۹) ماہتاب اجمیر (۱۰) ہولی بائیوگرافی آف حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (۱۱) انڈین ہسٹری ہیڈول ایج (۱۲) تاریخ الاولیاء (۱۳) سید الاقطاب (۱۴) خیر المجالس (۱۵) نثار خواجہ (۱۶) وقائع شاہ معین الدین (۱۷) اقتباس الانوار (۱۸) اخبار الاخیار۔

ڈاکٹر سید آفاق احمد کاظمی

سلطان الہند خواجہ خواجگان

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

چو من پر جرم و عصانم توئی غفار یااللہ
چو من باعیب و نقصانم توئی ستار یااللہ

بخواب مستی و غفلت ہرتا پا گنہگارم
بذکر و طاعت خودکن مرا بیدار یااللہ

چنیں کز فعل زشت من خلائق منجملہ بیزارند
تو باما باش خوشنود و مشو بے زار یااللہ

چناں کن از کرم برمن بناء توبہ مستحکم
کہ رانم برزباں ہر لحظہ استغفار یااللہ

چناں کن از کرم عدول بحق احمد مرسلؐ
عذاب مرگ چوں گردو مرا دشوار یااللہ

نیا بد درد جو دمن زنیکی ہیچ کرد آرے
بہ بخشا برمن عاصی بدکردار یااللہ

رود ہر لحظہ در طاعت دل من جانب دیگر
چنیں وسواس شیطانی زمن بردار یااللہ

چوں گور تیرہ تر وحشت نماید برمن مجرم
بشمع مغفرت گرداں پراز انوار یااللہ

معین الدینؒ عاصی را کہ می نالد بصد زاری
گنا ہم بخش ایماں را سلامت دار یااللہ

٭—٭—٭

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتیؒ

در جاں چو کرد منزل جانان ما محمدؐ
صددر کشا دور دل از جان ما محمدؐ
از درد زخم عصیاں مارا چہ غم چو سازد
از مرہم شفاعت درمان ما محمدؐ
مستغرق گناہیم، ہر چند عذر خواہیم
پژ مردہ چو گیا ہیم باران ما محمدؐ
ماطالب خدائیم، بردین مصطفائیم
بردر گہش گدائیم، سلطان ما محمدؐ
درباغ دبو ستانم دیگر مجو معینے
باغم بس است قرآں، بستان ما محمدؐ

☼—☼—☼

تصوف یا صوفی

اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار انبیائے کرام بھیجے ہیں جس دور اور جس وقت میں جن خرابیوں نے شدت اختیار کی تو ان خرابیوں اور برائیوں کو مٹانے کے لیے اس نبی کو معجزہ عطا فرمایا۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کو ساحری (جادوگری) ختم کرنے کے لیے عصا عطا فرمایا۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں طب کا دور دورہ تھا تو ان کو ایسا معجزہ عطا کیا گیا کہ آپؑ نے مردوں کو زندہ کر دیا۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجا اب تک جو تمام معجزات تمام نبیوں کو دیئے تھے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ معجزات عطا فرمائے۔

اسلام ایک مکمل جامع مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان کو ذہنی، عقلی، جسمانی، اخلاقی، معاشرتی، سماجی تمام ضرورتوں کا کفیل بنایا ہے۔ خدا کو پہچاننے اور خدا تک پہنچنے کا علم عطا فرمایا۔ اس طرح اسلام ایک ضابطہ حیات ہے۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں یہ اصول قائم رہا ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی، کمی یا زیادتی کرنے کی قطعی گنجائش نہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ جس انداز میں گزاری اس کی پوری پوری اتباع صحابہ کرامؓ نے کی۔ مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ باعث فخر اور افضل لقب صحابی ہو سکتا تھا۔ اس لیے اسی لقب سے اس وقت کے افاضل موسوم ہوئے۔ ان کے بعد جب دوسری نسل آئی تو ان صحابیین صحابہؓ کے لیے تابعی کی اصطلاح آئی اور ان کی آنکھیں دیکھنے والے تبع تابعین کہلاتے ہیں۔ ان کے بعد جب قوم زیادہ پھیلی اور طرح طرح کے لوگ پیدا ہونے لگے جب لوگوں کو امور دین میں زیادہ غلو وانہماک ہوا تو انہیں زہاد و عباد کہا جانے لگا لیکن جب بدعتوں کا ظہور ہوا اور فرقہ فرقہ الگ ہو گیا تو ہر فرقہ اس کا مدعی بن بیٹھا کہ زیادہ عباد اس میں ہیں۔ اہل سنت کا طبقہ خاص جو ذکر الٰہی میں مشغول اور غفلتوں سے

دور رہتا تھا اس کے لیے تصوف کی اصطلاح قائم کی۔ ابھی ہجرت کی دو صدیاں گزری ہوں گی کہ یہ لقب اس طبقہ خاص کے اکابر کے لیے مخصوص ہو گیا۔

قرآن دین کے ایک شعبہ اور ثبوت کے ایک اہم رکن کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہے اس کو ''تزکیہ'' کہتے ہیں۔ تزکیہ سے مراد یہ ہے کہ انسانی تقویٰ کو بہتر اور اعلیٰ اخلاق سے مزین و آراستہ کرنا اور رزائل سے پاک و صاف کرنا۔ یہ مثالیں صحابہ کرام کی زندگی میں نظر آتی ہیں جو ان کے اخلاص و اخلاق کا آئینہ دار ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ''احسان'' کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (متفق علیہ)

ہم دیکھتے ہیں کہ زبان نبوت اسلام و ایمان کے ساتھ ایک خاص درجہ اور مرتبہ کا ذکر کرتی ہے اور اس کو احسان سے تعبیر کرتی ہے جس سے مراد یقین و استحضار کی وہ کیفیت ہے جس کے لیے ہر صاحب ایمان کو کوشاں ہونا چاہیے جس کا شوق ہر مرد مومن کے دل میں موجزن ہونا چاہیے۔ انسان کامل کے دو رخ ہیں ایک ظاہر اور دوسرا باطن۔ ظاہری رخ کو شریعت سمجھیے۔ روزہ، نماز۔ دوسرا رخ طریقت ہے۔ اس میں خشوع و خضوع، حضور قلب، دل سے حق تعالیٰ کا ذکر۔ اس دوسرے رخ کو فقہ باطن یا احسان کہتے ہیں۔

بہر حال یہاں لفظ تصوف اور صوفی کے متعلق واضح کرنا ہے اور آگے چل کر تصوف سے متعلق غیر مسلموں اور یورپین مفکرین کی رائے اور خیالات پیش کیے جائیں گے۔

تصوف کی تعریف

حضرت شیخ ابوالنصر سراج متوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:

لفظ تصوف اور صوفی کی وجہ تسمیہ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے۔

ایک قول ہے کہ صوفی دراصل صفوی تھا یہ ثقیل ہونے کی وجہ سے کثرت استعمال سے صوفی ہو گیا۔ حضرت ابوالحسن قناد کا خیال ہے کہ صوفی صفا سے مشتق ہے اور اس کا اطلاق اہل

صفا پر ہوتا ہے۔ایک بزرگ کا مقولہ ہے جولوگ کدورت بشریت سے پاک و صاف کر دیئے جاتے ہیں وہ صوفی کہلاتے ہیں۔

ایک بزرگ کی رائے میں ان لوگوں کا لباس انبیاء علیہم السلام کی تقلید میں صوف (پشمینہ) کا ہوتا تھا اس لیے ان کوصوفی کہتے ہیں۔

- تصوف یونانی لفظ ''صوفیاء'' سے لیا گیا ہے جس کے معنی حکمت بتائے جاتے ہیں۔
- ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ اصحاب صفہ کے باقیات صالحات صوفی کے لقب سے موسوم ہوئے۔
- متقدمین کے نزدیک اتباع قرآن کے بعد سب سے اہم اور مقدم اتباع سنت نبوی تھی۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں ہمارا سارا علم احادیث کا نچوڑ ہے۔ مسائل تصوف تمام تر قرآن اور سنت رسول اللہ سے مستنبط ہیں۔اسوہ رسول کے بعد صوفیہ کے نزدیک سب سے مہتم بالشان اسوہ صحابہ ہے۔

حضرت شیخ علی ہجویریؒ کے قول کے مطابق

صوفی کا ماخذ صف اول ہے۔یہ حضرات صف اول میں رہتے ہیں۔شیخ کے نزدیک صوفی وہ ہے جس کا قلب صفا سے لبریز ہو اور گرد وگندگی سے خالی ہو۔اس مرتبہ تک کاملان ولایت ہی پہنچ سکتے ہیں۔

اہل تصوف کے تین درجے ہیں۔

(۱)صوفی (۲)متصوف (۳)مستصوف

۱۔صوفی

صاحب وصول ہوتا ہے اسے وصل مقصود ہو۔

۲۔متصوف

صاحب اصول ہوتا ہے کہ اصل پر قائم رہ کر اصول طریقت میں مشغول رہتا ہے۔

۳۔ مستصوف

صاحب فضول ہوتا ہے جس کی قسمت میں حقیقت سے محجوبی اور معانی سے محرومی ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے جب گفتار میں آتا ہے تو اس کی زبان اس کی حقیقت حال کی ترجمان ہوتی ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کے اعضاء شہادت دیتے ہیں کہ وہ علائق کو قطع کر چکا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف نام اس صفت کا ہے جس میں بندے کی اقامت ہو۔ لوگوں نے پوچھا یہ صفت بندے کی ہے یا ''حق'' کی جواب دیا حقیقتاً یہ صفت حق کی ہے اور ظاہر بندے کی ہے۔

- حضرت ابوالحسن نوریؒ کا قول ہے کہ تصوف نام حظوظ نفسانی کے ترک کا ہے۔
- کسی بزرگ کا قول ہے کہ صوفی وہ لوگ ہیں جن کی ارواح آلائشوں سے پاک ہو چکی ہیں اور وہ رب العزت کے حضور میں صف اول میں حاضر ہیں۔
- حضرت ابوعمرو دمشقیؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف نام ہے کائنات کی جانب نگاہ عیب جوئی سے دیکھنے کا بلکہ سرے سے نہ دیکھنے کا۔
- حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف ایک طرح کا ترک ہے اس لیے کہ یہ نام ہے قلب کو ''غیر'' سے محفوظ رکھنے کا درآں حالیکہ غیر کا سرے سے وجود نہیں۔
- حضرت شیخ حصریؒ کا مقولہ ہے کہ تصوف نام ہے قلب کو مخالفت حق کی کدورت سے پاک رکھنے کا۔
- حضرت شبلیؒ سے ارشاد بھی منقول ہے کہ صوفی دونوں جہاں میں بجز خدا کسی کو نہیں دیکھتا۔
- حضرت شیخ علی بن بندار نیشاپوری کا ارشاد ہے کہ تصوف یہ ہے کہ صوفی کو اپنا ظاہر و باطن نظر نہ آئے۔ سب حق ہی نظر آئے۔
- حضرت ابوالقاسم قشیریؒ ''رسالہ قشیریہ'' میں فرماتے ہیں صوفی کی مثال مرض سرسام کی سی ہے جس کی ابتداء میں ہذیان ہوتا ہے اور انتہا میں سکوت یعنی جب کمال کو پہنچ جاتا ہے گو

زبان گنگ ہو جاتی ہے۔" رسالہ قشیریہ" باب دوم مصطلحات میں تصوف کی توسیع وتشریح کی ہے مثلاً وقت، مقام، حال، قبض وبسط، ہیبت وانس تواجد وجد وجود، جمع وفرق، فنا وبقا، غیب و حضور، سہو وشکر، ذوق وشرف، محو واثبات، محاضرہ ومکاشفہ، قرب وبعد، شریعت وطریقت و حقیقت، نفر ونفس، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، وارد وشاہد، روح وسر وغیرہ۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ "فتوح الغیب" میں تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر بتاتے ہیں جن میں ہر ایک کا مظہر ایک نبی اولوالعزم ہوا ہے۔ ان کے آثار قدم کی پیروی طالب تصوف کے لیے ناگزیر ہے۔

ا "سخاوت" حضرت ابراہیمؑ پر۔ ۲ "رضا" حضرت اسحاقؑ پر۔ ۳ "صبر" حضرت ایوبؑ پر۔ ۴ "مناجات" حضرت زکریاؑ پر۔ ۵ "غربت" حضرت یحییٰؑ پر۔ ۶ "خرقہ پوشی" حضرت موسیٰؑ پر۔ ۷ "سیاحت (یا تجرد) حضرت عیسیٰؑ پر۔ ۸ "فقر" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف میں صوفی کے لیے لکھا ہے:

قدیم صوفیوں میں حضرت شیخ عبدالواحد بن زیدؒ سے لوگوں نے صوفی کی تعریف دریافت کی تو انہوں نے فرمایا صوفی وہ لوگ ہوتے ہیں جو" اپنی عقل کو سنت رسول اللہ پر صرف کرتے ہیں اور اپنے قلوب کو اس پر متوجہ رکھتے ہیں اور اپنے نفس کی خباثتوں سے اپنے سردار (رسول اللہ) کے دامن میں پناہ لیتے ہیں ان لوگوں پر صوفی کا اطلاق ہوتا ہے۔"

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری رہبری کے لیے موجود ہیں "جب ہم ایسے شخص کو دیکھیں گے جو حدود شرع کا استخفاف کرتا ہے نماز فرض کو چھوڑے ہوئے ہے۔ تلاوت کلام مجید اور روزہ نماز سے حلاوت نہیں پاتا اور حرام ومکروہ مقامات میں در آتا ہے تو ہم اس سے انکار کریں گے اور ہم اسے قبول نہ کریں گے اور نہ اس کا دعویٰ کہ وہ باطن صالح رکھتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ سے دریافت کیا کہ تصوف کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: تصوف دو چیزوں کا نام ہے۔ اول راستی بخدا، نکوئی بخلق خدا۔ جو کوئی خدا کے ساتھ راست باز ہے اور خلق کے ساتھ نیک خواہ اور بردبار ہے وہ صوفی ہے۔ راستی خدا کے

ساتھ یہ ہے کہ اپنے وجود نفسانی کو حظوظ نفسانی کو اس کے حکم پر نثار کر دے اور نکوئی خلق کے ساتھ یہ ہے کہ دوسرے کی حاجت کو مقدم رکھے مگر جو حاجت ان کی شرع شریف کے موافق ہو۔ اس واسطے کہ جو کوئی خلاف شرع کرے یا خلاف شرع خوشنودی ظاہر کرے وہ صوفی نہیں ہے اور اگر دعویٰ تصوف کا کرے تو وہ مدعی کاذب ہے۔" حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "المنقذ من الزائل" میں فرماتے ہیں۔

جب میں علوم سے فارغ ہو کر صوفیاء کے طریقے کی طرف متوجہ ہوا تو مجھے معلوم ہوا ان کا طریقہ علم و عمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ ان کے علم کا حاصل نفس کی گھاٹیوں کو قطع کرنا ہے۔ اخلاق ذمیمہ اور جنسیات خبیثہ سے پاک و منزہ ہوتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ قلب کو غیر اللہ سے خالی کیا جائے اور اس کو ذکر الٰہی سے آراستہ کیا جائے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں:

نیکو مثلے شنوز پیر بسطام

از دانہ طمع پر کہ راتی ازدام

حضرت کتانیؒ نے فرمایا: "تصوف خلق ہی کا تو نام ہے کہ شخص تجھ سے اخلاق حسنہ میں بڑھ گیا وہ تجھ سے صفائے قلب میں بھی بڑھ گیا"۔

غیر مسلم مفکرین کے نظریات

تصوف کے متعلق غیر مسلم مفکرین نے الگ الگ انداز میں خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جن میں ڈاکٹر اگناس گولڈسیہر، پروفیسر ٹولک، پروفیسر مرگس، پروفیسر براؤن اور پروفیسر رینالڈ نکلسن وغیرہ کے نظریات لائق ذکر ہیں۔

ڈاکٹر نکلسن نے اپنی کتاب (A Literary History of Persia) اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تصوف خود پیغمبر اسلام کے باطنی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ کبھی اس کو نو افلاطونیت سے متاثر ہونا لکھا ہے۔ کبھی کسی مفکر نے یونان اور ایران کے اثرات بتائے ہیں۔ کبھی کسی نے بدھ اور ہندو مذاہب کے افکار بتانے کی کوشش کی ہے اور پھر خود ہی تردید بھی کر دی ہے کہ اس کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

غرض یہ کہ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ تصوف پر ضرور نو افلاطونیت کا اثر ہوا ہے۔ ایک مفکر نے اپنی تحقیق سے کچھ لکھا ہے تو دوسرے مفکر نے اس کی تردید میں دلائل پیش کر دیئے ہیں اس طرح آراء متضاد نظر آتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام پر کسی مذہب، کسی فکر و فلسفہ کا اثر نہیں ہوا بلکہ دیگر مذاہب کو متاثر کیا ہے۔ مذہب اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے اور چودہ سو سال سے وہی قرآن اور وہی احادیث ہیں۔ یہ بات الگ ہے کہ آج لفظ تصوف موسوم ہو گیا ہے جو اسلام میں تزکیہ و احسان کہا جاتا ہے جس کی تعلیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ صحابہؓ کرام، تابعین، تبع تابعین سے ہوتے ہوئے اولیائے کرام کے ذریعہ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

قدیم صوفیائے کرام کی سوانح حیات اور اقوال پڑھنے کے بعد ان کا مقام اور ان کے مراتب معلوم ہوتے ہیں۔ ان بزرگان دین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر اتباع کی ہے۔ کوئی عمل کوئی فعل خلاف شریعت نہیں کیا۔ عبادات میں خشوع و خضوع نظر آتا ہے۔ ان کا کھانا معمولی ہوتا تھا اکثر روزہ سے رہا کرتے تھے۔ لباس نہایت سادہ تھا، ادائیگی سنت کا اس درجہ اہتمام رہتا تھا کہ آج فرائض بھی پوری طرح ادا نہیں ہوتے، پہلے علم دین کی تکمیل کے بعد ہی راہ معرفت اختیار کرتے تھے آج قرآن و حدیث سے واقفیت نہیں ہوتی اور قدم طریقت میں رکھ دیتے ہیں۔ جاہل صوفی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے۔ علم کے بغیر اس راہ پر چلنا گمراہی ہے۔ پہلے بزرگ زیادہ سے زیادہ وقت عبادات و ریاضات میں گزارتے تھے آج عبادت و ریاضت سے خانقاہیں خالی پڑی ہیں۔ آج کوئی شاغل، کوئی ذاکر، کوئی مجاہد نہیں۔ نہ قلب میں بیداری ہے اور نہ روح کو گرمانے والی محفلیں۔

"دل جلاؤ کہ روشنی کم ہے"

اہل طریقت کسی بھی سلسلے سے وابستہ ہوں۔ خصوصاً مسلک چشتیہ کے پیرو ہوں یہ عہد کریں کہ ہم حضرات خواجہ معین الدین چشتیؒ کی اتباع کریں گے۔ ان کے نقش قدم پر چلیں گے اور صرف ذکر خواجہ ہی نہیں فکر خواجہ بھی کریں گے۔ جو فکر لے کر آئے تھے اس کی تبلیغ و ترویج کریں گے۔ ان کے مشن کو پورا کریں گے اور ہر خاص و عام کو یہ پیغام پہنچائیں گے:

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

یہی ایک واحد طریقہ ہے خوشنودی خواجہ بزرگ کا اور اسی مقام اعلیٰ کو پہنچنے کا۔

ساتھ یہ ہے کہ اپنے وجود نفسانی کو حظوظ نفسانی کو اس کے حکم پر نثار کردے اور نکوئی خلق کے ساتھ یہ ہے کہ دوسرے کی حاجت کو مقدم رکھے مگر جو حاجت ان کی شرع شریف کے موافق ہو۔ اس واسطے کہ جو کوئی خلاف شرع کرے یا خلاف شرع خوشنودی ظاہر کرے وہ صوفی نہیں ہے اور اگر دعویٰ تصوف کا کرے تو وہ مدعی کاذب ہے۔" حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں فرماتے ہیں۔

جب میں علوم سے فارغ ہو کر صوفیاء کے طریقے کی طرف متوجہ ہوا تو مجھے معلوم ہوا ان کا طریقہ علم و عمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ ان کے علم کا حاصل نفس کی گھاٹیوں کو قطع کرتا ہے۔ اخلاق ذمیمہ اور جنسیات خبیثہ سے پاک و منزہ ہوتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ قلب کو غیر اللہ سے خالی کیا جائے اور اس کو ذکر الٰہی سے آراستہ کیا جائے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں:

نیکو مثلے شنوز پیر بسطام
از دانہ طمع پر کہ راستی ازدام

حضرت کتانیؒ نے فرمایا: "تصوف خلق ہی کا تو نام ہے کہ شخص تجھ سے اخلاق حسنہ میں بڑھ گیا وہ تجھ سے صفائے قلب میں بھی بڑھ گیا۔"

غیر مسلم مفکرین کے نظریات

تصوف کے متعلق غیر مسلم مفکرین نے الگ الگ انداز میں خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جن میں ڈاکٹر اگناتس گولڈ سیہر، پروفیسر نولک، پروفیسر مرگس، پروفیسر براؤن اور پروفیسر رینالڈ نکلسن وغیرہ کے نظریات لائق ذکر ہیں۔

ڈاکٹر نکلسن نے اپنی کتاب (A Literary History of Persia) اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تصوف خود پیغمبر اسلام کے باطنی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ کبھی اس کو نوافلاطونیت سے متاثر ہونا لکھا ہے۔ کبھی کسی مفکر نے یونان اور ایران کے اثرات بتائے ہیں۔ کبھی کسی نے بدھ اور ہندو مذاہب کے افکار بتانے کی کوشش کی ہے اور پھر خود ہی تردید بھی کردی ہے کہ اس کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف بیعت جن دس حضرات صحابہ کو عطا فرمایا اور سلسلہ عرفان دراز کرنے کو خرقہ درویشی بخشا ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ۲۔ حضرت عمر فاروقؓ ۳۔ حضرت عثمان غنیؓ ۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۵۔ حضرت طلحہؓ ۶۔ حضرت زبیرؓ ۷۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ۹۔ حضرت سعیدؓ ۱۰۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ سلسلہ طریقت منبع اور مرکز یہی حضرات ہیں ہر سلسلہ طریقت شروع ہو کر ان حضرات میں سے کسی ایک پر ختم ہوتا ہے۔ باالفاظ دیگر سلسلہ طریقت کے دس چشمے ہیں اور ہر دھارا ان سے ملتا ہے ان میں سے دو سلسلے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں مقبولیت حاصل ہے جو آج تک قائم ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چار خلفاء حضرات ہیں۔

۱۔ حضرت امام حسنؓ ۲۔ حضرت امام حسینؓ ۳۔ حضرت خواجہ کمیل بن زیادؒ ۴۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا سلسلہ طریقت حسب ذیل ہے۔

۱۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ ۲۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ ۳۔ حضرت خواجہ فضیل بن غیاضؒ ۴۔ حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ ۵۔ حضرت حذیفہ مرعشی ۶۔ حضرت ہبیرہ بصریؒ ۷۔ حضرت علو ممشاد دینوریؒ ۸۔ حضرت ابواسحاق چشتی شامیؒ ۹۔ حضرت خواجہ ابواحمد چشتیؒ ۱۰۔ حضرت خواجہ ابومحمد ابدال چشتیؒ ۱۱۔ حضرت خواجہ ناصرالدین ابویوسف چشتیؒ ۱۲۔ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ ۱۳۔ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ ۱۴۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ ۱۵۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

آپ کی ولادت ۲۱ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت تھا آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کی آزاد کردہ کنیز تھیں۔ ایک روایت کے مطابق

لباس صوفیہ

ملک کے جائے وقوع سرد گرم موسم، فرقوں، قبیلوں اور رواج کا اثر لباس پر پڑتا ہے یا زیادہ قوموں کے خلط ملط سے بھی نئے لباس نمود میں آتے ہیں اس میں پسند اور فیشن کا بھی دخل ہے۔

یہاں ہمیں لباس صوفیہ پر ایک اجمالی نظر ڈالنا ہے۔ صوفیہ کرام کے لباس مختلف ملک اور جگہ کے رواج کے مطابق رہے ہیں۔ بزرگان عرب نے عربی لباس استعمال کیا ہے اور ایران، افغانستان کے صوفیاء نے وہاں کے لحاظ سے لباس اختیار کیا ہے، عموماً بزرگوں نے سادہ ڈھیلا کرتا اور شلوار کا استعمال کیا ہے۔

ہندوستان میں سلسلہ چشت دراز ہوا اور مقامی لوگوں کے قبول اسلام کے بعد ایک دوسرے کے لباس کو اثر انداز کیا ہے۔

اجے پال جوگی اپنے دور کا ایک کامل ساحر اور مذہبی پیشوا تھا۔ دیگر علوم میں کمال حاصل تھا جب حضرت خواجہؒ کے دست حق پرست پر ایمان لایا، مشرف بہ اسلام ہوا ان کی تمام شیطانی قوت ایمانی طاقت میں تبدیل ہو گئیں۔ خواجہؒ صاحب نے عبداللہ بیابانی نام تجویز فرمایا۔ ان کا لباس گیروے رنگ کا تھا، پسند اور تخصیص کے لحاظ سے ممکن ہے مسلم صوفیاؤں نے یہ لباس اختیار کر لیا ہو جس کا رواج آج خانقاہوں میں نظر آتا ہے۔ ورنہ تاریخ میں اس رنگ کے لباس کا ذکر کسی تذکرہ میں نہیں ہے۔ اس کا استعمال صرف ہندوستان میں ہی ٹوپی، صافہ، کرتے اور چادر کی شکل میں نظر آتا ہے اور صوفی ہونے کی علامت بن گیا ہے تاہم یہ ضروری نہیں کہ سب اس کو اختیار کریں۔

مختصر تذکرہ مشائخ چشت

اللہ نے روئے زمین پر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو مبعوث فرمایا اور نبی آخر الزماں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔

روکنے والی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ''طمع'' اگر دل کے اندر ہو تو تقویٰ اور پرہیزگاری دور رہتے ہیں اور تقویٰ اور پرہیزگاری آ بھی جاتی ہے تو طمع اس کو دور بھگا دیتی ہے۔

۳۔ جو مومن نفلی عبادت لوگوں کے سامنے نہیں کرتا وہ مومن بڑا بردبار ہوتا ہے۔

۴۔ ایک روز ارشاد ہوا ''قانع آدمی دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے'' ''جس نے تنہائی اختیار کر لی اس کو سلامتی ملی'' جس نے خواہش نفس کو ٹھکرا دیا اس کو آزادی نصیب ہوئی جس نے زبان پر قابو پالیا اس کا دل بولنے لگا اور اس کی زبان میں اثر آ گیا۔''

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ

آپ نے چالیس روز مجاہدہ کرنے کے بعد حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے مجاہدات، ریاضات سیر و سیاحت مشہور ہیں۔ رموز باطنی حضرت امام حسنؓ سے بھی حاصل کیا۔ خرقہ خلافت آپ کو خواجہ حسن بصریؒ نے عطا فرمایا۔ آپ نے برسوں نماز فجر عشاء کی وضو سے ادا کی ہے۔

آپ فالج کے مرض میں مبتلا ہو کر معذور ہو گئے تھے چنانچہ آپ نے دربار رب العزت میں دعا کی ''یہ مرض مجھے قبول ہے میں راضی برضا ہوں لیکن اتنا کرم فرما کہ نمازوں کے اوقات میں میرے اعضائے جسمانی تندرست ہو جائیں اور قوت آ جائے کہ میں وضو کر سکوں اور طہارت نامہ کے ساتھ تیری بارگاہ میں حاضر ہو سکوں۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی ۲۲ صفر ۱۷۷ھ میں وفات پائی۔ مزار بصرہ میں ہے۔ آپ کے خلفاء میں خواجہ فضیل بن عیاضؒ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ

آپ کی ولادت سمرقند میں ہوئی خراسان میں علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ آپ علم تفسیر و حدیث کے امام تھے۔ حضرت امام اعظمؒ سے بھی شرف صحبت حاصل کیا۔

آپ کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے خوبصورت بچے کو دیکھ کر فرمایا کہ اس کا نام ''حسن'' رکھو۔ حضرت حسن بصریؒ کی والدہ ماجدہ کام میں مصروف ہوتیں اور آپ روتے تو حضرت ام سلمہؓ اپنا دودھ پلا دیتی تھیں ممکن ہے چند قطرات منہ کے ذریعے پیٹ میں پہنچ گئے ہوں جس کی برکت نے آپ کو قابل بنا دیا۔ حضرت ام سلمہؓ کو ماں کی طرح محبت تھی۔

حضرت خواجہ بصریؒ نے ایک سوتیں صحابہ کو دیکھا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور کمیل بن زیادؒ سے فیض صحبت حاصل کیا اور خرقہ خلافت پایا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے واقعہ کے بعد آپ بصرہ تشریف لے گئے۔ ہشام بن عبدالملک کے عہد خلافت میں بعمر نواسی سال یکم رجب یا ۴ محرم الحرام ۱۱۲ھ میں وفات پائی۔ بصرہ سے تین میل کے فاصلہ پر آپ کا مزار ہے۔ آپ کے مشہور خلیفہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالواحد بن زیدؒ ۲۔ حضرت ابن زریںؒ ۳۔ حضرت حبیب عجمی ۴۔ حضرت شیخ عتبہ بن العلام ۵۔ حضرت محمد واسع رحمہم اللہ۔

حسنؓ از بصرہ بلال از حبش سہیلؓ از روم
زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

۱۔ حضرت مالک بن دینارؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے دریافت کیا انسان کے لیے سب سے زیادہ خرابی کی کون سی بات ہے؟

آپ نے فرمایا ''دل کا مرجانا'' حضرت مالکؒ نے پوچھا دل کیسے مرجاتا ہے؟

۱۔ ارشاد ہوا ''دل میں دنیا کی محبت جگہ کرلے تو دل مردہ ہوجائے گا''

۲۔ کسی نے حضرت بصریؒ سے سوال کیا۔ دین کی بنیاد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''تقویٰ و پرہیزگاری'' سوال کرنے والے نے پھر دریافت کیا ''تقویٰ اور پرہیزگاری'' کو

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخیؒ

آپ شاہ بلخ کے شاہی خاندان میں پیدا ہوئے۔حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے سلطنت چھوڑنے اور راہ محبت الٰہی اختیار کرنے کے اکثر واقعوں میں دو واقعے بیان کیے ہیں۔

۱۔ ایک دن جبکہ آپ جنگ میں شکار کی تلاش میں سرگرداں تھے غیب سے ندا آئی ''اے ابراہیم تجھے اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے۔'' یہ غیبی آواز سن کر آپ پر خوف و لرزہ طاری ہوگیا اور آپ نے سلطنت چھوڑ دی۔

۲۔ رات کو آپ اپنے محل کی چھت پر آرام فرما رہے تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس سے گزرا آپ نے سوال کیا تم کون ہو؟ اس شخص نے جواب دیا میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کو تلاش کرتا پھر رہا ہوں آپ نے فرمایا اونٹ چھت پر کیسے آ سکتا ہے اس شخص نے کہا تم بادشاہت کے سنہری تخت پر استراحت کر کے اللہ کی طلب رکھتے ہو بھلا اللہ یہاں کیسے مل سکتا ہے۔اس شخص کے یہ الفاظ تیر و نشتر کی طرح دل میں پیوست ہو گئے۔آپ کو سلطنت سے نفرت ہوگئی اور حکومت چھوڑ کر سیر و سیاحت اختیار کی۔اس دور کے بلند پایہ بزرگ موجود تھے آپ نے کئی بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر باطنی کمالات حاصل کیے۔مجاہدات اور ریاضات کی کثرت سے آپ اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ نے حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت ابو یوسفؒ کا فیض صحبت حاصل کیا۔ حضرت امام باقرؒ سے بھی آپ نے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔حضرت امام اعظمؒ نے آپ کے متعلق ایک مرتبہ فرمایا کہ ابراہیم ادہمؒ ہر وقت مشغول بخدا ہیں اور میں کار دیگر میں مصروف رہتا ہوں حضرت جنید بغدادیؒ نے آپ کو مفاتح العلوم ابراہیم بن ادہم کے لقب سے پکارا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع آپ کی زندگی کا خاصہ تھی۔ آپ کی زبان میں شیرینی اور نرمی تھی۔ آپ نہایت خلیق اور متین تھے۔ غریبوں اور محتاجوں کی مدد اور بیماروں کی عیادت آپ کا شیوا تھا۔

حسب تحریر سفینہا الاولیاء ایک روز آپ اپنے فرزند کو باانداز پدری پیار کر رہے تھے۔ بچے نے عرض کیا ابا جان آپ مجھ کو بھی دوست رکھتے ہیں اور خدا کو بھی یہ کیوں کر ممکن ہے ایک دل میں دو دوست جمع نہیں ہو سکتے۔ آپ نے بچے کی اس بات کو تائید غیبی خیال کیا اور راہ محبت الٰہی میں سب کو خیر باد کہہ کر گھر سے نکل گئے اور ایسے پیرومرشد کی تلاش و تجسس میں رہے جو جام معرفت پلا کر محبوب حقیقی تک پہنچا دے۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ اپنے وقت کے کامل بزرگ تھے چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ مجاہدات اور ریاضات میں مشغول رہ کر تمام رموز باطنی حاصل کیے اور پیرومرشد نے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت بوعلی رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ فضیلؒ کو اپنے فرزند کی موت پر مسکراتے ہوئے پایا تو مسکرانے کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا ''جس کام کو خدا نے پسند فرمایا میں بھی اس سے خوش ہوں۔''

خلیفہ ہارون رشید کو آپ نے بہترین نصیحتیں فرمائیں ہارون رشید نے ازراہ ہمدردی آپ سے عرض کیا کہ آپ کو کسی کا قرض ادا کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا مقروض ہوں اور قرض ادا کرنے میں مشغول ہوں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ بوقت رخصت ہارون رشید نے عقیدت میں ایک ہزار دینار کی تھیلی نذر کی۔ آپ نے فرمایا سلطان تم پر اس قدر نصیحتوں کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ میں نے راہ نجات بتائی تم مجھے مصیبت میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ ہارون رشید یہ الفاظ سن کر بے حد رو دیا اور اپنے وزراء سے کہا واقعی فضیل بن عیاضؒ فرشتہ ہیں۔

آپ کا قیام مکہ معظمہ میں تھا ایک قاری نے آپ کے سامنے سورہ فاتحہ پڑھی آپ نے سن کر با آواز بلند نعرہ حق لگایا اور جاں بحق ہو گئے۔ آپ کی تاریخ وفات ۲ ربیع الاول ۱۹۷ھ ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے قریب مدفون ہیں۔ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم آپ کے خلیفہ ہیں۔

تھا۔ تیس سال تک بکثرت عبادت و ریاضت کی۔ آپ کا ہر وقت ذکر لا الہ الا اللہ مشغلہ تھا لیکن بغیر شیخ کے جلوہ محبوب سے محروم رہے۔ آپ نے بغرض بیعت حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ کی جانب رجوع کیا اور شرف بیعت حاصل کیا۔ خواجہ حذیفہؒ کو آپ کی ریاضت و عبادت کا علم ہوا تو فرمایا "ہبیرہ جو مجاہدہ بلا واسطہ اپنی خودی سے ہوا ہے وہ فائدہ مند نہیں ہے۔" پیرو مرشد کے اس ارشاد کے بعد تیس سال تک پھر ریاضت شاقہ کیں پیر کامل کی توجہ سے چند دنوں میں کمالات باطنی حاصل کیے اور خرقہ خلافت پایا۔ آپ رئیس و امراء کی صحبت کو مضر سمجھتے تھے آپ کی مجلس میں عوام سے بھی سوائے ذکر اللہ کے کوئی بات نہ ہوتی تھی۔ سترہ سال کی عمر کے بعد کبھی بجز قضائے حاجات بے وضو نہیں رہے آپ نے حیات دراز پائی ایک سو تیس سال کی عمر میں ۱۸ شوال ۲۷۹ھ کو وفات ہوئی اور مزار شریف بصرہ میں ہے۔ آپ کے مشہور خلیفہ حضرت خواجہ علو ممشاد دینوری ہیں۔

حضرت خواجہ علو ممشاد دینوریؒ

آپ کی ولادت دینور میں ہوئی جو ہمدان اور بغداد کے درمیان واقع ہے۔ بغداد جو ان دنوں علوم وفنون کا مرکز تھا تعلیم و تربیت حاصل کی اہل بغداد دولت مند کی وجہ سے آپ کو کریم الدین منعم کہتے تھے آپ طبیعت کے نرم اور سخی تھے۔ حاجت مندوں کے ساتھ نہایت ہمدردی کا سلوک تھا جب ذکر الٰہی کا غلبہ آپ کی طبیعت پر ہوا تو تمام دولت اللہ کی راہ میں غربا اور مساکین میں تقسیم کر دی۔

بعض روایات کے مطابق آپ کا خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اتفاق ہوا اور ان کی ایماء سے ہی حضرت خواجہ ہبیرہ بصریؒ کی جانب بغرض بیعت رجوع ہوئے۔ بیعت کے بعد آپ کثرت مجاہدہ اور ریاضات میں مشغول ہو گئے اور کم عرصہ میں ہی کمالات باطنی حاصل کر لیے۔ ان کے کمالات کے اعتراف میں حضرت ہبیرہ بصریؒ نے فرمایا "اے علو تمہارا کام علو کے ساتھ رہے گا میں اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ تم میری جگہ پیشوائے خلق ہو اور مخلوق کو اپنے ہاتھ پر بیعت دو" کچھ عرصے بعد انہوں نے اپنا کمبل جو بزرگوں کے سلسلہ

اوراد چشتیہ میں آپ کی تاریخ وفات ۵ جمادی الاول ۱۶۲ھ اور بغداد میں امام احمد بن حنبل کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سفینۃ الاولیاء میں ۲۶ جمادی الاول ۱۲۶ھ[1] کو وفات ہونا لکھا ہے اور مزار شام کے کسی پہاڑ میں ہے۔ آپ کے مشہور خلیفہ حضرت حذیفہ مرعشیؒ تھے۔

حضرت حذیفہ مرعشیؒ

آپ کی ولادت مرعش میں ہوئی جو دمشق کا علاقہ ہے۔ آپ نہایت ذہین تھے قریب سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ سولہ اور اٹھارہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کر چکے تھے۔ آپ کی طبیعت میں سادگی اور دل میں خوف خدا تھا جب ذوق طلب بڑھا تو پیر کامل کی تلاش کی۔ بلند پایہ بزرگ حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ کثرت مجاہدات و ریاضات سے چھ مہینہ کی قلیل مدت میں تمام کمالات باطنی حاصل کر لیے۔ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہمؒ نے آپ کا مجاہدہ دیکھ کر خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور فرمایا حذیفہ بزرگان دین میں تمہارا مرتبہ اعلیٰ ہوگا۔

پیر و مرشد سے اجازت لے کر رخصت ہوئے سیر و سیاحت کے بعد فریضہ حج ادا کیا۔ بعد ازاں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ اقدس پر حاضر ہوئے آپ کے ذوق عبادت کا یہ عالم تھا ایک ایک کلام پاک رات دن میں پڑھا کرتے تھے ہر وقت خوف خدا طاری رہتا اور گریہ وزاری کرتے تھے انفرادیت کے قائل تھے۔ ٹاٹ آپ کا لباس تھا آپ کی کثرت گریہ وزاری کا ایک مشہور واقعہ ہے فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر اللہ نے ایک فریق کے لیے جنت اور دوسرے کے لیے دوزخ ارشاد فرمایا ہے۔ ندائے غیب سے آپ کو بہشت میں جانے کی خوشخبری ملی۔ اس خبر سے بہت سے لوگوں نے آپ کے دست پر اسلام قبول کیا۔ ۱۴ شوال ۲۵۲ھ کو وصال ہوا۔ آپ کا مزار بصرہ میں ہے۔ خواجہ ہبیرہ بصریؒ آپ کے مشہور خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ ہبیرہ بصریؒ

آپ بصرہ میں ۱۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کر لی تھی۔ شروع سے ہی درویشوں کی صحبت سے رغبت تھی۔ آپ کا رجحان علم باطن کی طرف

آ کیں کلام سے آپ پر کیفیت ہوئی طاری ہوئی دوسری جانب فوراً بارش ہوگئی لوگوں کو مصیبت سے نجات ملی۔

آپ کی وفات ۱۴ ربیع الثانی ۳۴۰ھ میں ہوئی تھی عکہ علاقہ شام میں مزار ہے۔ حضرت خواجہ ابواحمد چشتیؒ آپ کے خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ ابواحمد چشتیؒ

آپ کی ولادت ۲۶۰ھ میں چشت میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی سلطان فرسناقہ ہے۔ آپ کا سلسلہ آٹھ واسطوں سے حضرت حسن مثنیٰؒ بن امام حسنؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد چشت کے شرفاء اور امراء میں سے تھے چنانچہ آپ کی تعلیم و تربیت مخصوص انداز میں ہوئی۔ آپ کی عمر تقریباً بیس سال تھی ایک روز اپنے والد ماجد کے ساتھ شکار کے لیے نکلے جنگل میں شکار کی تلاش میں آپ والد ماجد سے جدا ہو کر دور ایک پہاڑی مقام پر پہنچ گئے۔ اس جگہ قطب وقت حضرت خواجہ ابواسحاق شامیؒ چالیس رجال الغیب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ خواجہ ابواحمدؒ کی نظر حضرت ابواسحاقؒ کی نظر سے ملی کہ کائنات حیات میں انقلاب آ گیا۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

خواجہ ابواحمد کو دنیا کی ہر شے سے بے رغبتی پیدا ہوگئی اور محبت الٰہی کا غلبہ اس درجہ طاری ہوا کہ سب کو خیر باد کہہ کر حضرت اسحاق کی صحبت اختیار کی۔ آپ نے چند ہی روز میں معرفت کے مراحل طے کر لیے۔ آپ کو علم لدنی سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔ آپ علانیہ اسرار غیبی بیان فرماتے تھے۔

شیخ کی صحبت نے اسرار غیبی کے اظہار سے روکا۔

اپنے پیر و مرشد کی طرح سماع کا شوق تھا اور عالم وجد میں جس پر نظر پڑتی وہ کامل ہو جاتا تھا۔

ایک بار آتش کدہ سے گزرے وہاں آتش پرستوں کا مجمع تھا جب آپ کو دیکھا تو طنزیہ طور پر سوال کیا کہ مسلمان عام طور سے یہ کہتے ہیں کہ کلمہ گو پر آگ اثر نہیں کرتی۔ کیا یہ حقیقت ہے؟

سے پہنچا تھا حضرت خواجہ علو ممشاد کو مرحمت فرما دیا اور جانشین مقرر کیا۔ آپ کی وفات ۱۴ محرم ۳۱۹ھ میں ہوئی۔ مزار دینور میں ہے۔ آپ کے تین خلیفہ ہیں خواجہ ابو اسحاق شامیؒ، ابو عامرؒ اور شیخ احمد دینوریؒ۔

خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ

آپ ملک شام میں پیدا ہوئے۔ آپ کا لقب شریف الدین تھا قصبہ چشت میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ آپ کو عبادت سے رغبت تھی عمر میں اضافہ کے ساتھ یہ شوق بھی بڑھتا رہا آپ کثرت عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے آپ روزہ افطار کے وقت چند لقموں پر اکتفا کرتے تھے اور پھر عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا بھوک میں وہ نعمت و لذت پاتا ہوں کہ کسی چیز میں وہ نعمت و لذت میسر نہیں ہوتی۔ آپ نے تنہا عبادت میں یہ محسوس کیا کہ بغیر شیخ کے کمالات باطنی حاصل کرنا مشکل ہے۔ ندائے غیبی سے آپ کو حضرات خواجہ علو ممشاد دینوریؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اشارہ ملا۔ بغداد پہنچ کر حضرت خواجہ ممشاد دینوریؒ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے۔ خواجہ ممشاد دینوریؒ نے نام دریافت کیا تو آپ نے عرض کیا ''بندہ کو ابو اسحاق شامی کہتے ہیں'' خواجہ دینوریؒ نے فرمایا ''آج سے لوگ تمہیں ابو اسحاق چشتی کہیں گے چشت کی مخلوق تم سے ہدایت پائے گی اور جو لوگ تمہارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ چشتی کہلائیں گے۔''

آپ کے بعد سب مشائخ اس سلسلہ سے چشتی کہلائے۔ حضرت خواجہ ممشادؒ نے آپ کو توجہ خصوصی سے منازل سلوک و عرفان طے کرائیں۔ خرقہ خلافت عطا فرما کر چشت روانہ کیا۔

آپ کی توجہ اور جلال کے بارے میں مشہور ہے کہ جو شخص آپ کی صحبت میں چند لمحات گزارتا پھر اس سے گناہ کبیرہ سرزد نہ ہوتا۔ آپ کی کرامات کا ایک واقع ہے کہ ایک عرصہ سے بارش نہ ہونے سے لوگ پریشان تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لیے عرض کیا آپ نے فرمایا مجلس سماع منعقد کرو چنانچہ محفل سماع میں معرفت آ

آپؒ نے اپنے ماموں حضرت خواجہ محمد ابدال چشتیؒ کے پاس پرورش پائی اور ان ہی کی تعلیم و تربیت میں رہے۔ عمر کے ساتھ علم عرفان و معرفت کا شوق بڑھتا گیا۔ اللہ نے آپ کو گھر میں ہی وہ نعمت عطا فرمادی تھی جس کے لیے تشنہ کام محبت صحرا و بیاباں کی پرخار راہیں طے کر کے شیخ کامل کی تلاش کر پاتے ہیں۔ آپ نے اپنے ماموں حضرت خواجہ ابو محمد ابدال سے بیعت کی۔ بارہ سال تک خلوت میں کثرت سے مجاہدات و ریاضات کیں۔ خواجہ ابو محمد ابدال کے وصال کے بعد آپ مسند ارشادات و ہدایات پر جلوہ افروز ہوئے اور سالکان طریقت کی رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔

آپ بچپن میں کلام پاک حفظ نہیں کر پائے تھے۔ اس کی پر طبیعت آزردہ رہتی تھی۔ عالم بے اطمینانی کو ختم کرنے کے لیے پیرومرشد کی روح سے مشورہ کیا۔ مرشد سے ہدایت ملی کہ ایک سو بار سورہ فاتحہ پڑھو آپ نے عمل کیا اور کلام مجید حفظ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ قلیل عرصہ میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ مشہور ہے آپ شب و روز کی تلاوت میں کئی کلام پاک ختم کر لیتے تھے۔

وصال سے قبل بڑے صاحبزادے خواجہ قطب الدین مودود کو تحصیل و تکمیل علوم کی وصیت فرما کر اپنا جانشین مقرر کیا۔ آپ کی وفات ۴۵۹ھ میں ہوئی۔ مزار چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ

آپ کی ولادت ۴۳۰ھ میں ہوئی۔ آپ نہایت ذہین تھے۔ چھ سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کر لیا تھا۔ بعد ازاں علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل میں لگ گئے آپ علوم ظاہری سے جلد فارغ ہو گئے اور علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنے والد ماجد پیرومرشد کامل کے حلقہ ارادات میں داخل ہوئے۔ کثرت مجاہدات و ریاضات سے جلد ہی باطنی کمالات حاصل کر کے آپ کو ۲۶ سال کی عمر میں خرقہ خلافت عطا ہوا۔

آپ کی خوراک معمولی، کم کھانے اور فاقہ سے رہنے کو پسند کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے "درویش کو فاقہ کشی سے کشائش حاصل ہوتی ہے" کہتے ہیں مشائخ وقت آپ کے کمالات

حضرت خواجہؒ نے فرمایا "بے شک یہ درست ہے۔ آگ منکروں کے لیے مخصوص ہے اور انہیں کو جلائے گی۔ کلمہ گو پر آگ ہرگز اثر نہیں کرے گی۔" یہ سن کر آتش پرستوں نے کہا اگر یہ سچ ہے تو آپ اس آتش کدہ میں تشریف لے جائیے۔ حضرت خواجہؒ نے اسی وقت اپنا مصلیٰ بچھا کر نماز شروع کر دی۔ آتش پرستوں نے شعلوں کو بھڑکایا لیکن آگ کوئی اثر نہ کر سکی۔ آتش پرست اس کرامت کو دیکھ کر ششدر و حیران رہ گئے اور سب نے اسلام قبول کر کے آپ کے دست پر بیعت کی۔

یکم جمادی الثانی ۳۵۵ھ میں وصال ہوا۔ مزار چشت میں ہے۔ آپ کے فرزند حضرت خواجہ ابو محمد ابدال چشتیؒ آپ کے مشہور خلیفہ ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ ابو محمد ابدال چشتیؒ

آپ کی شب عاشورہ کو ۳۴۱ھ میں ولادت ہوئی۔ آپ کو اپنے والد ماجد حضرت ابو احمد چشتیؒ کے گھر پیدا ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جو اپنے وقت کے کامل ترین بزرگوں میں سے تھے۔ آپ نے آنکھ کھولتے ہی حقیقت و معرفت کا ماحول پایا اور دینی انداز سے آپ کی پرورش ہوئی اور تعلیم و تربیت مخصوص طور پر ہوئی۔ سن شعور کو پہنچتے ہی اپنے والد ماجد حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ کے دست حق پر بیعت کر کے کثرت مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہو گئے۔ اس عرصہ میں آپ معمولی غذا استعمال کرتے تھے۔ آپ کے چہرہ پر اس درجہ نور تھا جس کی نظر آپ کے روئے پر پڑتی گرویدہ ہو کر ایمان لے آتا۔ کہتے ہیں جس جگہ آپ کا قیام تھا وہاں کوئی غیر مسلم نہیں رہا تھا۔ ستر سال کی عمر میں آپ کا وصال ۴۱۱ھ میں ہوا۔ مہینوں میں اختلاف ہے ربیع الاول/ جمادی الثانی اور رجب لکھا ہے۔ آپ کو اپنے والد ماجد حضرت ابو احمد چشتیؒ سے خلافت و جانشینی حاصل ہو گئی تھی۔ اپنے بھانجے خواجہ ناصر الدین کو خلیفہ بنایا۔

حضرت خواجہ ناصر الدین چشتیؒ

آپ کی ولادت ۳۷۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا پورا اسم مبارک خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی محمد سمعان تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام زین العابدینؒ سے ملتا ہے۔

آپؒ نے اپنے ماموں حضرت خواجہ محمد ابدال چشتیؒ کے پاس پرورش پائی اور ان ہی کی تعلیم وتربیت میں رہے۔ عمر کے ساتھ علم عرفان ومعرفت کا شوق بڑھتا گیا۔ اللہ نے آپ کو گھر میں ہی وہ نعمت عطا فرمادی تھی جس کے لیے تشنہ کام محبت صحرا و بیاباں کی پرخار راہیں طے کر کے شیخ کامل کی تلاش کر پاتے ہیں۔ آپ نے اپنے ماموں حضرت خواجہ ابو محمد ابدال سے بیعت کی۔ بارہ سال تک خلوت میں کثرت سے مجاہدات وریاضات کیں۔ خواجہ ابو محمد ابدال کے وصال کے بعد آپ مسند ارشادات وہدایات پر جلوہ افروز ہوئے اور سالکان طریقت کی رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔

آپ بچپن میں کلام پاک حفظ نہیں کر پائے تھے۔ اس کمی پر طبیعت آزردہ رہتی تھی۔ عالم بے اطمینانی کو ختم کرنے کے لیے پیر ومرشد کی روح سے مشورہ کیا۔ مرشد سے ہدایت ملی کہ ایک سو بار سورہ فاتحہ پڑھو آپ نے عمل کیا اور کلام مجید حفظ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ قلیل عرصہ میں قرآن شریف حفظ کرلیا۔ مشہور ہے آپ شب وروز کی تلاوت میں کئی کلام پاک ختم کرلیتے تھے۔

وصال نے قبل بڑے صاحبزادے خواجہ قطب الدین مودود کو تحصیل وتکمیل علوم کی وصیت فرما کر اپنا جانشین مقرر کیا۔ آپ کی وفات ۴۵۹ھ میں ہوئی۔ مزار چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ

آپ کی ولادت ۴۳۰ھ میں ہوئی۔ آپ نہایت ذہین تھے۔ چھ سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کرلیا تھا۔ بعدازاں علوم ظاہری کی تحصیل وتکمیل میں لگ گئے آپ علوم ظاہری سے جلد فارغ ہو گئے اور علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنے والد ماجد پیر ومرشد کامل کے حلقہ ارادات میں داخل ہوئے۔ کثرت مجاہدات وریاضات سے جلد ہی باطنی کمالات حاصل کر کے آپ کو ۲۶ سال کی عمر میں خرقہ خلافت عطا ہوا۔

آپ کی خوراک معمولی، کم کھانے اور فاقہ سے رہنے کو پسند کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے "درویش کو فاقہ کشی سے کشائش حاصل ہوتی ہے" کہتے ہیں مشائخ وقت آپ کے کمالات

کے قائل تھے۔ آپ کو کشف قلوب اور کشف ارواح پر خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے لیے مشہور ہے جو شخص آپ کی خانقاہ میں تین روز قیام کر لیتا وہ صاحب کرامت ہو کر نکلتا۔ آپ کے مریدین کی تعداد کثرت سے تھی۔ آپ کے مشہور خلفاء کے اسم گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت حاجی شریف زندنیؒ ۲۔ حضرت شاہ سلیمانؒ ۳۔ حضرت خواجہ عثمان رومیؒ ۴۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ ۵۔ حضرت خواجہ حسن تمتیؒ ۶۔ حضرت خواجہ بدرالدینؒ ۷۔ حضرت ابوالنصر شکیبانؒ ۸۔ حضرت خواجہ شیخ حسینؒ ۹۔ حضرت خواجہ سبز پوش ۱۰۔ حضرت خواجہ شامؒ۔

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ

آپ موضع زندنہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ کا پورا نام خواجہ منیر الدین شریف زندنیؒ تھا۔ آپ بھی ان خوش نصیب بزرگوں میں سے ہیں جنھوں نے آنکھ کھول کر معرفت الٰہی کا ماحول دیکھا اور اس میں پروان چڑھے۔ آپ علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد قطبِ وقت حضرت مودود چشتیؒ کے مرید ہوئے۔ مجاہدات اور ریاضات سے کمالات باطنی حاصل کیے۔ آپ خلوت پسند تھے۔ چالیس سال بعد بیابان میں رہ کر عبادت میں مشغول رہے۔ درختوں کے پتوں اور پھلوں پر آپ بسر اوقات فرماتے۔ کہتے ہیں جو آپ کے سامنے کا بچا ہوا کھا لیتا مجذوب ہو جاتا۔

آپ کے چہرہ پر جاہ جلال نمایاں تھا۔ لوگ خوف سے آپ کی جانب نہ دیکھتے تھے۔ توحید کے مسئلہ پر آپ کو کمال حاصل تھا۔ عبادت سے آپ کو بے حد رغبت تھی اور ذرا بھی اس سے غفلت نہ ہوتی اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (۵۶:۵۱) کا حکم ہر وقت آپ کے سامنے رہتا۔

آپ کے سامنے کوئی نقد و زر پیش کرتا تو آپ فرماتے "تم کو درویشوں سے کیا عداوت ہے کہ تم ان کے سامنے وہ چیز پیش کرتے ہو جو خدا کی دشمن ہے۔"

آپ کا وصال ۵۸۴ھ میں ہوا۔ تاریخ اور مہینوں میں اختلاف ہے۔ ۶ رجب یا ۶ شوال بتائی جاتی ہے۔ اسی طرح مزار بعض نے ملک شام اور وطن زندنہ میں لکھا ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ آپ کے خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ

آپ کی ولادت ۵۲۶ھ قصبہ ہاروں ضلع نیشاپور میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

آپ نے کم عمری میں کلام پاک حفظ کر لیا تھا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد شوق عبادت بڑھا اور کمال باطنی کی طرف متوجہ ہوئے تو قطب وقت بلند پایہ بزرگ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ تین سال تک ریاضت شاقہ کر کے کمالات باطنی حاصل کیے اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔

صوفیاء کرام کا بیان ہے کہ آپ نے اپنی عمر کے ستر سال کثرت مجاہدات و ریاضات میں گزارے، روزہ رکھنا آپ کا معمول تھا، چار پانچ روز تک کھانا نہیں کھاتے تھے اور جب کھاتے تو بہت کم۔ آپ کو کشف ارواح پر خاص عبور حاصل تھا جس پر نظر پڑتی صاحب کرامت ہو جاتا۔ آپ کی کرامت کا مشہور واقعہ ہے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا گزر اس مقام پر ہوا جہاں ایک بڑا آتش کدہ تھا۔ یہ پر فضا مقام تھا چنانچہ آپ نے قریب ہی قیام فرمایا آپ روزے سے تھے۔ خدام نے افطار کھانے کا انتظام کیا۔ ایک خادم آگ لینے کے لیے آتش کدہ کی طرف بڑھا۔ ایک آتش پرست نے مسلمان کو قریب دیکھ کر روک دیا خادم واپس آ گیا اور پورا واقعہ عرض کیا۔ خواجہ ہارونیؒ نے فوراً وضو فرمایا اور آتش کدہ کے قریب پہنچ کر اس کے متولی سے جو ایک بچہ کو اپنی گود میں لیے بیٹھا تھا مخاطب کر کے فرمایا تم لوگ آگ کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ اس کی پرستش کیوں نہیں کرتے جس نے آگ پیدا کی۔ متولی آتش کدہ نے جواب دیا ''آتش پرستی ہماری نجات کا باعث ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ و مامون رہیں گے۔'' حضرت خواجہ نے فرمایا:

تمہارے اس عقیدہ پر ہم اس وقت اعتراف کریں گے کہ تم اپنا ہاتھ آگ میں ڈالو اور آگ میں ہاتھ نہ جل سکے۔ متولی اس سوال کا جواب دینے سے عاجز و قاصر رہا اور خاموشی

اختیار کی۔ حضرت خواجہؒ نے اس کو خاموشی کے عالم میں پاکر اس کی گود سے بچہ لے لیا اور قلنا یانار کونی برداوسلاما علی ابراھیم پڑھتے ہوئے آگ میں داخل ہوکر نظروں سے اوجھل ہوگئے اور کچھ دیر بعد صحیح وسلامت مع بچے کے آگ سے نکل آئے اور دونوں میں سے کوئی بھی آگ سے ذرا بھی متاثر نہ ہوا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے اس حیرت انگیز کرامت کو دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔ اس میں آتش کدہ کا متولی بھی شامل تھا۔ وہی لوگ جو آتش پرست تھے حلقہ بگوش اسلام ہوکر انہوں نے آتش کدہ کو مسمار کرکے عالیشان مسجد تعمیر کی۔ آخر عمر میں آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور گوشہ نشین ہوگئے۔ آپ کا وصال ۵ یا ۶ شوال ۶۱۷ھ میں ہوا۔ مزار مبارک مکہ معظمہ میں ہے۔

ملفوظات

۱۔ جو شخص ان تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے (ا) موت (ب) درویشی (ج) فاقہ۔ فرشتے اس کو دوست رکھتے ہیں اور اس کے لیے بہشت میں جگہ مقرر کردی جاتی ہے۔

۲۔ قرآن مجید کو پڑھنا چاہیے یہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے اور دوزخ کی آگ کے لیے بمنزلہ پردہ کے ہے۔

۳۔ ایمان ننگا ہے اور اس کا لباس پرہیزگاری ہے۔

۴۔ عمداً نماز کا تارک امام شافعیؒ کے نزدیک کافر ہے اور لائق قتل ہے۔

۵۔ روزی کمانے والا خدا کا دوست ہوتا ہے لیکن اسے پابندی سے احکام شریعت لازم ہے۔ شریعت کی حد سے آگے قدم نہ رکھنا چاہیے۔

۶۔ آخری زمانے میں امیر لوگ زبردست ہوجائیں گے اور عالم لوگ عاجز۔ اس زمانے میں حق تعالیٰ خلقت پر سے اپنی برکت اٹھالے گا، شہر ویران ہوجائیں گے، دین میں فساد واقع ہوگا۔ آپ کے مریدین کی تعداد بکثرت ہے۔ خرقہ خلافت آپ نے صرف چار بزرگوں کو مرحمت فرمایا تھا۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

ا۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ ۲۔حضرت شیخ نجم الدین صغریؒ ۳۔حضرت شیخ سعدی لنکوچیؒ ۴۔حضرت شیخ محمد ترکؒ۔

ان چاروں میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو فضیلت حاصل تھی اور ان کی مریدی کو باعث فخر سمجھتے تھے۔فرمایا کرتے تھے ''معین الدین حسن محبوب حق ہے۔''

کونین حضرت امام حسینؓ بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔(خزینۃ الاصفیا)

جواہر فریدی میں یہ نسب نامہ ہے کچھ اس طرح مذکور ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین بن غیاث الدین سنجری بن سید حسن بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن امام تقی بن امام نقی بن امام علی موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن امیر المومنین علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ۔تذکرۃ السادات میں اس طرح دیا ہے۔

خواجہ معین الدین بن سید غیاث الدین بن سید سراج الدین بن سید عبداللہ بن سید عبدالکریم بن سید عبدالرحمٰن بن علی اکبر بن سید ابراہیم حسب معین الاولیاء مولف سید امام الدین۔

حضرت خواجہ معین الدین بن سید غیاث الدین بن سید نجم الدین بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن سید ادریس بن سید امام موسیٰ کاظم بن حضرت سید امام جعفر بن سید امام محمد باقر بن علی سجاد بن حضرت امام حسین۔

نسب مادری

خواجہ معین الدین بی بی ماہ نور عرف بی بی ام الورع بنت سید داؤد بن حضرت عبداللہ حنبلی بن سید زاہد بن سید مورث بن سید داؤد داول بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ غنی بن سید حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن سید علی کرم اللہ وجہہ۔

خواجہ معین الدین حضرت امام ام الورع بنت حضرت داؤد بن عبداللہ حنبلی بن سید زاہد بن سید مورث بن سید داؤد داول بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ محض بن سید حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن سید علی کرم اللہ وجہہ۔

حضرت خواجہ معین الدین بن حضرت غیاث الدین بن احمد حسن سنجری سید حسین بن حضرت نجم الدین طاہر بن سید خواجہ عبدالعزیز حسین بن سید محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن حضرت خواجہ ابراہیم بن امام نقی بن سید امام تقی بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم چونکہ امام موسیٰ کاظم امام ہفتم از ائمہ عشریہ اند لہٰذا حضرت خواجہ صاحب رالیہہ کاظمی می گویند موسیٰ کاظم بن امام محمد جعفر و بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن سید الشہداء امام بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

خاندان کے مختصر حالات

ایک پرآشوب زمانہ جس میں خلفائے عباسیہ کے طرح طرح کے مظالم ہو رہے تھے۔ ہر فرد اور خاندان پریشان ہو چکا تھا چنانچہ انہیں حالات کے تحت آپ کے جد امجد بھی متاثر ہو کر ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ اصفہان عرب میں واقع ہے۔ ہجرت کر کے سنجر میں سکون پذیر ہوئے۔

والد ماجد

خواجہ بزرگ کے والد محترم حضرت خواجہ غیاث الدین چشتی کی ولادت پاک سنجر میں ہوئی۔ الدین کی سرپرستی میں عالم طفلی کی پرورش، تعلیم و تربیت اور خاندان کی دیگر خصوصیات سے آراستہ و پیراستہ ہوئے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے عالم و فاضل ہوئے اور اپنے دور کے ولی کامل بھی تھے۔ خراساں کے بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دینیوی مرتبہ کے ساتھ دنیاوی دولت و ثروت کے ساتھ نوازا تھا۔ آپ کا وصال ۵۴۸ھ سیستان کے علاقہ سنجر میں ہوا۔ آپ کا مزار ہر خاص و عام کی زیارت گاہ ہے۔

والدہ محترمہ

آپ کی والدہ کا اسم گرامی بی بی ماہ نور و خاص الململکہ ہے۔ بی بی ام الورع ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام داؤد ابن عبداللہ الحنبلی جو نہایت نیک و پاک سیرت بزرگ تھے اور لوگ ان کا ادب و احترام کرتے تھے۔

آپ کے دور کے حالات

جس زمانے میں خواجہ پیدا ہوئے وہ دور مسلمانوں کے لیے بے حد خراب تھا۔ سلطان سنجر تاتاریوں کے ہاتھوں بری طرح شکست کھا چکا تھا۔ خراسان میں تاتاریوں نے تباہی مچا دی۔ خانقاہیں مسمار کر دی گئیں، مسجد اور مدرسوں کو نقصان پہنچایا کتب خانے نذر آتش کر دیئے تھے۔ بستیاں اجاڑ دی گئیں اور نیشاپور کے قتل عام میں اس دور کے جید علماؤں کا قتل ہوا۔ ان میں حضرت محمد ابن یمنی شافعی عبدالرحمٰن بن عبدالصمد امام قشیری کے نواسے احمد بن حسین کاتب ابوالبرکات خرادی اور امام علی صباح وغیرہ صدہا علماء و مشائخ بڑی بے دردی سے شہید کیے گئے۔

نسب پدری

حضرت خواجہ معین الحق والدین بن غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید امام علی رضا موسیٰ قاظم بن امام جعفر بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین سید۔

ولادت باسعادت

جب آپ مادر شکم میں تھے گھر میں رونق برکت اور رحمت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کی جائے ولادت میں مورخین کا اختلاف ہے۔ مقام سنجر جس کو کتب میں سنجر لکھا ہے پیدا ہوئے۔ بعض کا خیال ہے آپ کی ولادت مقام اصفہان میں ہوئی اور سنجان میں آپ کی پرورش ہوئی جو عام طور پر سنجر کہلاتا ہے۔ سند ولادت میں بھی مورخین کا اختلاف ہے۔ ۵۲۷ھ ۵۳۰ھ بعض نے ۵۳۳ھ اور ۵۳۷ھ لکھا ہے۔ ۵۲۷ھ کے لیے کسی نے تاریخ لکھی ہے:

سید عالم معین الدین ولی   مقتدائے شہ دین ہندستان
سال تولیدش بگو بدرالمنیر   باز سرور عارف صوفی بخواں

لیکن ۵۳۰ھ پر بعض متفق ہیں۔ حسب مسالک السالکین حضرت مودود چشتیؒ کا وصال ۵۲۷ھ میں ہوا۔ اس طرح خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ولادت آپ کے تین سال بعد ہوئی۔ گلزار ابرار میں سنہ پیدائش ۵۳۷ھ صفینہ الاولیاء میں ولادت ۵۳۷ھ تاریخ روضتہ

الاقطاب خزینۃ الاصفیاء سنہ ولادت ۵۳۷ھ لکھا ہے۔

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی معین الدین ہے۔ والدین پیار سے حسن پکارتے تھے۔ مشہور آپ کا نام معین الدین حسن ہے۔

عہد طفلی

آپ میں بچپن ہی سے خصوصی عادات و اطوار نمایاں تھے۔ آپ کی طبیعت میں متانت و سنجیدگی تھی۔ عام بچوں کی ضد اور شرارت نہ تھی۔ کھیل کود سے بھی رغبت نہ تھی۔

بچپن کا ایک واقعہ

خواجہ معین الدینؒ عید کے دن اچھے لباس میں عید گاہ میں نماز کے لیے جارہے تھے اور راستہ میں آپ نے ایک اندھے لڑکے کو دیکھا کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ یہ حالت دیکھ کر افسوس ہوا چونکہ آپ کی طبیعت میں رحم و ہمدردی تھی، آپ نے فوراً اپنے کچھ کپڑے اتارے اور اس اندھے غریب کو پہنا دیئے اور اپنے ہمراہ عید گاہ لے گئے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ آپ کے والد اپنے دور کے فرد کامل اور بڑے عالم تھے چنانچہ آپ کو تعلیم و تربیت کا بہترین موقع حاصل ہوا۔ اس طرح آپ نے نو سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ سنجر کے ایک مکتب میں تفسیر، حدیث و فقہ کی تعلیم پائی۔ اس مختصری مدت میں آپ نے اچھی استعداد حاصل کرلی۔

آپ کے والد کا وصال و ترکہ

آپ کی عمر ابھی چودہ یا پندرہ سال کی تھی۔ شعبان ۵۴۴ھ میں آپ کے والد کا وصال ہو گیا۔ یہ آپ کے لیے صدمہ عظیم تھا۔ ابھی اس غم کے آنسو خشک نہ ہوئے تھے

کہ کچھ عرصہ بعد والدہ محترمہ داغ مفارقت دے گئیں۔ اس طرح آپ والدین کی محبت، شفقت اور سرپرستی سے محروم ہو گئے۔

حضرت خواجہ غیاث الدینؒ کے تین صاحبزادے تھے۔ دو کے متعلق تفصیلات کسی تذکرہ میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ آپ کو ترکہ پدری میں ایک باغ اور ایک پن چکی ملی تھی جس پر آپ بسر اوقات فرماتے تھے۔

ایک مجذوب سے ملاقات اور انقلاب حیات

حضرت خواجہؒ نے ورثہ میں ہمدردی، تواضع اور انکساری عاجزی اور ہر دلعزیزی پائی تھی۔ بزرگوں کی صحبت اور درویشوں کی خدمت آپ کی عادت میں داخل تھی۔

ایک دن جب کہ آپ باغ کو سیراب کر رہے تھے کہ حضرت ابراہیم قندوزیؒ جو مجذوب وقت تھے ادھر سے گزرے آپ نے نہایت ادب واحترام سے خوش آمدید کہا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے تشریف رکھنے کو عرض کیا اور خوشہ انگور سے ان کی تواضع کی۔ حضرت قندوزیؒ نے خوش ہو کر اپنی تھیلی سے ایک کھل کا ٹکڑا نکالا اور اس کو دانت سے کتر کر خواجہ معینؒ کو دیا۔ اس کے کھاتے ہی کیفیت بدل گئی اور آلائش قلبی دور ہو گئی۔ دنیا سے نفرت اور اللہ سے محبت پیدا ہو گئی۔ آپ اس درجہ متاثر ہوئے کہ باغ اور پن چکی فروخت کر دیئے اور اس سے حاصل شدہ رقم کو غربا، فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دی اور راہ محبت میں سفر اختیار کیا۔

تحصیل علوم ظاہری

اس زمانہ میں مصر، قرطبہ، بغداد، سمرقند اور بخارا اسلامی علوم وفنون کے دار العلوم شہرت و عظمت کے مرکز تھے جہاں ہزاروں طلباء فیض علمی سے سرفراز ہوتے تھے چنانچہ آپ نے بھی اسی جگہ کا انتخاب کیا اور سفر کی تکلیف اور زحمت خندہ پیشانی سے برداشت کر کے سمرقند و بخارا تشریف لے گئے۔

مولانا حسام الدین بخاریؒ اور مولانا شرف الدین صاحبؒ شریفہ الاسلام جن کا شمار تبحر عالم اور مشہور اکابرین میں ہوتا تھا۔ ان کے ہاتھوں آپ نے دستار فضیلت بندھوائی اور علوم دینیہ کا جبہ پہنا۔

آپ فقہ، حدیث، تفسیر ما علم نحو اور دیگر علوم سے باریاب ہو چکے تھے لیکن آپ تو راہ حقیقت و معرفت کے متلاشی تھے۔ علم کی شمع نے منزل مقصود کی راہ دکھائی۔ سمرقند، بخارا سے عراق تشریف لے گئے۔ آپ نے ۱۵ سال سے ۳۲ سال تک علمی مشغلہ جاری رکھا۔

حضرت غوث الاعظمؒ سے ملاقات

بعض مورخین کا خواجہ بزرگؒ کی حضرت غوث پاکؒ سے ملاقات میں اختلاف ہے تاہم کثرت رائے ملاقات کے حق میں ہے۔ غوث اعظمؒ سے پہلی ملاقات بغداد میں ہوئی۔ غوث پاکؒ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا:

"یہ مرد مقتدائے روزگار ہے اور بہت سے لوگ اس سے منزل مقصود تک پہنچیں گے۔"[۲]

خواجہ بزرگؒ راہ معرفت پر

حضرت ابراہیم قندوزیؒ نے عشق حقیقی کی جو آگ سلگائی تھی رفتہ رفتہ شعلہ بن گئی۔ علوم ظاہری سے مزین ہو کر سمرقند سے واپس آ کر آتش محبت کے لیے پیر کامل کی تلاش میں کوہ و بیاباں سے گزر کر راہ کی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے شہر شہر جادہ جادہ قیام فرما کر جب نیشاپور آئے تو قدم رک گئے اور محسوس ہوا کہ یہاں قلب کو تسکین ملے گی اور روح کی پیاس بجھے گی۔ حضرت ابراہیم قندوزیؒ نے جام معرفت کا ایک گھونٹ پلا کر اس پیاس کو اور بڑھا دیا۔ اب یہ شراب معرفت کا پیاسا ساقی معرفت کی تلاش و جستجو میں یہاں تک آیا اور اس کے قدم رک گئے یہی قصبہ ہارون تھا۔

بیعت اور قیام

قصبہ ہارون جو نیشاپور کے قریب واقع ہے چھوٹا سا قصبہ ہے مگر روحانی تجلیات کا مرکز تھا جہاں آفتاب قطبیت درخشاں تھا جو قلوب کو نور الٰہی سے منور کر رہا تھا۔ یہ حضرت شیخ عثمان ہارونیؒ تھے جس سے لوگ علم و عرفان کا فیض حاصل کر رہے تھے۔ آپ طریقت کے

پیشوا اور رموز باطنی اور مکاشفات روحانی کے سبب بڑے عالم تسلیم کیے جاتے تھے۔

خواجہ بزرگؒ جب حضرت عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں آپ میں وہ تمام صفات نظر آئیں جن کے آپ متلاشی تھے جو ایک پیر کامل میں ہوتی ہیں۔ گزشتہ تجربات کی روشنی میں انہوں نے صداقت دیکھی طبیعت کے میلان اور دلکشی نے خواجہ بزرگؒ کو آمادہ کرلیا کہ اس شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ حضرت عثمان ہارونیؒ صاحب کمال بزرگ تھے۔ کشف و کرامات سے خواجہ بزرگ کے خیالات وخواہشات کو جان لیا۔ ایک معرفت آگیں نظر سے کیفیت دل بدل ڈالی۔ خواجہؒ نے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ عثمانیؒ نے جوہر اعلیٰ کو پرکھ لیا تھا۔ فوراً قبول کرلیا اور بیعت سے مشرف کیا۔

شجرہ بیعت

آپ کی بیعت اتصالی سے بعض تذکرہ نویسوں نے انکار کیا ہے۔ رسالہ ''انیس الارواح'' جو آپ سے منسوب ہے۔ بعض مورخین اور تذکرہ نویس اسے معتبر تسلیم نہیں کرتے۔

حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت خواجہ عثمان ہارونیؒ بغداد میں ہی تشریف فرما تھے اور بغداد میں ہی بیعت سے مشرف ہوئے۔

یہ دعا گو شہر بغداد میں حضرت خواجہ جنیدؒ کی مسجد میں گیا جہاں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ تشریف فرما تھے اور اس وقت کے عالی مرتبت شیوخ بابرکت مجلس میں موجود تھے۔ سر نیاز جھکا کر ادب سے بیٹھ گیا۔

پیر و مرشد نے فرمایا:

''دو رکعت نماز ادا کر۔''

میں نے تعمیل ارشاد کی۔

پھر فرمایا:

''قبلہ رو بیٹھ''

میں ادب سے بیٹھ گیا۔

پھر ارشاد ہوا ''سورہ بقرہ پڑھ''

میں نے خلوص سے پڑھی۔

حکم ہوا کہ ''اکیس بار درود شریف پڑھ۔''

میں نے سچے دل سے پڑھا۔

بعد ازاں پیر و مرشد نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کھڑے ہو گئے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا آ میں تجھے خدا تک پہنچا دوں۔ یہ کہہ کر مقراض دست میں لی اور میرے سر پر چلائی۔ بعد ازاں کلاہ چہار ترکی پہنائی اور گلیم خاص عطا کی اور ارشاد ہوا۔

بیٹھ جاؤ۔

میں فوراً بیٹھ گیا۔

پھر فرمایا ہمارے خانوادہ کا ایک دن رات کے مجاہدہ کا معمول ہے۔

میں حسب ارشاد مشغول ہو گیا۔

میں دوسرے روز حاضر خدمت ہوا تو فرمایا:

بیٹھ جاؤ اور ایک ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ اور آسمان کی طرف دیکھ۔

میں نے حسب ارشاد سورہ اخلاص پڑھی اور آسمان کی جانب دیکھا فرمایا کہاں تک نظر آتا ہے؟

میں نے عرض کیا عرش اعظم تک۔

پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھ

میں نے زمین کی طرف دیکھا

فرمایا کہاں تک دیکھتا ہے

میں نے عرض کیا تحت الثریٰ تک۔

ارشاد ہوا پھر ایک ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ۔
میں نے تعمیل ارشاد کی۔
فرمایا پھر آسمان کی جانب دیکھ
میں نے آسمان کی طرف دیکھا

کچھ نظر آیا نہ پھر جب تو نظر آیا مجھے
جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے

دریافت فرمایا کہاں تک دیکھتا ہے۔
میں نے عرض کیا حجاب عظمت تک۔
ارشاد ہوا ''آنکھیں بند کر۔''
میں نے آنکھیں بند کرلیں۔
فرمایا ''کھول''
میں نے آنکھیں کھولیں۔
پھر انگلیاں دکھا کر فرمایا کیا نظر آتا ہے۔
میں نے عرض کیا اٹھارہ ہزار عالم میرے سامنے ہیں۔
فرمایا تیرا مقصد حاصل ہوا بعد ازاں ایک اینٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس کو اٹھاؤ۔ حسب ارشاد میں نے اٹھایا تو اس کے نیچے کچھ دینار نکلے۔
فرمایا ان کو لے جا کر غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دے۔
میں نے تعمیل حکم کی اور پھر حاضر خدمت ہوا۔
ارشاد عالی ہوا چند روز ہماری صحبت اختیار کر۔
میں نے عرض کیا بسر و چشم حاضر ہوں۔
خواجہ بزرگؒ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہے۔ بعد ازاں چند مشائخ سے ملاقاتیں ہوئی۔ بغداد میں شیخ ابو نجیبؒ جو بے نظیر فقیہ عالم اور بلند پایہ بزرگ تھے ملاقات ہوئی۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے بھی ملاقات ہوئی جو ابتدائی مراحل میں تھے دونوں نے ایک دوسرے سے فیض صحبت حاصل کی۔

کرمان

یہاں آپ نے شیخ احدالدین کرمانیؒ سے ملاقات کی۔ بعض مورخین نے خواجہ بزرگؒ کا شیخ احدالدین کرمانیؒ سے خرقہ خلافت حاصل کرنا لکھا ہے۔ دوسری جانب صاحب ''وقائع شاہ معین الدین'' نے شیخ احدالدین کرمانی ''کا خواجہ بزرگ'' سے خرقہ خلافت لینا لکھا ہے۔

حضرت شیخ احدالدین کرمانیؒ کا ابتدائی دور تھا اور خواجہ بزرگؒ بھی اس وقت درجہ کمال کو نہیں پہنچے تھے اس لیے قرین قیاس ہے کہ دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے سے فیض حاصل کیا ہو یہ دونوں معرفت کی شمعیں تھیں راہ طریقت پر چلنے والے یہ صاف و پاک دل بزرگ ایک دوسرے سے ملنے میں کبھی کمتری یا برتری محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ ایک دوسرے سے مل کر روحانی سکون حاصل کرتے تھے۔ (مولف)

خواجہ بزرگؒ بیس سال پیر و مرشد کی خدمت اور سیاحت میں

حضرت خواجہ معین الدینؒ کو اپنے پیر و مرشد سے بے حد عقیدت و محبت تھی ان کی خدمت کو عظمت اور باعث برکت سمجھتے تھے۔ پیر و مرشد کا بستر توشہ مشکیزہ و دیگر ضروری سامان اپنے کندھے پر اٹھائے شاداں و فرحاں اپنے مرشد کے قدم کو راہ منزل عرفان تصور کر کے اپنی آنکھیں بچھا رہے تھے۔

سفر حرمین شریف

اس سفر میں ایک مقام پر قیام ہوا جہاں صوفیوں کی ایک جماعت دیکھی جو مقام فنا میں پہنچ کر عالم حیرت میں تھی یہ لوگ اپنی ہستی سے بے خبر یاد الٰہی میں محو تھے۔ چند روز ان کی صحبت میں رہے۔

مکہ معظمہ پہنچ کر خانہ کعبہ کی زیارت کی اور طواف کیا۔ اسی دوران حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے خواجہ بزرگ کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے سپرد کیا اور بیت اللہ شریف کے پرنالے کے نیچے خواجہ معین الدینؒ کے لیے مناجات کی۔ غیب سے ندا آئی ہم نے معین الدینؒ کو قبول کیا۔

پھر مدینہ منورہ پہنچے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کیا۔ پیر و مرشد نے فرمایا سلام عرض کریں خواجہؒ نے باخلوص اسلام علیکم یا رسول اللہ عرض کیا روضہ اقدس سے آواز آئی:

''وعلیکم السلام یا قطب المشائخ برو بحر'' جب حضرت شیخ نے یہ آواز سنی تو فرمایا تیرا مقصد حاصل ہوا اور درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ (انیس الارواح)

سفر بدخشاں

بدخشاں پہنچ کر ایک بزرگ جو حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کے پوتوں میں سے تھے ملاقات ہوئی ان کی عمر ایک سو چالیس سال تھی۔ عرصہ سے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی ان کے ایک پاؤں نہیں تھا۔ سبب دریافت کیا تو فرمایا ایک بار نفس کی خواہش سے یہ پاؤں حجرہ سے باہر نکلا تو یہ ندا آئی کہ اے مدعی یہی عہد تھا جو تو نے فراموش کر دیا چھری پاس تھی اسی وقت پاؤں کاٹ کر پھینک دیا گو اس واقعہ کو چالیس سال کا عرصہ ہو گیا مگر بے حد پریشانی میں گرفتار ہوں کہ روز قیامت درویشوں کو کیسے منہ دکھاؤں گا۔

سفر بخارا

اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ یہاں آ کر شیوخ سے ملے۔ خواجہ بزرگ نے فرمایا کچھ بزرگ دوسرے عالم میں تھے ان کی صفات و خوبیاں بیان سے باہر ہیں۔ دس سال سفر و سیاحت کے بعد بغداد میں اعتکاف کر کے چند روز بعد پھر پیر و مرشد کے ہمراہ مزید دس سال کا سفر کیا۔

قیام اوش

خواجہ بزرگؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان ہارونیؒ اور ایک درویش ہمراہ سفر تھے شیخ بہاء الدین اوشیؒ کے پاس پہنچے یہ عالی مرتبت بزرگ تھے واصلان حق میں یہ طریقہ تھا کہ کوئی شخص ان کی خانقاہ سے مایوس نہ جائے۔ اگر کوئی برہنہ محتاج آتا تو ان کو عمدہ و نفیس کپڑے دے دیتے اللہ غیب سے ان کو اور کپڑے عنایت فرما دیتا۔

چندروزان کی صحبت سے مستفیض ہوئے ان کی پہلی نصیحت تھی کہ اے درویش جو کچھ تجھے حاصل ہوا اللہ کی راہ میں خرچ کر، دنیا کی دولت اپنے پاس نہ رکھنا اس عمل سے خدا کا دوست بن جائے گا جو کچھ حاصل ہوا ہے سخاوت سے حاصل ہوا ہے۔

قیام سیوستان

خواجہ معین الدینؒ فرماتے ہیں کہ اپنے پیر ومرشد عثمان ہارونیؒ کے ہمراہ سفر میں تھا سیوستان میں ایک صومعہ نظر آیا یہاں ایک بزرگ شیخ صدرالدین محمد احمد سیوستانیؒ رہا کرتے تھے جو عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے عذاب قبر کے ڈر سے بے حد رویا کرتے تھے۔

(تفصیل ایک بزرگ کے رونے کے بیان میں تعلیمات خواجہ اعظمؒ میں دیکھیں۔)

سفر دمشق

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ایک دفعہ میں خواجہ عثمان ہارونیؒ اور شیخ احدالدین کرمانیؒ مدینہ منورہ کی طرف سفر کر رہے تھے کہ دمشق میں پہنچے۔ دمشق کی مسجد کے قریب بارہ ہزار پیغمبروں کے مزارات ہیں یہ متبرک سرزمین ہے۔ ان مزارات کی زیارت کی اور بزرگوں سے ملاقات کی۔ ان میں ایک بزرگ کا نام محمد عارف تھا۔

ایک دن خواجہ عثمان ہارونیؒ شیخ احدالدین کرمانیؒ، محمد عارفؒ اور دعا گو دمشق کی مسجد میں بیٹھے تھے چند اور درویش حضرت محمد عارفؒ کے پاس بیٹھے تھے یہ درویشوں کی مجلس تھی حضرت محمد عارفؒ نے کہا:

روز قیامت درویشوں کو معذور سمجھا جائے گا اور مالداروں سے حساب ہوگا اور گناہوں کے بدلے انہیں سزا ملے گی۔ ایک شخص کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی اور کہنے لگا آپ مجھے کتاب میں یہ بات بتا دیں تو یقین کراوں گا ورنہ درست نہیں سمجھتا۔ حضرت محمد عارفؒ کو کتاب کا نام معلوم نہیں تھا مراقبہ کیا تا کہ اس کتاب کا نام معلوم ہوا خداوند یہ بات جس کتاب میں لکھی ہو فرشتوں سے دکھا دے چنانچہ وہ کتاب اس شخص کے سامنے آ گئی۔ یہ دیکھ کر وہ شخص حضرت محمد عارفؒ کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا بے شک مردان خدا ایسے ہی ہوتے ہیں۔

اس کے بعد یہ گفتگو ہوئی کہ مجلس میں جو موجود ہیں اپنی اپنی کرامات کا اظہار کریں۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ نے مصلے کے نیچے سے سونے کی ٹکڑیاں نکالیں درویش کو دیں اور درویشوں کے لیے حلوہ لانے کو کہا۔

پھر شیخ احدالدین کرمانیؒ نے بھی ایک لکڑی پر جوان کے قریب پڑی تھی ہاتھ مارا بحکم خدا پوری لکڑی سونے کی بن گئی۔

مگر اس دعا گو (حضرت خواجہ بزرگؒ) نے پیر و مرشد کے ادب کی وجہ سے کرامت کے اظہار کی جرات نہ کی۔ مرشد نے فرمایا اس کا بے ادبی سے تعلق نہیں، تم خاموش مت رہو۔ خواجہ معین الدینؒ نے کمبل کے نیچے سے چار قرص نکالے اور قریب ایک درویش کو جو فاقہ سے تھا دے دیے۔

ایک درویش اور حضرت محمد عارفؒ نے کہا کہ درویش میں جب تک اتنا کمال نہ ہو اس کو درویش نہیں کہنا چاہیے۔

سنجار میں آمد

آپ نے سنجار آ کر شیخ نجم الدین کبریؒ سے ملاقات کی اور پندرہ روز ان کے پاس قیام کیا۔ حضرت غوث اعظمؒ کا وصال ۵۶۱ھ میں ہوا۔ خواجہ معین الدینؒ ۵۶۲ھ بغداد تشریف لے گئے۔

واپسی بغداد

ایک طویل سفر ختم کر کے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ اعتکاف میں بیٹھ گئے اور خواجہ بزرگؒ کو چاشت کے وقت حاضر ہونے کو کہا تا کہ خواجہ بزرگؒ آپ کے ارشادات قلم بند کریں چنانچہ خواجہ بزرگؒ روزانہ حاضر خدمت ہوتے۔ مرشد کے ارشاد عالیہ قلم کرتے اس طرح اٹھائیس مجالس کے مجموعے کا نام "انیس الارواح" رکھا۔

انیس الارواح

اس میں مندرجہ ذیل اٹھائیس مجالس ہیں (۱) احکام ایمان (۲) مناجات حضرت آدم (۳) احکام اسلام (۴) کفارہ نماز گزشتہ وصلوٰۃ کسوف خسوف شمس وقمر (۵) فضیلت

الحمدللہ و سورہ اخلاص (۶) اہل جنت کی تعریف (۷) صدقہ (۸) شراب کے مسدودی کے احکام (۹) مومن کو کسی کا آزار ہونے نہ پائے (۱۰) قذف (۱۱) کسب (۱۲) فضیلت دختران (۱۳) خرابی شہرت (۱۴) زمانے کے موافق رہنا (۱۵) کشتن جانوراں (۱۶) حرمت مسجد (۱۷) مال کو جمع کرنے کی خرابیاں (۱۸) اذان (۱۹) مومن (۲۰) مسلمانوں کی حاجت روائی (۲۱) یوم آخرت (۲۲) یاد موت (۲۳) مساجد میں روشنی (۲۴) درویشوں کی خدمت (۲۵) حاکم جابر کی نگہداشت (۲۶) حاکم کی توقیر و منزلت (۲۷) توبہ اہل سلوک (۲۸) دراز آستین۔ دراز کرتا اور شرعی لباس کا استعمال یعنی لباس فقراء۔

انیس الارواح، دلیل العارفین، فوائد السالکین اور راحت القلوب چاروں رسالے ملفوظات خواجگان چشت کے نام مشہور ہیں۔ مولانا حمید قلندر اور دیگر حضرات نے ان ملفوظات سے انکار کیا ہے۔ ملفوظات حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ مرتبہ مولانا حمید قلندرؒ کا اعتراض ہے کہ ان ملفوظات میں بہت سی ایسی باتیں درج ہیں جو ان بزرگوں کے ارشادات کے منافی ہیں۔

ہماری رائے میں ان ملفوظات سے یکسر تو انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ پیر و مرشد کے حلقہ مریدین میں ہدایت کے لیے چند کلمات ضرور ادا ہوتے ہیں۔ مریدین از راہ عقیدت ان ارشادات کو محفوظ کر لیتے ہیں جو اس سلسلہ کے لیے مشعل راہ ہوتے ہیں البتہ ان چاروں ملفوظات میں شدت جذبات و عقیدت کے تحت منقول میں تبدیلی کے اندیشہ کا امکان ہے چونکہ ان ملفوظات کو احادیث کا درجہ نہیں دیا جا سکتا جس کو من و عن تسلیم کر لیا جائے۔ مولف نے نبیرہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ذی علم حضرات اور مولف عطائے رسول سے اس سلسلہ میں تصدیق چاہی ان حضرات نے بھی ملفوظات کو موجودہ حالت میں صحیح تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ مولف نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جو باتیں خلاف شریعت ہوں ان کو صحیح تصور نہ کیا جائے اس لیے کہ یہ بزرگ سنت نبویؐ سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے۔ (مولف)

خرقہ خلافت و جانشینی

خواجہ بزرگؒ کو اپنے پیر و مرشد سے بے حد عقیدت و محبت تھی اور سفر و سیاحت میں بیس سال تک پیر و مرشد کا رخت خواب اور پانی کی چھاگل سر پر رکھا اپنے آرام کی نسبت خدمت پیر و مرشد کو

ترجیح دی جس قدر جتنے عرصہ آپ اپنے پیر ومرشد کے قریب رہے دوسروں کو کم مواقع ملتے ہیں۔

فرزند خلف روحانی وہی ہے جو گوش وہوش میں اپنے پیر ومرشد کو جگہ دے اور اپنے شجرہ میں ان کو لکھے اور انجام کو پہنچائے تا کہ کل قیامت کے دن شرمندگی نہ ہو۔ (انیس الارواح)

آپ کی عمر باون سال کی تھی جب آپ کے پیر ومرشد نے خرقہ خلافت مخصوصہ مرحمت فرمایا اور اپنا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ آپ کو ایک عصا، مصلیٰ، خرقہ نعلین چوبیں عطا فرما کرارشا ہوا یہ تبرکات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے پیران طریقت کے ذریعے ہم تک پہنچے تھے دے دیئے ہیں جس کو مرد کامل پانا اس تک ہماری یادگار دے دینا۔ بعدازاں خواجہ معین الدینؒ کو سینے سے لگایا اور ہدایت فرمائی ''اے معین الدینؒ خلق سے دور رہنا کسی سے طمع وخواہش نہ رکھنا'' اس طرح خواجہ بزرگؒ کو دینی اور دنیاوی رحمتوں اور نعمتوں سے سرفراز فرما کر رخصت کیا اور خدا حافظ کہا۔

ہندوستان سے چشتیوں کا پہلا تعلق

محمود غزنوی بزرگوں کا ادب واحترام کرتا تھا اور عقیدت مند تھا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی سے دعائیں کرا رہا تھا۔ دوسرے بزرگ حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ تھے۔ یہ مشیت الٰہی تھی اس نے چشتیہ سلسلہ کو یہاں کے لیے منتخب فرمایا۔ سب سے پہلے جس شیخ چشتی نے دعائیں فرمائیں اور ذات بابرکت سے محمود غزنوی کی پشت پناہی فرمائی وہ ذات گرامی خواجہ ابو محمد چشتیؒ تھے اور علامہ مولانا حاجی ''نفحات الانس'' میں لکھتے ہیں:

''جس وقت سلطان محمود سومنات کی طرف گیا ہوا تھا خواجہ ابو محمد کو اشارہ غیبی ہوا کہ اس کی مدد کے لیے جائیں وہ ستر برس کی عمر میں چند درویشوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر بنفس نفیس جہاد میں شرکت فرمائی۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۲۳ حصہ سوم)

چشتی کہلانے کی وجہ

جب حضرت ابواسحاق خواجہ شامیؒ نے بغداد پہنچ کر حضرت خواجہ علوممشاد دینوریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ بیعت کیا حضرت ممشاد دینوریؒ نے نام دریافت کیا آپ نے عرض کیا بندہ کو ابواسحاق شامیؒ کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ دینوریؒ نے فرمایا آج سے لوگ تمہیں ابواسحاق چشتی کہیں گے۔ چشت کی مخلوق تم سے ہدایت پائے گی اور جو لوگ

تمہارے سلسلہ میں داخل ہوں گے چشتی کہلائیں گے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بھی اسی سلسلے سے ہیں۔ کچھ لوگوں نے آپ کے چشت میں قیام فرمانے سے آپ کو چشتی لکھا ہے چنانچہ یہ غلط ہے۔ (تذکرۃ العابدین)

ہمدان

بغداد سے ہمدان پہنچ کر یوسف ہمدانی جن کا وصال ۲۵ رجب ۵۲۵ھ میں ہوا معتکف ہو کر فتوحات روحانی حاصل کی۔

تبریز

یہاں حضرت خواجہ ابوسعید تبریزیؒ جو حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے پیر و مرشد ہیں بڑے عالی مرتبہ شیخ تھے ملاقات ہوئی۔

منا

یہاں آپ نے شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے مزار پر فتوحات روحانی حاصل کی۔

خرقان

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے مزار انوار پر حاضر ہو کر فیض روحانی حاصل کیا۔ (المتوفی ۴۲۵ھ)

استرآباد

یہاں سے حضرت شیخ ناصر الدینؒ سے ملاقات ہوئی جو جلیل القدر بزرگ تھے جن کو دو واسطوں سے حضرت بایزید بسطامیؒ سے نسبت حاصل تھی ان کی صحبت میں فیض معرفت حاصل کرتے رہے۔ ہرات کا سفر شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری مقبرہ میں رات کو قیام فرمائیں۔

سبزہ وار

آپ نے چند روز قیام فرمایا یہاں کے حاکم محمد یادگار کو تائب اور مرید کیا۔

غزنین

حضرت شیخ عبدالواحدؒ جو شیخ نظام الدینؒ ابوالموید کے پیرومرشد ہیں ملاقات ہوئی۔

سفر حرمین اور اصفہان میں قطب صاحب کا بیعت ہونا

خواجہ بزرگؒ نے اپنے پیرومرشد سے رخصت ہوکر مخلوق سے علیحدہ قیام کرتے ہوئے اوش سے گزر کر اصفہان تشریف لائے یہاں حضرت شیخ محمود اصفہانیؒ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت قطب الدین شیخ محمود اصفہانی کے معتقد تھے اور ان سے بیعت ہونے کا ارادہ بھی تھا لیکن جب خواجہ بزرگ سے ملاقات ہوئی تو اس درجہ گرویدہ ہو گئے کہ دست پر بیعت کی اور آپ کے ہمراہ رہنے لگے۔

جب اصفہان سے حضرت خواجہ بزرگؒ کی روانگی ہوئی ان کے ہمراہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ بھی تھے۔ حرمین کی جانب سفر تھا ایک روز صبح بعد نماز فجر ایک شہر میں پہنچے۔ ایک صومعہ میں ایک بزرگ نہایت نحیف و کمزور عالم حیرت میں کھڑے ہوئے تھے۔ ایک ماہ میں ایک بار عالم صحو میں آتے۔ دونوں حضرات نے سلام کیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ یہ بزرگ شیخ محمد اسلم طوسیؒ کے فرزند تھے۔ تیس سال سے عالم تحیر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انہوں نے نصیحت فرمائی کہ میدان طریقت میں قدم رکھنے کے بعد ضروری ہے کہ ہوائے نفس سے دنیا کی جانب رغبت نہ ہو اور مخلوق سے دوری جو کچھ ملے اس کو صرف کردے۔ بجز حق تعالیٰ کسی کی جانب متوجہ نہ ہو۔

*** — *** — ***

خواجہ اعظم کو ولایت ہند

آپ کے ہمراہ حضرت قطب الدینؒ بھی تھے۔ مکہ معظمہ میں فریضہ حج ادا کرنے کے بعد ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں مشغول عبادت رہے چنانچہ ایک روز آپ کو دربار سرور کائنات سے بشارت ہوئی۔

اے معین تو میرے دین کا معین ہے ولایت ہند تجھ کو عطا کی وہاں کفر وظلمت پھیلی ہوئی ہے تو اجمیر جا تیرے وجود سے ظلمت وکفر دور ہوگی اور اسلام رونق پذیر ہوگا۔

یہ بشارت جہاں سن کر آپ بہت مسرور ہوئے حیران بھی تھے کہ اجمیر کون سا مقام ہے اور کس ملک میں ہے جب آپ درود وظائف سے فارغ ہو گئے تو عالم خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آپ کو شہر اجمیر کا محل وقوع دکھایا اور ایک انار بہشتی عطا فرمایا۔

آپ کے خطابات

حضرت خواجہ اعظم کے مشہور خطابات عطائے رسول، سلطان الہند، غریب نواز خواجہ اجمیر خواجہ بزرگ" ہند الولی، نائب رسول فی الہند۔ خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ نے ان کو ملک المشائخ سلطان السالکین، منہاج المتقین، قطب الاولیاء، ختم المهتدینکے لقب سے یاد کیا ہے۔

آپ کے القاب

سید العابدین، سلطان العارفین، امام العاشقین، برہان الاصفیاء، معین الاولیاء۔

آپ کی آمد سے قبل ہندوستان کے حالات

خواجہ صاحبؒ کے اس سرزمین میں آنے سے قبل ہندوستان کے مذہبی، سماجی اور سیاسی حالات بدترین تھے۔ ویسے یہاں لوگ وحدانیت کے بھی قائل تھے۔ کچھ لوگ عبادت کے لیے آبادی سے دور چلے جاتے تھے۔ عوام سے رابطہ نہ تھا ان کی روحانیت ان کی ذات تک ہی محدود رہتی تھی۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں دیوی دیوتاؤں اور چاند سورج کی پرستش شروع ہوگئی نیز شخصیت پرستی آ گئی۔ ان کو دیوی دیوتاؤں کے انداز میں پوجا جانے لگا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جانور، درخت، سانپ، بچھو اور گوبر کی پوجا ہونے لگی۔ اوہام پرستی عام تھی جب مذہبی حالات بگڑے تو اخلاقی اور سماجی زندگی کا متاثر ہونا لازمی تھا۔ مذہبی اور روحانی اثرات کا کم ہونا اخلاقی اور سماجی پستی لانا ہے چنانچہ سماج ذات پات کے فرقوں میں بٹ گیا اور اونچ نیچ چھوت چھات کا دور قائم ہوگیا۔ اونچی ذات والوں نے نیچی ذات والوں کو انتہائی کمزور اور ذلیل سمجھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ کم ذات والوں کا سایہ بھی اونچی ذات والوں کو نا قابل برداشت تھا۔ مندروں میں جانے کی ان کو قطعی اجازت نہ تھی۔

ہندوستان کے سیاسی حالات بھی ابتر تھے۔ ہندوستان سینکڑوں ریاستوں میں بٹا ہوا تھا اور سب راجہ اونچی ذات کے نہایت سرکش اور ظالم تھے۔ باہمی نفاق، خانہ جنگی اور دشمنی کا دور تھا۔ حکمران عوام کا خون چوس رہے تھے ان کی فلاح و بہبودی کا کسی کو خیال نہیں تھا لوگوں کا عرصہ حیات تنگ تھا۔ ان پر طرح طرح کے مظالم اور زیادتیاں ہو رہی تھیں۔ انسانیت سسک رہی تھی۔ نجات کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ عورتوں کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ عدل و انصاف، مساوات و اخوت، انسانیت اور ہمدردی مفقود تھی۔ ایسے حالات میں خواجہ بزرگؒ وارد ہوئے۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کی ہندوستان روانگی

دربار رسالت سے بشارت ولایت ہند کے بعد آپ نے سفر کی تیاری کی اور ہندوستان روانہ ہو گئے۔ راستہ میں بصرہ، کرمان اور ہرات میں بزرگوں سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بغداد میں قیام فرمایا۔

آپ نے خواجہ قطب الدینؒ کو ۵۸۵ھ میں خواجہ ابوالليث سمرقندیؒ کی مسجد میں بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اس مجلس میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ حضرت شیخ داؤد کرمانیؒ، شیخ برہان الدین محمد چشتیؒ اور شیخ تاج الدین محمد اصفہانیؒ جیسے بزرگ موجود تھے۔

۵۸۶ھ میں آپ بغداد سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ مریدین اور خادم تھے۔ یہ چھوٹا سا اہل اللہ کا قافلہ اسلامی متانت و وقار کے ساتھ فقیرانہ انداز میں اپنی منزلیں طے کر رہا تھا۔ آپ ان اہل اللہ میں مانند ماہتاب تھے۔ آپ کے جاں نثار ستاروں کے جھرمٹ کی طرح آپ کے اردگرد تھے۔ کندھے پر کمان پشت پر ترکش ڈالے اور ہاتھ میں عصائے لیے سرگرم سفر تھے جس مقام پر نماز کا وقت ہوتا توحید پرست حسب موقع و محل وضو یا تیمم کر کے اذان دے کر باجماعت نماز ادا کرتے۔

وحدانیت پر ایمان رکھنے والا چھوٹا سا قافلہ لیکن مکمل اور جامع کوہ دشت وادی اور میدان سے گزرتا ہوا اپنی منزل پر دعوت حق کے لیے گامزن تھا۔ یہ قافلہ دن میں آفتاب کی تابانی میں سفر کرتا تو رات کو ماہتاب کی روشنی میں مصروف عبادت رہتا۔

قیام لاہور

حضرت خواجہ معین الدین چشتی پنجاب میں مع اپنے ہمراہیوں کے داخل ہوئے اور دریائے راوی کو عبور کیا۔ لاہور میں آپ نے حضرت شیخ حسین زنجانیؒ (جو حضرت شیخ سعد الدین حمویہ کے پیر و مرشد ہیں) سے ملاقات کی۔

آپ نے حسب بیان مسالک السالکین دو ہفتہ اور حسب تحریر تذکرۃ الاولیاء دو ماہ حضرت مخدوم علی ہجویریؒ الملقب بہ گنج بخشؒ کے مزار پر اعتکاف کیا جو شہر سے باہر واقع ہے۔ حضرت گنج بخشؒ جن کا وصال ۴۵۶ھ یا ۴۶۴ھ میں ہوا۔ اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم اور عابد تھے۔ اپنی حیات مبارکہ تبلیغ اسلام اور مخلوق کو فیض پہنچانے میں گزاری چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے بھی مزار پر انوار سے فیض و برکات روحانی حاصل کیا اور روانگی سے قبل فی البدیہ شعر کہا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

خواجہ بزرگؒ کو روکنے کی تدبیریں

آپ جب لاہور سے قافلہ پیکر و ایماں و یقیں کے ساتھ دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور مقام سمانا (پٹیالہ کا ایک گاؤں) میں تشریف لائے اور قیام کیا۔ یہاں پرتھوی راج کے مخبر متعین تھے۔ ان کو خواجہ بزرگؒ کے حلیہ اور وضع قطع سے آگاہ کر دیا تھا۔

اصل واقع یہ ہے کہ راجہ پرتھوی راج کی ماں کو بارہ سال قبل نجوم سے خواجہ بزرگؒ کے متعلق معلوم ہو گیا تھا اور اس پیش گوئی سے بیٹے کو بھی آگاہ کر دیا تھا کہ تیری حکومت کا زوال ہے۔ پرتھوی راج کو گمان گزرا کہ شاید جے چند حملہ کرے اس کی ماں نے کہا نہیں بلکہ ایک مسلمان درویش آئے گا۔ اس سے نرمی و ادب اور تواضع سے پیش آنا اگر بدسلوکی سے پیش آیا تو تباہ ہو جائے گا۔ یہ سن کر پرتھوی راج مغموم و متفکر ہوا اور حضرت خواجہ بزرگ کو روکنے کے پورے انتظامات کیے۔

جب پرتھوی راج کے جاسوسوں کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی اور حلیہ سے پہچان لیا تو دھوکہ و فریب سے آپ کو قیام کرنے کو کہا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ آپ کو اس کی بشارت ہو چکی تھی چنانچہ ہمراہیوں کو بھی واقف کرا دیا کہ ان کی نیت خراب ہے۔ آپ مع ہمراہیوں کے اجمیر کے لیے روانہ ہو گئے۔[۳]

خواجہ اعظمؒ کی دہلی میں آمد

آپ مع ہمراہیوں کے مختلف مقامات سے گزرتے ہوئے نہایت اطمینان اور بے فکری سے اپنے مشن پر سرگرم سفر رہے۔ یہ نہایت صبر آزما دور تھا۔

اگر آپ اور ہمراہیوں میں ایمان کی پختگی اور ثابت قدمی نہ ہوتی تو اس ماحول اور فضا میں آپ کا دین کی تبلیغ کے لیے نکلنا تصور میں نہ لایا جا سکتا تھا یہ مجسمہ کرامت ہے۔

آپ نے اللہ کی راہ میں چلتے ہوئے دہلی قیام فرمایا اور نہایت نرمی و محبت سے سچے دین کی تبلیغ و ہدایت کا کام شروع کر دیا۔ فرمان خداوندی آپ کے دل و دماغ میں جگہ کیے

ہوئے تھا "لا اکراہ فی الدین" پر آپ کا ایمان تھا آپ کے پاس نہ تلوار تھی نہ ڈھال آپ اخلاق محمد کا مجسمہ تھے زبان میں بے حد تاثیر اور رویے پر کشش جس نے غیر مسلموں کے دلوں کو موہ لیا اور گرویدہ بنالیا۔ ان میں سے سعادت مند روحوں نے خوشی اور خلوص سے اسلام قبول کیا۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد اپنی منزل یعنی اجمیر کے لیے روانہ ہوئے۔

خواجہ اعظمؒ کا اجمیر کا سفر

آپ مع ہمراہیوں کے نہایت استقلال سے راستہ کی منزلیں طے کر کے اجمیر پہنچے تارا گڑھ کا قلعہ نظر آیا۔ یہی منزل مقصود تھی آپ مع ہمراہیوں کے سایہ دار درخت کے نیچے قیام کرنا چاہتے تھے۔ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ملازموں نے سخت لہجہ میں کہا کہ یہاں راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں آپ اٹھ جائیے۔ خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ہم تو اٹھ جاتے ہیں آپ کے اونٹ بیٹھ رہیں گے۔

آپ نے معمولی فاصلہ آنا ساگر کی چھوٹی پہاڑی پر قیام فرمایا۔ اونٹ اپنی جگہ بیٹھ کر اٹھانے پر نہ اٹھے۔ ساربانوں نے پریشان ہو کر اس واقعہ کی اطلاع راجہ تک پہنچائی راجہ کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ راجہ کی ماں سمجھ گئی اس نے ساربانوں کو معافی مانگنے کی ہدایت کی۔ ساربان خواجہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عجز و انکساری سے اپنے گستاخانہ رویئے کی معافی چاہی۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا اللہ کے حکم سے اونٹ اٹھ جائیں گے جب ساربان واپس آئے تو اونٹ کھڑے تھے۔

سادھو رام دیو اور راجے پال جوگی کا اسلام قبول کرنا

آنا ساگر اور بلبلہ تالاب کے درمیان کئی مندر تھے۔ ایک عالیشان مندر راجہ کا تھا جس میں راجہ اور خاص اور درباری پوجا کرنے آیا کرتے تھے۔ مندر کا منتظم سادھو رام دیو تھا وہ اپنے مذہب کا عالم کامل اور تمام پجاریوں کا سردار تھا۔ راجہ بھی معتقد تھا۔

مسلمانوں کا وضو کر کے نماز پڑھنا ان کو چھوت چھات کی وجہ سے گوارہ نہ ہوا۔ راجہ کے پاس شکایت پہنچائی کہ یہاں پر فقیروں نے قیام کر رکھا ہے کسی کے ہٹائے نہیں ہٹتے۔

ادھر لوگوں نے یہ خبر حضرت خواجہ تک پہنچا دی۔ آپ نے فرمایا۔

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۸۱:۱۷)

چنانچہ مفسدوں نے آپ پر حملہ کرنا چاہا۔ آپ نے مٹھی میں مٹی اٹھا کر اس پر آیت الکرسی دم کی اور دشمنوں پر پھینک دی جس پر اس خاک کے ذرات پہنچے اس کا جسم سوکھ گیا۔ سادھو رام سمجھ گیا کہ یہ درویش کوئی بڑا صاحب کمال معلوم ہوتا ہے۔

سادھو رام جو زبردست ساحر بھی تھا جادوگروں کی جماعت کے ساتھ آپ کے نزدیک پہنچا تو جاہ و جلال درویش دیکھ کر لرز گیا۔ پاؤں کی رفتار اور زبان کی گفتار جاتی رہی اور آپ کے قدموں میں گر پڑا عاجزی سے معافی مانگی اور سچے دل سے آپ کے دست پر اسلام قبول کیا شادی دیو کا نام سعدی تجویز کیا۔

راجہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو متفکر ہوا۔ ماں نے بہت سمجھایا کہ اس درویش سے نہ الجھے۔ خواجہ بزرگؒ کے مقابلہ میں دوسرے گروہ کا سردار اجے پال جوگی جو ساحری میں کامل اور علم نجوم رمل اور جفر میں ماہر تھا۔ خواجہ بزرگؒ کی کرامات کو شعبدہ بازی اور جادوگری سے تعبیر کیا۔ اس نے راجہ کو یقین دلایا کہ میں اس فقیر کو یہاں سے نکال دوں گا۔

اجے پال نے وضو کے لیے پانی نہیں لینے دیا۔ آپ کی کرامت سے پورے تالاب کا پانی ایک پیالہ میں آ گیا۔ اجے پال جوگی کا کوئی حربہ کامیاب نہ ہوا۔ عاجز ہو کر آپ کے قدموں میں گر گیا اور اسلام قبول کیا آپ نے عبداللہ نام تجویز کیا۔ عبداللہ بیابانی کے نام سے مشہور ہوا۔

جائے قیام میں تبدیلی

حالات کے پیش نظر شادی دیو اور اجے پال نے مسلمان ہونے کے بعد آپ سے گزارش کی کہ شہر میں قیام فرمائیں جہاں مخلوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہو۔ آپ نے یہ درخواست قبول فرمائی چنانچہ وہ مقام پسند کیا گیا جہاں آپ کا مزار ہے۔ پہلے یہاں شادی دیو رہتا تھا۔

پرتھوی راج کو دعوت اسلام

سادھورام اور اجے پال جوگی حلقہ بگوش میں داخل ہو چکے تھے۔ مبلغ اعظم ہند نے شہر میں قیام فرمانے کے بعد راجہ پرتھوی راج کو قبول اسلام کی دعوت دی مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا لوگوں نے اس کے سخت برتاؤ کی شکایت کی، آپ کو افسوس ہوا آپ نے مراقبہ کر کے آنکھیں کھولیں اور فرمایا۔ اگر یہ باز نہ آیا تو زندہ گرفتار ہو جائے گا۔ [ؔ]

خواجہ بزرگؒ کی دربار ایزدی میں التجا

راجہ پرتھوی راج کے سخت رویہ میں کوئی فرق نہ آیا آپ کو افسوس ہوا اور دربار خداوندی میں ملتمس ہوئے۔

اے رب دونوں جہاں کے مالک انسان اور جنات کی پرورش کرنے والے یہ تیرا نافرمان بندہ رائے پتھورا جو غرور و تکبر کے گھوڑے پر سوار ہے۔ اعتدال ختم کر کے عدل و انصاف کو ہاتھ سے چھوڑ کر لوگوں کو تکلیف پہنچانے پر کمربستہ ہو گیا ہے تجھ کو اور تیرے دین کو حقیر سمجھتا ہے اور تیرے بندوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتا ہے پس اے خداوند تعالیٰ رائے پتھورا اور اس کے لشکر جو اصحاب فیل سے زیادہ طاقتور ہے اس کو ہدایت دے یا سزا دے۔

اس دعا کے بعد آپ نے روزہ افطار کیا اور بعد نماز عشاء کچھ دیر مراقبہ کیا بعد ازاں ساتھیوں سے ہم کلام ہوئے۔ ایک مرید نے آپ کے چہرہ پر مسرت آمیز تاثرات محسوس کیے اور عرض کیا۔

حضور مراقبہ میں راجہ کی نافرمانی میں کچھ خوشخبری معلوم ہوئی آپ نے فرمایا اگر یہ راہ راست پر نہ آیا تو اس کی حکومت نکل جائے گی۔

شہاب الدین کو خواب میں فتح کا مژدہ

شہاب الدین غوری کو ترائن کی شکست کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھی اور دل میں آتش انتقام سلگ رہی تھی، رات دن اپنی شکست کا بدلہ لینے کی تدابیر میں لگا ہوا تھا۔ ایک دن وہ نہایت غور وفکر اور خیالات میں مستغرق تھا اس کو غنودگی آ گئی۔ ایک بزرگ روبرو کھڑے ہوکر فرمارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کی حکومت تجھ کو بخش دی۔

سلطان شہاب الدین کی آنکھ کھلی تو کچھ نظر نہ آیا۔ اس نے اس کو بشارت غیبی سمجھا۔

فیصلہ کن جنگ

سلطان شہاب الدین نے ترائن کی جنگ ۱۱۹۱ھ میں زخم کھائے اور شکست کا منہ دیکھا غزنین واپس آ کر اس کے سینے میں آتش انتقام بھڑک رہی تھی اس نے اندرونی طور پر پوری تیاری شروع کر دی۔ ہندوستان کو فتح کرنا آسان نہ تھا۔ شمالی ہندوستان میں چار حکومتیں تھیں۔ دہلی، اجمیر، قنوج اور گجرات اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کا اثر زیادہ تھا۔ راجہ جے چند جو قنوج کا راجہ تھا۔ پرتھوی راج سے مخالفت چل رہی تھی جو دشمنی کی حد تک پہنچ چکی تھی ایک دوسرے کے اقتدار کو ختم کرنے کا کوشاں تھا۔ راجہ جے چند اپنی پچھلی توہین کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اس نے موقعہ مناسب جانا اور شہاب الدین کو یہاں کے حالات سے آگاہ کیا اور حملہ کرنے پر آمادہ کیا اور اپنی مدد کا یقین دلایا۔ خواجہ کی شہاب الدین کو فتح کی بشارت مل چکی تھی اس طرح اس کی ہمت بندھ گئی اور فتح وکامرانی کا پورا یقین ہو گیا۔

شہاب الدین نے کوچ کا نقارہ بجوایا، امراء، سردار اور دوسرے لوگ حیرت میں تھے کہ سلطان اتنی جلدی پھر آمادہ جنگ ہو گیا ایک ہی ہفتہ میں لشکر لے کر پشاور پہنچا۔ مصاحبوں میں سے ایک مرد پیر نے دریافت کیا کہ مہم کا سامان تو بہت ہے مگر ارادہ کہاں کا ہے۔

سلطان شہاب الدین نے ایک سرد آہ بھری اور کہا اے پیر مرد جب سے میں نے شکست کھائی ہے آرام سرا میں بستر پر نہیں سویا۔ بلخ غور اور خراسان کے امراء کی صورت نہیں

دیکھی، پیر مرد نے دعا خیر مانگی اور کہا کہ مصلحت وقت یہی ہے کہ جن سرداروں کو معزول کیا ہے ان کو بلا کر انعام و اکرام سے نوازیں اور جرم کی معافی کا اعلان فرمائیں تاکہ ان کے حوصلے بلند ہوں اور بدنما داغ جو شکست کا لگا ہے دھو سکیں اس طرح تجربہ کار سرداروں کا لشکر میں اضافہ ہوگا سلطان نے یہ مشورہ پسند کیا اور عمل کیا۔

ملتان کے ایک دربار میں سرداروں نے اپنی وفاداری کا عہد کیا اور مدد کا یقین دلایا۔ سلطان ملتان سے لاہور روانہ ہوا قوام الملک رکن الدین حمزہ جو نہایت ہوشیار اور عقلمند تھا تقریر و تحریر میں یکتا تھا، ایلچی بنا کر اپنے پیغام کے ساتھ اجمیر روانہ کیا۔ پرتھوی راج کو یہ مختصر پیغام تھا۔

''اطاعت قبول کرو ورنہ لڑائی کے تیار ہو جاؤ''

راجہ پرتھوی راج کو یہ پیغام ملا تو اس نے قطعی توجہ نہ دی وہ پیکر غرور و تکبر تھا اس کو اپنی بے پناہ طاقت پر ناز تھا، شہاب الدین کی بساط اس کو پچھلی جنگ میں معلوم ہو چکی تھی۔ راجہ پرتھوی راج نے اس گھمنڈ میں شہاب الدین کو مندرجہ ذیل جواب دیا۔

ہماری بے شمار فوج اور اس کا جوش و ولولہ تمہیں معلوم ہوگا اور ہر روز ہندوستان کے کونہ کونہ سے فوجیں چلی آ رہی ہیں اگر تمہیں خود پر رحم نہیں آتا تو اپنی بدنصیب فوج پر ترس کھاؤ اور اپنے آنے سے شرمندہ ہو کر واپس چلے جاؤ ورنہ اس کے لیے تیار ہو جاؤ کہ تین ہزار سے زیادہ صف توڑنے والے ہاتھی اور بے گنتی پیادے اور تیر انداز کل سے تمہاری فوج پر یلغار کریں گے اور تمہیں لڑائی کے میدان میں فیل مات ہوگی (ہاتھیوں سے تمہارا لشکر روند دیا جائے گا۔)

راجہ پرتھوی راج کو اپنی فتح و کامرانی کا مکمل یقین تھا، ڈیڑھ سو راجہ مہاراجہ اور ان کی فوجیں اس کے ساتھ تھیں۔ کچھ ہی دن بعد اپنے عظیم لشکر کے ساتھ تھانیسر کے میدان میں آ گیا۔

دوسری جانب سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی دونوں فوجیں آمنے سامنے سرسوتی دریا کے اس پار میدان میں مورچے لگائے ہوئے تھیں۔

راجہ پرتھوی راج کی فوج اور اس کی ترتیب

راجہ پرتھوی راج جس کو اپنی طاقت پر ناز تھا اور فتح پر پورا یقین تھا اس نے فوج کی ترتیب پر خاص توجہ نہ دی۔ اس کے پاس تین ہزار جنگی ہاتھی، تین لاکھ سوار، بے شمار پیدل

اور سولہ ہزار سامان اور رسد کی گاڑیاں تھیں۔سب سے آگے ایک لاکھ تیر انداز دوسری صف میں ڈیڑھ لاکھ سوار ان کے پیچھے ڈیڑھ سو راجاؤں کی فوجیں تھیں۔ان کی پشت پر پرتھوی راج خود مع پچاس ہزار بہادر فوج اور سواروں کے تیار کھڑے تھے اور اپنے پیچھے ہاتھیوں کی قطار اس انداز سے کھڑی کی تھی کہ سلطان فوج میں ابتری پاتے ہی انہیں ہاتھیوں کے ریلے سے کچل دیا جائے۔

سلطان شہاب الدین اور اس کی فوج کی ترتیب

حسب ''تاریخ فرشتہ'' سلطان کی فوج ایک لاکھ سات ہزار تھی جو راجہ پرتھوی راج کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔سلطان کے پاس ایک ہاتھی بھی نہ تھا جب کہ راجہ کے پاس تین ہزار جنگی ہاتھی تھے۔سلطان شہاب الدین نے حکمت عملی سے کام لیا اور لشکر کو اس طرح ترتیب دیا۔پہلی صف میں ایک کمان کی شکل میں بیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل کو رکھا۔ان کے درمیان میں قطب الدین ایبک تھا، دائیں طرف اس نے اپنے بھتیجے عبداللہ کو تعینات کیا اور بائیں جانب اپنے لڑکے محمود خاں کو مقرر کیا۔باقی ساٹھ ہزار سواروں کے پانچ دستے بنائے جن میں بارہ ہزار سوار ہر دستہ میں تھے۔جنگ شروع ہونے سے قبل سلطان نے ایک پرجوش تقریر کی اور گشت لگایا۔

آغاز جنگ اور راجپوتوں کا عہد

راجپوتوں کی طرف سے طبل جنگ بجا تیروں کی بارش شروع ہوگئی سواروں نے پیش قدمی کی دوسری جانب شہاب الدین کے لشکر نے بھی اپنے نیزوں کو حرکت دی۔ذرا سی دیر میں دونوں فوجیں گتھم گتھا ہوگئیں۔گردنیں اور بازو کٹ کٹ کر میدانوں میں بکھر گئے۔ راجہ پرتھوی راج نے ساری فوج میدان جنگ میں جھونک دی تھی۔شہاب الدین نے فوج کا ایک حصہ محفوظ رکھ لیا تھا چنانچہ اس (ریزرو) محفوظ فوج میں سے بارہ ہزار فوج کا تازہ دم دستہ بھیجا جس سے شہاب الدین کے فوج کے حوصلے بڑھ گئے۔راجہ پرتھوی راج کا خیال تھا جنگ جلد ختم ہو جائے گی۔اس کو فکر لاحق ہوئی کہ دو گھنٹہ جنگ کا یہی نقشہ اور رہا تو راجپوتوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے چنانچہ اس نے راجاؤں اور سرداروں کو جمع کر کے مختصر پرجوش تقریر کی اور کٹ مرنے کا عہد کر کے میدان جنگ میں لپک پڑے۔

شہاب الدین کی حکمت عملی اور فتح

شہاب الدین تجربہ کار جنرل تھا وہ مشیر کی حیثیت سے کام دے رہا تھا۔اس نے جنگ کی نوعیت کو سمجھا۔ ذرا سی غفلت شکست کا سبب بن سکتی ہے۔وہ بڑا موقع شناس تھا۔اسی اثنا میں اس کو اپنے خواب کی بشارت بھی یاد آ گئی چنانچہ چھ ہزار کے دو دستے دائیں بائیں جانب اس تاکید کے ساتھ روانہ کیے کہ جب تک اشارہ نہ ملے یلغار نہ کریں اور خود بارہ ہزار سوار کا دستہ لے کر جو عربی گھوڑوں اور یمنی نیزوں سے لیس تھا جوش سے راجپوتوں پر ٹوٹ پڑا۔ راجپوتوں کی فتح کی امید نہ رہی راجہ پرتھوی راج بھی بہادر اور تجربہ کار تھا اس نے راجپوتوں کو للکارا۔ ''اے بہادر شہاب الدین جو تمہارے سامنے ہے اس کو زندہ نہ جانے دو اور ہاتھیوں کے لشکر کو شہاب الدین کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔شہاب الدین نے جو دو دستے روانہ کیے تھے ان کو یلغار کا حکم دیا اور خود نے پرتھوی راج کو اپنا نشانہ بنایا۔شہاب الدین کی فوج کمان کی شکل میں آگے بڑھ رہی تھی۔ راجپوت پیچھے ہٹ رہے تھے اور ہاتھی آگے بڑھ رہے تھے ان کے ہاتھیوں نے ان ہی کی فوج کو روند ڈالا اور راجپوتوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ کھانڈے راؤ اور بہت سے راجے مارے گئے پرتھوی راج جان بچا کر بھاگا مگر سرتی ندی کے پاس گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔[5]

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ پرتھوی راج کو گرفتار کر کے غزنین بھیج دیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد مر گیا۔

شہاب الدین کی فتح کے بعد اجمیر روانگی

خواجہ بزرگؒ کی دعا کی بدولت اس جنگ میں فتح ہوئی۔اس عظیم فتح کے بعد شہاب الدین غوری نے مختار نامے لاہور اور غزنین بھیجے۔سرتی مانسی سے گزر کر مدافعت ختم کرتا ہوا براستہ کیکڑی[6] روانہ ہوا، پرتھوی راج کا لڑکا کولا اور دیگر راجگان کے لڑکے جن کے باپ اس جنگ میں کام آ چکے تھے شہاب الدین غوری کے دربار میں فرمانبرداری اور اطاعت کی دستاویزات مع تحائف شاہانہ حاضر ہوئے۔شہاب الدین غوری نے فراخدلی سے دستخط کر

کے مہر ثبت کرا دی اور اجمیر کی حکومت بخش دی۔ اس خوشی میں راجپوتوں نے کیکڑی کے تالاب کے کنارے جشن مسرت منایا اور چراغاں کیا۔ [7]

شہاب الدین غوری نے مکمل فتح یابی کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ باری تعالیٰ پر شکر بجا لانے کے لیے کئی روز عبادت میں گزارے اور اجمیر کی جانب شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوا۔

دائیں بائیں وزیر اور امراء تھے۔ پرتھوی راج کا لڑکا اور دیگر راجگان کے لڑکے بھی ساتھ تھے اور پیچھے شہاب الدین کا لشکر خاص تھا۔ [8]

شہاب الدین دربار خواجہ میں

جس وقت شہاب الدین اجمیر میں داخل ہوا تو سورج ڈھلنے لگا تھا۔ آگے بڑھتا ہوا وہ اس مقام پر آ گیا جہاں درگاہ شریف ہے۔ اس نے اذان کی آواز سنی تو تعجب ہوا وہ اس دعوت حق کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ پرتھوی راج کے لڑکے نے عرض کیا کہ آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ شہاب الدین نے کہا کہ اس مقام پر اذان دینے والا کون ہے۔ لڑکے نے عرض کیا حضور کچھ ہی عرصہ ہوا یہاں کچھ مسلمان درویش قیام کیے ہوئے ہیں اور دن میں کئی بار اس آواز سے کچھ کہتے ہیں اور پھر عبادت میں لگ جاتے ہیں۔ شہاب الدین غوری کے دل میں جوش پیدا ہوا اور جماعت میں شریک ہونے کی جلدی تیاری کی۔ صف اول میں لوگ کھڑے ہو چکے تھے اور تکبیر تحریمہ تک اٹھارہ نفوس تھے لیکن رکوع کے وقت بارہ ہزار آدمی تھے۔ نماز ختم ہونے کے بعد امام نے اپنا منہ مقتدیوں کی جانب کر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

شہاب الدین کی متلاشی نظروں نے جب امام پر نظر ڈالی تو اس کی حیرت و مسرت کی انتہا نہ رہی اس کی آنکھوں میں نقشہ گھوم گیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے دوبارہ حملہ کرنے اور فتح کی بشارت دی تھی۔

شہاب الدین غوری اٹھ کر امام کے قریب آیا اور آنکھوں میں اشک مسرت لیے ادب سے کھڑا ہو گیا۔ یہ امام خواجہ بزرگؒ تھے۔ آپ نے اپنے سینے سے لگایا اور قلبی دعاؤں سے نوازا۔ شہاب الدین نے اپنے رخسار اور آنکھوں کو حضور کے سینے سے لگایا۔ بعد ازاں خواجہؒ نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

خواجہ نے شہاب الدین کو حضرت ناطع شاہ[9] سے ملنے کو فرمایا۔ شہاب الدین کے ساتھ قنوج کا راجہ جے چند تھا۔

حضرت سید حسین مشہدیؒ کا تقرر

قطب الدین ایبک نے نظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیا اور اجمیر میں حضرت سید حسین مشہدی خنگ سوار کو ریذیڈنٹ کی حیثیت سے مقرر کر دیا تھا۔ یہ نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ جہاد کی نیت سے شہاب الدین غوری کے ہمراہ آئے تھے۔ ان کے اکثر اوقات حضرت خواجہ بزرگ کی حضوری میں گزرتے تبلیغ اسلام میں دلچسپی لی۔ آپ سادات میں سے تھے۔

تاراگڑھ پر حضرت سید حسین مشہدی کی شہادت

حضرت سید حسین مشہدی کا ریذیڈنٹ (قلعہ دار) کی حیثیت سے مختصر جماعت کے ساتھ تارہ گڑھ پر قیام تھا۔ لشکر کے سپاہی لگان وصول کرنے گئے تھے۔ شرارت پسندوں نے سازش کے تحت قطب الدین ایبک کے مرنے کی جھوٹی خبر پھیلا دی چنانچہ راجپوت جاگیردار اور دوسرے مسلح گروہ نے کمندوں کے ذریعہ داخل ہو کر اچانک حملہ کر کے شب خون کیا۔ حضرت میران سید حسین مشہدیؒ رات کے آخری وقت میں دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت خواجہؒ صبح کی نماز کے بعد جائے نماز پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ہوا کا جھونکا آیا آپ نے مراقبہ کیا اور فرمایا ''بوئے شہدا آوردہ بودم''

مجھے اس ہوا میں شہیدوں کے خون کی بو آ رہی ہے۔[10]

آپ مع مریدین کے تاراگڑھ تشریف لے گئے اور وہاں ان شہداء کو دیکھا۔ حضرت سید حسین مشہدیؒ کو بلندی پر دفن کیا اور دیگر شہداء کو نیچے کی طرف پچاس پچاس کی چار قطاروں میں دفن کیا۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کا دہلی کا سفر اور بابا فرید پر عنایت

آپ پہلی بار اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے۔ یہ شمس الدین التمش کا عہد تھا۔ آپ نے قطب صاحب کی خانقاہ پر قیام فرمایا۔ قطب صاحب کو دہلی کی ولایت سپرد کر دی تھی۔

آپ نے قطب صاحب کو یہ بھی منع فرمادیا تھا کہ سلطان کو بھی خبر نہ ہو ورنہ خلقت کی ہجوم سے مہلت نہ ملے گی۔ اس احتیاط کے باوجود سلطان اور لوگوں کو خبر ہوگئی اور آپ کی زیارت کے لیے جوق در جوق حاضر ہوئے۔

شیخ نجم الدین صغریٰ آپ سے ملنے نہ آئے آپ ازراہ اخلاق خود تشریف لے گئے۔ شیخ نجم الدین صحن میں کچھ تعمیر کرا رہے تھے۔ آپ کا استقبال نہ کیا اور نہ ہی توجہ دی۔ آپ نے فرمایا شیخ الاسلامی کے نشہ میں قدیم تعلقات اخلاق و انسانیت چھوڑ بیٹھا۔ نجم الدین صغریٰ بہت شرمندہ ہوئے اور معافی چاہی۔ بعدازاں عرض کیا کہ آپ کا مرید (قطب صاحب) جب سے یہاں آیا ہے تمام مخلوق اس کی گرویدہ ہے اور میں برائے نام شیخ الاسلام ہوں۔ حضرت خواجہؒ نے مسکرا کر فرمایا میں اس کو اجمیر لے جاؤں گا اطمینان رکھیے۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے دعوت کا اصرار کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا جب خواجہ بزرگؒ قطب صاحب کو اجمیر لانے لگے تو اہل دلی بے چین و تاب ہو گئے اور آپ سے منت و سماجت کرنے لگے آپ نے جب یہ حال دیکھا تو قطب صاحب کو وہیں چھوڑ دیا۔[11]

آپ کے دہلی کے قیام میں قطب صاحب سے لے کر دیگر حضرات تک سب نے حسب استعداد فیض و عرفان حاصل کیا۔ بعدازاں حضرت خواجہ نے دریافت فرمایا کوئی اور تو باقی نہیں رہا۔ حضرت قطب صاحب نے عرض کیا مسعود (حضرت فرید گنج شکرؒ) چلہ میں بیٹھا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ اٹھے اور حضرت قطب صاحب کو بھی ساتھ لیا۔ حجرہ کا دروازہ کھولا۔ بابا فرید کمزوری کے باعث ادب و تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہو سکے اور چشم پرنم سے سر کو جھکا لیا۔ حضرت خواجہ نے دیکھ کر فرمایا اے قطب کب تک اس غریب کو مجاہدہ میں گھلاتے رہو گے آؤ اس کو کچھ بخش دیں۔

بابا فرید الدینؒ پر انعام و اکرام

یہ کہہ کر حضرت خواجہ بزرگؒ نے بابا فریدؒ کا دایاں ہاتھ پکڑا اور حضرت قطب صاحب نے بایاں بازو پکڑ کر کھڑا کیا۔

غریب نواز آسمان کی جانب منہ کر کے ملتجی ہوئے۔اے باری تعالیٰ بابا فرید کو قبول فرمااور اکمل درویشوں کے مرتبہ پر پہنچا۔

چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی آپ کو اسم اعظم عطا کیا گیا۔حجابات درمیانی اٹھ گئے۔ حضرت خواجہ نے خلعت اور حضرت قطب صاحب نے دستار خلافت عطا فرمائی۔اس مجلس میں شیخ حمید الدین ناگوریؒ، نور الدین غزنویؒ، مولانا علی کرمانیؒ، مولانا شمس الدین ترکؒ، شیخ نظام الدین ابوالمؤیدؒ اور دیگر مشائخ حاضر تھے۔کسی شاعر نے برجستہ یہ شعر پڑھا:

بخشش کونین بگرفتہ فرید بادشاہی یافتہ از باد شاہان جہاں

حضرت خواجہؒ کا نکاح اول ۵۸۹ھ

آپ کی عمر شریف کا بیشتر حصہ تحصیل علوم ظاہری وباطنی، فقیری و درویشی، سیر و سیاحت، عبادت وریاضت میں گزرا۔آپ کو نکاح کا خیال عجیب معلوم ہوتا ہے۔حضرت خواجہ کو خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور یہ ارشاد سنا۔

اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے تجھے ہماری سنت ترک نہ کرنی چاہیے۔

ایک روز سید وجیہہ الدین مشہدیؒ نے اپنے جدامجد حضرت امام جعفر صادقؓ کو خواب میں دیکھا کہ فرمار ہے ہیں کہ اپنی دختر عصمت اللہ کا نکاح خواجہ معین الدین سے کرو کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے جب حضرت سید وجیہہ الدین خواب سے بیدار ہوئے تو مسرور وشاداں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔حضرت خواجہ نے فرمایا اگر چہ ساری عمر دنیا سے علیحدہ گزری اور میں ضعیف بھی ہو گیا ہوں لیکن حسب ارشا دنبوی مجھے رشتہ قبول ہے چنانچہ آپ کا عقد بی بی عصمت سے ہو گیا۔اس وقت حضرت خواجہ کی عمر ۵۹ سال تھی۔ بی بی عصمت کے بطن سے تین صاحبزادے تولد ہوئے (۱) خواجہ فخر الدینؒ (۲) ضیاء الدین ابو سعیدؒ (۳) حسام الدین ابوصالح۔[۱۲]

حضرت خواجہ کا سفر دہلی دوسری بار

ایک کسان نہایت پریشانی کے عالم میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میری فصل بالکل تیار ہو چکی ہے اور حاکم وقت نے ضبط کر لی ہے تاوقتیکہ فرمان شاہی نہ پیش

کیا جائے میرا گزارا اسی پر ہے۔ اس سلسلے میں آپ میری اعانت فرمائیں۔

اگر چاہتے تو رقعہ لکھ کر فرمان استمراری منگوا لیتے مگر کسان کی دلجوئی کی خاطر آپ نے اس کے ہمراہ دہلی کا سفر کیا جب آپ اس کے ساتھ دہلی تشریف لے جا رہے تھے آپ کے صاحبزادے خواجہ فخر الدین بھی جو موضع مانڈل میں کاشت کر رہے تھے اپنی سفارش کے لیے عرض کیا کہ واگذاشت کے لیے حکم استمراری صادر کرالیں تاکہ آئندہ پریشانی نہ ہو۔

آپ نے یہ سفر اچانک اختیار فرمایا تھا حضرت قطب الدینؒ کو بھی خبر نہیں تھی کسی نے اطلاع کر دی تھی۔ حضرت قطب الدین فوراً بادشاہ کے پاس گئے اور بادشاہ بھی مع عملہ حکام آپ کے استقبال کو پہنچا۔ حضرت قطب الدینؒ نے عرض کیا آپ کے اچانک رونق افروز ہونے پر مسرت لیکن سفر کی زحمت کا احساس ہے۔ رقعہ سے یہ سب کام ہو جاتا آپ نے فرمایا کسان کے لیے خدا تعالیٰ کا یہی حکم تھا۔

حضرت خواجہؒ کا عقد ثانی

ملک خطاب حاکم قلعہ بٹیلی نے جہاد میں ایک راجہ کی لڑکی کو گرفتار کیا اور خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لڑکی نے آپ کو دیکھ کر بخوشی اسلام قبول کیا۔ آپ نے لڑکی کا نام امت اللہ تجویز فرمایا اور ملک خطاب کی درخواست پر سنت کے پیش نظر عقد کر لیا۔

حضرت امت اللہ کے بطن سے بی بی حافظہ جمالؒ تولد ہوئیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین کاکیؒ کو خلافت و سجادگی عطا کر کے رخصت کرنا

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے دلیل العارفین کی بارہویں مجلس میں تحریر فرمایا ہے۔ اجمیر جمعہ کا دن تھا اس مجلس کو آخری مجلس کہنا چاہیے۔ درویش و مریدین حاضر خدمت تھے۔ ملک الموت کا ذکر ہوا۔ ارشاد ہوا کہ دنیا بغیر ملک الموت کے بیکار اور بے قیمت ہے۔

حدیث میں آیا ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب.

یعنی موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے۔

فرمایا اللہ والوں کی ہستی مانند آفتاب ہے جو اپنے نور سے دنیا کو روشن رکھتے ہیں۔ ان کی ہستی سے کائنات کا ذرہ ذرہ تاباں ہے۔ یہ بیان فرما کر خواجہ بزرگ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہاں کس لیے لایا گیا ہے، یہاں میرا مدفن بنے گا۔ چند روز بعد یہ سفر درپیش ہے۔ شیخ علی سنجری جو اسی وقت حاضر خدمت تھے حکم دیا: فرمان لکھ کر ہمارے قطب الدین بختیار کاکیؒ کو دے دو۔ ہم نے ان کو خلافت جانشینی عطا کی اور دہلی جا کر قیام کریں جب خلافت نامہ پورا ہوا تو دست سے عطا فرمایا گیا۔ میں نے ادب و تعظیم کی۔ ارشاد ہوا میرے پاس آؤ میں اور قریب ہو گیا۔ اپنی کلاہ اور عمامہ میرے سر پر رکھا۔ حضرت عثمانی ہارونیؒ کا عصا میرے ہاتھ میں دیا اور خرقہ پہنایا۔ قرآن شریف اور مصلیٰ مرحمت کر کے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس امانت ہے جو خواجگان چشت کے سلسلہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ یہ امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں جس طرح ہم نے یہ ذمہ داری پوری کی ہے تم بھی اس کا حق بجالاؤ گے تاکہ کل قیامت کے دن حضرات پیران چشت کے سامنے مجھے شرمندگی نہ ہو یہ عاجز پھر آداب بجالایا، دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

حضرت خواجہ نے فرمایا جاؤ خداؑ کے سپرد کیا اور منزل گاہ عزت پر فائز کیا۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ قدم بوسی کے بعد اجازت لوں آپ پر روشن ہو گیا آپ نے قریب بلایا میں نے قدم بوسی کی۔ آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا: یار رنجیدہ نہ ہو مردانہ ہمت سے رہو میں رخصت ہوا اور دہلی سکونت اختیار کی۔

حضرت خواجہ کا وصال

۶ رجب ۶۳۳ھ [۱۳] بعد نماز عشاء آپ حجرہ میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا۔ خدام کو اندر آنے سے منع فرمایا۔ ساری رات خدام حجرہ اور حاضرین کے کانوں میں وجد کی آواز سنائی دیتی رہی لیکن آخر شب میں یہ آواز بند ہو گئی۔

صبح کی نماز کا وقت ہوا حسب معمول دروازہ نہ کھلا تو خدام نے دستکیں دیں کوئی جواب نہ پا کر مجبوراً دروازہ توڑا گیا لوگوں نے دیکھا کہ آپ واصل بحق ہو گئے ہیں۔ انا

لله وانا اليه راجعون. حاضرین نے آپ کی پیشانی پر "هذا حبيب الله مات فی حب الله" کی عبارت قلم غیب سے لکھی دیکھی ۔ (یہ اللہ کا حبیب ہے اور اللہ کی محبت میں انتقال کیا)۔ [14]

نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے خواجہ فخر الدینؒ نے پڑھائی اور اسی حجرہ میں دفن کیا گیا۔

اکثر اولیاء نے اسی شب حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ معین اللہ کا دوست ہے ہم اس کے لیے آئے ہیں۔

حضرت قطب الدین کے پاس چالیس روز بعد ایک شخص نے بیان کیا کہ آپ کے آنے کے بیس روز بعد حضرت خواجہ بزرگ کا وصال ہو گیا۔ (دلیل العارفین)

راویوں نے آپ کی تدفین کے بعد آپ کے مزار سے عرصہ دراز تک خوشبو آنے کو لکھا ہے۔ [15]

آج بھی آپ کے مزار سے طرح طرح کے پھولوں مختلف قسم کے عطروں کی ملی جلی خوشبو روح و دماغ کو فرحت و تسکین دیتی ہے اور پاکیزگی کی جانب رجوع کراتی ہے۔ آپ کے مزار کے قریب و جوار میں رہنے والے جنت کا مزہ لیتے ہیں۔ آپ کے سایہ بابرکت سے تو سب ہی فیضیاب ہیں۔ (مولف)

حضرت خواجہ کی سیرت

آپ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور اپنی زندگی کو اسی سانچے میں ڈھالا۔ سنت کی سختی سے پابندی کی اور خود کو فنافی الرسول کے درجہ پر پہنچایا۔ آپ کی سادہ زندگی تھی، آپ کی عمر کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں گزرا۔ آپ کے تقویٰ اور پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ عشاء کی نماز سے صبح کی نماز تک باوضو رہتے۔ آپ رات دن میں دو کلام پاک ختم کرتے تھے۔ آپ استغراق کے عالم میں آنکھیں بند رکھتے تھے۔ بعض دفعہ آپ کی استغراق کی یہ کیفیت ہوتی کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور قاضی حمید الدینؒ باادب زور زور سے الصلوٰۃ الصلوٰۃ فرماتے آپ کو

خبر نہ ہوتی تو مجبوراً آپ کا شانہ ہلا کر آپ کے گوش میں الصلوٰۃ الصلوٰۃ فرماتے تو آپ آنکھیں کھول کر فرماتے۔ شرع محمدی علی صاحبا الصلوٰۃ والسلام سے چارہ نہیں۔

آپ پر جمالی اور جلالی دونوں طرح کی کیفیت رہتی تھی جب آپ پر جلالی کیفیت طاری ہوتی تو حجرہ بند کر لیا کرتے تھے جب آپ باہر تشریف لاتے تو حضرت قطب صاحب اور قاضی حمید الدینؒ سامنے نہ آتے تھے۔[16] عشق الٰہی میں مستغرق رہتے اور چہرہ پر غمگینی اور اداسی کے آثار نمایاں ہوتے۔ آپ اکثر فرماتے اے خداوند تعالیٰ کہیں درد (محبت) ہو تو اپنے بندہ معین الدین کو عطا فرما۔ ایک روز حضرت قطب صاحب نے عرض کیا آپ یہ دعا کیوں فرماتے ہیں ارشاد ہوا جب کوئی مسلمان درد و تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور یہ محبت ایمان کی دلیل ہے۔[17]

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو آپ کی مریدی پر فخر تھا۔ آپ نے اعلیٰ مراتب طے کر لیے تھے۔

عادت و اخلاق

آپ حلیم الطبع اور منکسر المزاج تھے، طبیعت میں عفو کا مادہ تھا، بردباری تھی، تحمل و برداشت، رحم اور ہمدردی، ادب سب آپ میں موجود تھے۔ گو آپ اخلاق محمدی کا بہترین نمونہ تھے۔ بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت، سلام میں سبقت فرماتے، غریب اور محتاج کی مدد، بیواؤں کی خبر گیری، بھوکوں کے کھانے کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت قطب صاحبؒ فرماتے ہیں:

ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہا مگر میں نے کبھی کسی سائل یا فقیر کو آپ کے در سے محروم جاتے نہیں دیکھا۔

آپ کی معاشرت

ابتداء میں آپ کے پاس باغ اور پن چکی تھی۔ بعد ازاں سفر و سیاحت میں تیر کمان اور چقماق آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ اکل حلال سے بسر اوقات فرماتے تھے۔ اکثر آپ روزہ سے رہتے تھے۔ آپ کی خوراک معمولی تھی ایک ٹکڑا جو کی روٹی سے روزہ افطار فرماتے تھے اور سفر میں شکار کا بھنا گوشت تناول فرماتے تھے۔

جس طرح آپ کی سادہ خوراک تھی اس طرح سادہ پوشاک تھی۔ بخیہ کی ہوئی دوتائی آپ کا لباس تھا جب آپ کا کپڑا کہیں پھٹ جاتا جو کپڑا بھی مل جاتا آپ اس کا پیوند لگا لیتے تھے، آپ کے لباس میں پیوند نظر آتے تھے، آپ نے اس فقیری میں بادشاہت کی اور وصال کے بعد شہنشاہوں نے جبیں سائی کی ہے۔

ذوق سماع

مسلک چشتیہ میں سماع روا رکھا گیا ہے چنانچہ غریب نواز کو بھی سماع کا ذوق تھا اور علماء وقت نے ان کی محفل سماع پر اعتراض نہیں کیا۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے محفل سماع میں شریک ہونے والے مندرجہ ذیل حضرات کے نام لکھے ہیں۔ حضرت شیخ محمد کرمانیؒ، شیخ محمد اصفہانیؒ، شیخ شہاب الدین چشتیؒ، مولانا بہاء الدین بخاریؒ، مولانا محمد بغدادیؒ، شیخ احد الدین کرمانیؒ، شیخ احمد واحدؒ، خواجہ سلیمان و شیخ جلال الدین تبریزیؒ وغیرہ۔

یہ مجالس سماع مخصوص ہوتی تھی درویشوں کے علاوہ عام اجازت نہ تھی اصل میں حق سماع صاحب حال کے لیے ہے۔

صوفیاء کرام کا جو طریقہ سماع کا تھا بدل کر رہ گیا ہے۔ بہترین عارفانہ کلام کی جگہ آلات موسیقی نے لے لی، چنانچہ آج مجالس سماع کا موضوع اختلافی مسئلہ ہے۔

پہلے محفل سماع میں دف کا استعمال ہوتا تھا آج بھی نبیرہ کا غریب نواز میں بزرگوں کی عرس کی تقاریب میں محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے اور دف کا استعمال ہوتا ہے۔

قارئین کی معلومات کے لیے انکشاف کیا جاتا ہے کہ مؤلف نے چند روز قبل اپنے بزرگ دوست جناب مرزا وحید الدین بیگ مؤلف ہولی بائیگرافی خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پاس لندن میوزیم کے پینٹنگ Painting کی کاپی دیکھی یہ دستی تصویر کسی غیر مسلم کی بنائی ہوئی ہے اور سو سال کے عرصہ کے قریب کسی گورنر جنرل کو دی تھی اس نے چرچل[18] کے خاندان کو دے دی اس طرح لندن میوزیم میں پہنچ گئی۔ اس تصویر میں ایک درویش کو حال کے عالم میں بتایا گیا ہے اور چوب دار سنبھال رہا ہے۔ دوسرے درویش کھڑے ہو گئے

ہیں۔قوال شعر دہرا رہا ہے ایک شخص دف بجا رہا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اس صدی میں بھی دف کا رواج تھا اس سلسلہ میں سماع کے موضوع میں لکھا ہے۔(مولف)

سماع

یہاں سماع کے متعلق مختصراً لکھا جا رہا ہے۔تفصیلی بحث میری آئندہ شائع ہونے والی کتاب ''حقیقت سماع'' میں کی جائے گی۔ چونکہ یہ اختلافی مسئلہ ہے اس کی موافقت اور مخالفت میں بہت سی دلیلیں ہیں۔یہاں صرف صوفیاء کرام کے سماع سے متعلق اصول، آداب پر روشنی ڈالی جارہی ہے نیز موجودہ طور وطریقے پر تبصرہ کیا گیا ہے۔یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ظاہر دوسرا باطن۔ایک اچھا، ایک برا۔اب یہ اختیار کرنے والے پر منحصر ہے کہ وہ کس جانب توجہ کرتا ہے۔

انسان کے لیے ایک عقل اور حواس خمسہ ہیں ان میں سے ہر ایک حاسہ سے دو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں ایک اچھی اور ایک بری۔

ا۔قوت باصرہ

آنکھ ہر رنگ برنگ پھول، خوبصورت چہرہ اور اچھا منظر دیکھنے سے لطف محسوس کرتی ہے اور برا چہرہ، بدرنگ چیزیں دیکھنا برا لگتا ہے۔

۲۔قوت شامہ

ناک کو خوشبو کا سونگھنا اچھا لگتا ہے اور بدکا برا۔

۳۔قوت ذائقہ

ذائقہ کی قوت زبان کو دی گئی ہے۔شیرینی، روغنی، کھٹی اور چٹ پٹی چیزوں میں لذت محسوس ہوتی ہے اور تلخ بدمزہ، کسیلی بری معلوم ہوتی ہیں۔

۴۔قوت لامسہ

چھونے سے سرد گرم، نرم نازک، چیز کا احساس ہوتا ہے، کھر درا اونچا نیچا برا لگتا ہے۔

۵۔قوت سامعہ

کان کو بلبلوں کے چہچہے، مترنم اور سازوں کی آواز اچھی لگتی ہے اور گدھے، کوے نیز کرخت آواز بری لگتی ہے۔

خوش الحانی سے شعر سننا

عقل کو علم اور معرفت سے لذت، جہالت اور بلادت سے نفرت ہوتی ہے۔ مترنم آواز کا سننا مباح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خوش آواز کا احسان ظاہر کیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت کو زیادہ سنتا ہے جس آواز میں حکمت اور معنی صحیح ہوں ان کا سننا جائز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ سے اشعار سنے ہیں۔

کتاب اللمع میں حضرت شیخ ابونصر سراجؒ نے سماع کے مختلف معانی، سماع و شعر وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور قدیم صوفیاء میں سماع کے شیدائی حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابوالحسن نوری و حضرت حصریؒ وغیرہ کے اقوال ہیں۔ سماع عامہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گیت سننے کا حوالہ دیا ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عائشہؓ، حضرت بلالؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے اشعار کو ترنم سے پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت مالک بن انسؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت امام شافعیؒ نے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

سماع کے بارے میں

حضرت علی ہجویری گنج بخشؒ، عبدالرحمٰن سلمٰی کی کتاب ''کتاب السماع'' کا حوالہ دیتے ہیں جس میں انہوں نے جواز سماع کی تائید میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا ہے۔

''مشائخ صوفیاء اباحت سماع کے متلاشی نہیں رہتے اس لیے کہ کسی عمل کو اس کی اباحت کی بناء پر نہیں فوائد کی بناء پر اختیار کیا جانا چاہیے۔ تلاش اباحت میں صرف عوام رہتے ہیں سند جواز چوپایوں کے لیے کافی ہوسکتی ہے۔ انسان پر اس کے لیے تکالیف شرعیہ رکھی گئی ہیں۔ اسے چاہیے کہ اعمال فوائد روحانی کی بناء پر اختیار کرے۔''

شیخ ہجویریؒ اپنا ذاتی واقعہ بیان فرماتے ہیں ''ایک زمانے میں مرو میں تھا۔ ایک روز وہاں کے مشہور ترین امام اہل حدیث نے مجھ سے کہا میں نے ''جواز سماع'' پر ایک کتاب تصنیف کی ہے تو میں نے کہا کہ یہ تو بڑا غضب ہوا کہ حضرت امام نے ایک ایسے لہو کو حلال کر دیا ہے جو ہر فسق کی جڑ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم نہیں سمجھتے تو خود کیوں سنتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اس کا حکم مختلف حالات پر منحصر ہے کوئی ایک حکم قطعی طور پر نہیں لگایا جا سکتا۔ اگر سماع سے دل میں تاثیر حلال پیدا ہوتی ہے تو سماع حلال ہے اگر حرام پیدا ہوتی ہے تو حرام ہے اگر مباح پیدا ہوتی ہے تو مباح ہے۔ ایسی شے جس کے ظاہر پر حکم فاسق کا ہے اور جس کا باطن مختلف احوال کا تابع ہے اس پر کوئی ایک قطعی حکم لگا دینا محال ہے:

درکف جام شریعت درکف سندان عشق ‏ ‏ ‏ ‏ ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں باختن

بزرگان دین نے شرع کی خلاف ورزی نہیں کی ہے وہ معرفت کا کلام سنتے تھے اور دف کا استعمال ہوتا تھا۔

آداب سماع

حضرت شیخ ہجویریؒ نے سماع کے لیے ذیل شرائط تحریر فرمائے ہیں۔

ا۔ خواہ مخواہ ارادہ کر کے سماع نہ سنے۔ طبیعت کو جب از خود رغبت ہو اس وقت سنے۔

۲۔ کثرت سے سماع کبھی نہ سنے کہ طبیعت اس کی خوگر ہو جائے بلکہ کبھی کبھی سنے کہ ہیبت سماع دل پر قائم رہے۔

۳۔ محفل سماع میں ایک مرشد یا پیر طریقت موجود رہے۔

۴۔ محفل میں عوام نہ شریک ہوں۔

۵۔ قوال پاکباز ہوں، فاسق نہ ہوں۔

۶۔ قلب مکروہات دنیاوی سے خالی ہو۔

۷۔ طبیعت لہو ولعب کی جانب آمادہ نہ ہو۔

۸۔ کسی قسم کا تکلف نہ کیا جائے۔

سماع خاص کے سلسلے میں سننے والوں کو تین حصے میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ مقتدین ومریدین۔

۲۔ متوسلین وصدیقین۔

۳۔ عارفین واہل استقامت۔

سماع اور وجد

''احیاء العلوم'' میں حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: صوفی حضرات علمائے کرام سماع کو ارواح سے مناسبت ہونا بتاتے ہیں۔ دونوں فرقوں میں وجد کی ماہیت میں اقوال ہیں۔ حضرت ذوالنون بصریؒ سماع کے سننے کو فرماتے ہیں کہ وہ حق کا وارد ہے اس لیے آتا ہے۔ دلوں کی تحریک حق کی جانب کرتا ہے اور جو کوئی اس کو حق سمجھے گا وہ محقق ہے اور جو نفس کی باعث سنے وہ زندیق ہے۔ ان کے نزدیک وجد سماع میں ہی ہے کہ دلوں میں میل حق کی جانب ہو۔ حضرت عمرو بن عثمانی مکیؒ فرماتے ہیں کہ وجد حق کی طرف سے مکاشفہ کا نام ہے اور ابو سعید بن اعرابیؒ فرماتے ہیں کہ وجد یہ ہے کہ حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا۔ راز قلبی سے گفتگو کرنا۔ اپنی خودی کو زائل کرنے سے مانوس ہو جانا۔

جو وجد حق ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی فرط محبت، صدق ارادے اور شوق دیدار سے پیدا ہوتا ہے اور اس طرح کا وجد قرآن مجید کے سننے سے بھی جوش کرتا ہے اور جو وجد کہ خلق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہوا کرتا ہے وہ البتہ قرآن مجید کے سننے میں جوش میں نہیں آتا اور قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''الا بذکر اللہ تطمئن القلوب'' طمانیت اور بدن پر رونگٹوں کا کھڑا ہو جانا خوف اور دل کی نرمی جو

اس آیت مذکور میں ہے وجد ہی ہے اسی لیے وجد وہی ہوتا ہے جو سننے کے سبب سے سننے کے بعد نفس میں پایا جاتا ہے۔

سماع کا موجودہ طریقہ

سماع کے متعلق قدیم صوفیاء نے کس قدر احتیاط برتی ہے اور شریعت کی کس درجہ پابندی کی ہے۔ مزامیر سے گریز کیا ہے۔ وہ معرفت کا کلام سنتے تھے اور دف کا استعمال ہوتا تھا۔ ان آلات کا استعمال نہیں ہوتا تھا جس کو شرع نے منع کیا ہے۔ جیسے تار کے بعض آلات لہو لیکن اس دور میں مزامیر، قسم قسم کے آلات موسیقی کا استعمال عام ہو گیا ہے۔ سماع کے اصولوں کی پابندی نہیں رہی۔ عورت، مرد، بچے سب ایک جگہ بیٹھ کر عموماً قوالیاں سنتے ہیں۔ کلام نہایت قابل اعتراض اور ہمارے مسلک کے منافی ہوتا ہے جس کے سننے سے دنیاوی شہوت غالب ہوتی ہے۔ پڑھنے والے باوضو نہیں ہوتے۔ اس لیے روحانی ماحول نظر نہیں آتا۔ سماع کا تقدس ختم ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا بگڑے ہوئے حالات کے مدنظر تمام خانقاہوں کے صوفیائے کرام کا ایمانی فریضہ ہے کہ سابقہ روایات کو از سر نو قائم کریں تاکہ ہماری ان روحانی خانقاہوں پر کسی قسم کی کوئی آنچ نہ آئے۔

آپ کی تصانیف

آپ مختلف خوبیوں کا مجموعہ تھے، جہاں آپ بلند پایہ بزرگ متبحر عالم ایک عظیم مبلغ و مصلح تھے وہاں علم تصوف وعرفان کا دریا دل میں موج زن تھا۔ اس کا اظہار آپ کے اشعار اور ارشادات میں جھلکتا ہے۔ آپ سے جو تصانیف وابستہ کی جاتی ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) انیس الارواح (۲) کشف الاسرار (۳) گنج اسرار (۴) رسالہ تصوف منظوم (۵) رسالہ آفاق وانفس (۶) حدیث المعارف (۷) رسالہ موجودیہ (۸) دیوان معین۔

عرس

ماہ جمادی الثانی سے اہل اجمیر عرس کی تیاریوں میں لگ جاتے ہیں۔

ایک مخصوص خاندان کا فرد خوشنما ریشمی پرچم سبز رنگ کا جس کے کنارے سرخ ہوتے ہیں اجمیر لاتا ہے۔ ۲۵ جمادی الثانی کو بعد نماز عصر بلند دروازہ پر بڑی شان و شوکت سے لگایا جاتا ہے۔

رجب کا چاند دکھائی دیتے ہی توپیں داغی جاتی ہیں، شادیانے بجتے ہیں جس سے ایک شان نمایاں ہوتی ہے، اسی دن سے عرس کی رونق نظر آنے لگتی ہے، مجالس سماع کا انعقاد بھی اسی شب سے ہوجاتا ہے۔ محفل خانہ میں فرش بچھا دیا جاتا ہے، قندیلیں روشن ہوتی ہیں، بجلی اور جھاڑ فانوس کی جگمگاہٹ سے محفل خانہ بقعہ نور بن جاتا ہے۔ سماع خانہ کے مغربی اور درمیان میں زرق برق چوبوں کا خوبصورت شامیانہ لگایا جاتا ہے۔ ایک بڑا قالین مشائخین پیرزادگان اور گدیلہ سجادہ نشین کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ اول صف میں دائیں اور بائیں جانب صوفیاء حضرات دو زانو بیٹھتے ہیں مشرق کا درمیانی حصہ مولود خوانوں اور قوالوں کے لیے مقرر ہے جب دیوان (سجادہ نشین) مشعل اور فانوس کے ساتھ محفل خانہ میں داخل ہوتے ہیں، صوفیاء اور مشائخین ادب و تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں، چوبدار فرشی سلام کرتے ہیں، دیوان صاحب اپنی گدی پر بیٹھ جاتے ہیں ان کے بائیں جانب چاندی کی لوبان دانی چوکی پر رکھی رہتی ہے، خدام صاحبان کے ایک دو مخصوص حضرات لوبان جلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں، مولود خواں دعائے سلامتی کرتے ہیں، بعد ازاں محفل سماع کا آغاز ہوتا ہے، قوالوں کی فہرست دیوان صاحب کی اجازت سے پہلے تیار ہوجاتی ہے اور اسی ترتیب سے قوالوں کی چوکی محفل سماع میں آتی رہتی ہے۔ قوال اپنا کلام جاری رکھتے ہیں تو قتیکہ ان کو دیوان صاحب چوبداروں کے ذریعہ اٹھنے کا حکم نہ دیں محفل سماع میں کسی پر کیفیت طاری ہوتی ہے تو اور سب کھڑے ہوجاتے ہیں۔ چوبدار صاحب حال کو سنبھالتا ہے۔ قوال اسی شعر کا ورد جاری رکھتے ہیں اور سجادہ نشین کے اشارے پر سب اپنی جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔

جب نصف شب سے زیادہ گزر جاتی ہے سجادہ نشین غسل مزار کے لیے اٹھ جاتے ہیں، تو درگاہ شریف و مشائخ میں سے کسی کی صدارت میں محفل سماع جاری رہتی ہے۔

سجادہ نشین گنبد کے دروازے سے داخل ہو کر مشرقی کونہ میں اپنا لباس تبدیل کرتے ہیں، چراغ روشن کرتے ہیں، ہاتھ پاؤں دھوتے ہیں، مزار کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیتے ہیں۔ خدام صاحبان میں سے مخصوص حضرات اس وقت حاضر ہوتے ہیں، بہوت کے لیے

لوٹا ہاتھ میں اٹھائے رکھتے ہیں اور غسل میں مدد دیتے ہیں۔ سجادہ نشین مزار شریف پر عرق گلاب پاشی کرتے ہیں، صندل اور پھول بچھاتے ہیں بعدازاں باہر آ کر واپس اپنا لباس تبدیل کر لیتے ہیں اور محفل سماع میں آ جاتے ہیں۔ اس وقت چائے نوشی کا دور چلتا ہے دیوان صاحب "محفل سماع" کے اختتام تک رہتے ہیں۔ چھ شب تک محفل سماع اور دیگر رسومات اسی طرح جاری رہتی ہیں۔ غسل کے دوران مندرجہ اشخاص موجود ہوتے ہیں۔ باری دار سات خاندان کے افراد ایک اس روز کا باری دار دیوان اور ایک ان کے ساتھ آیا ہوا شخص، ایک بہشتی ایک دو پولیس افسر تھانیدار مسلم۔

آداب محفل

محفل سماع میں عورتوں کو اجازت نہیں ہے، اندر جوتا لے جانا منع ہے، برہنہ سر داخل نہیں ہو سکتے، دوزانو بیٹھنا ضروری ہے، بیڑی، سگریٹ کے استعمال کی قطعی اجازت نہیں۔

محفل قل

ملک کے مختلف صوبوں اور غیر ملکوں سے بھی زائرین دربار خواجہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ قریب پانچ لاکھ سے چھ لاکھ تک پروانہ عقیدت دور دراز کے سفر کی تکالیف بخوشی برداشت کر کے اس روحانی سلطان الہند کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور تلاوت کلام پاک اور منقبت سے اپنا اظہار عقیدت کرتے ہیں۔

محفل خانہ میں ۶ رجب کو صبح آٹھ بجے کے بعد قرآن خوانی ہوتی ہے۔ بعدازاں محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے، ایک بنڈل میں صندل اور پان کے بیڑے قرینے سے رکھے جاتے ہیں جو مجلس کے اختتام پر تقسیم ہوتے ہیں۔ مولود خواں فاتحہ پڑھتے ہیں بعدازاں چوب دار چوکس بند رہتے ہیں۔ یہ علامت محفل ختم ہونے کی ہے، سات توپوں کی سلامی ہوتی ہے، نقار خانہ میں نوبت اور شادیانے بجتے ہیں۔ منظر عجیب ہوتا ہے کوئی خاموش نظر آتا ہے کوئی روتا ہے، کسی پر رنج و افسردگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں، دستار اور خرقہ سب سے پہلے سجادہ نشین زیب تن فرماتے ہیں بعدازاں حسب مراتب حاضرین میں دستار بندی کا عمل ہوتا ہے۔

عقیدت مندوں کے مجمع کے درمیان سے نکل کر سجادہ نشین روضہ میں جاتے ہیں اور خشوع اور خضوع سے سر نیاز جھکائے مشرق کی جانب جہاں کلام پاک رکھا جاتا ہے اس کے نیچے مغرب کی جانب پشت کر کے بیٹھ جاتے ہیں اس خاص خدمت سے فارغ ہو کر روضہ شریف سے باہر آ کر خانقاہ پہنچ کر مسند پر بیٹھ جاتے ہیں۔ تنازعات جو فقراء میں سال کے دوران ہو جاتے ہیں فیصلہ کرتے ہیں جو انکار کرتا ہے اس کا نام صف فقراء سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

خدام صاحبان آپس میں اور زائرین کو جو ان کے مہمان ہوتے ہیں دستار بندی کرتے ہیں۔

غسل شریف

۹ رجب کو غسل کی رسم پوری ہوتی ہے۔ سب سے پہلے صبح کو مزار کو کیوڑہ اور گلاب کے عرق سے غسل دیتے ہیں۔ بعد ازاں بیرونی حصہ پانی سے دھویا جاتا ہے۔ مرد، عورت، بچے سب ہی جھاڑو ہاتھ میں لیے ازراہ عقیدت فرش کو دھوتے ہیں اس طرح تمام درگاہ صاف ہو جاتی ہے۔

☆—☆—☆

حضرت خواجہ کی ازواج واولاد

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت خواجہ نے شادی نہیں کی اور عمر مجردانہ طریقہ سے بسر کی۔ یہ قطعی غلط ہے اس کے متعلق کوئی ٹھوس دلائل کسی نے پیش نہیں کیے جبکہ آپ کے نکاح کرنے اور صاحب اولاد ہونے کے کئی ثبوت ملتے ہیں اور مستند کتابوں اور تذکروں سے ظاہر ہے کہ آپ نے شادی کی اور آپ سے اولاد ہوئی۔

حضرت خواجہؒ کی حیات پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ آپ نے اللہ کی فرماں برداری اور رسول مقبول کی اتباع میں عمر بسر کی اور شریعت سے سرمو تجاوز نہیں کیا بلکہ ایک ایک سنت کی تکمیل کا آپ اہتمام فرماتے تھے چنانچہ نکاح جیسی سنت سے آپ کیسے اعراض فرماسکتے تھے۔ آپ کا نکاح بھی اشارہ غیبی سے حضرت وجیہ الدین مشہدی کا حضرت جعفر صادق کو خواب میں دیکھنا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا اس میں شامل ہونا۔

دوسری بات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد ارشاد! اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے تجھے ہماری سنت ترک نہ کرنی چاہیے۔

چنانچہ آپ کے دونوں نکاح اتباع سنت اور خوشنودی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عمل میں آئے۔

اس سلسلہ میں خزینۃ الاصفیاء سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔[19]

حضرت شیخ فرید جو حضرت شیخ صوفی حمید الدین ناگوریؒ کے پوتے ہیں اپنے جدامجد سے نقل کرتے ہیں کہ خواجہ بزرگؒ نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ اے حمید الدین میں اولاد ہونے سے قبل جوان اور تندرست تھا اور بغیر سوال کیے میرا مقصد پورا ہوتا تھا اب جب کہ میں ضعیف ہوں اور صاحب اولاد بھی اب جب میں دعا کرتا ہوں اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ صوفی

حمید الدین نے عرض کیا حضور آپ واقف ہیں جب تک حضرت عیسیٰؑ بطن مادری میں تھے تو بی بی مریم کو سردیوں کے میوے گرمی اور گرمیوں کے میوے سردی میں بغیر مانگے اور اظہار خواہش کیے مل جاتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے بعد وہ رزق کی منتظر رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ کھجوروں کی شاخوں کو ہلاؤ بی بی مریم نے ہلایا تو اس سے تازہ کھجوریں گریں اسی طرح پہلے اور اب کی حالت میں کتنا فرق ہے۔ حضرت خواجہ نے اس واقعہ کو سن کر پسند فرمایا۔

نکاح اول ۵۸۹ھ

پچھلے باب میں آپ کے نکاح کی تفصیل دی جا چکی ہے۔ آپ کا پہلا نکاح ۵۸۹ھ میں بی بی عصمت اللہ دختر نیک اختر حضرت سید وجیہ الدین مشہدیؒ سے ہوا تھا۔ آپ کی عمر شریف اس وقت ۵۹ سال تھی، بی بی عصمت کے بطن سے تین صاحبزادے تولد ہوئے۔

(۱) حضرت خواجہ فخر الدینؒ ابوالخیر (۲) حضرت خواجہ ضیاء الدینؒ ابو سعید (۳) حضرت خواجہ حسام الدینؒ ابو صالح۔

عقد ثانی ۶۱۵ھ

حسب مراۃ الاسرار ملفوظات شیخ حمید الدین ناگوریؒ حضرت خواجہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں فرماتے ہوئے دیکھا "اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے تجھے ہماری سنت ترک نہ کرنی چاہیے جس کو خواجہ کے مرید قلعہ بیٹلی کا حاکم ملک جہاد خطاب سے راجہ کی لڑکی لائے اور آپ کو پیش کیا لڑکی نے دیکھ کر بخوشی اسلام قبول کیا۔ آپ نے اپنے نکاح میں لے لیا اور امت اللہ نام تجویز فرمایا اور ان کے بطن سے بی بی حافظہ جمال تولد ہوئیں۔

حضرت خواجہ فخر الدین ابوالخیرؒ

آپ کی ولادت سعید ۵۹۰ھ میں ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ موضع ماندل میں سکونت اختیار کی اور پیشہ زراعت اختیار فرمایا۔ آپ کو علوم ظاہری و باطنی پر کمال حاصل تھا، پدر بزرگوار حضرت خواجہ کے زیر شفقت اعلیٰ مقامات روحانی طے کر

لیے تھے۔ آپ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد بیس سال تک حیات ظاہری میں رہے جب حضرت خواجہ کسان کی سفارش کی وجہ سے دہلی تشریف لے جارہے تھے۔ آپ نے بھی اپنا معاملہ حکام کی دخل اندازی کا حضرت خواجہ بزرگ کو دیا۔ [۲۱]

آپ کا وصال ۵ شعبان ۶۵۳ھ میں ہوا۔ مراۃ الاسرار: مصنف صوفی عبدالرحمٰن۔ اذکار وابرار: مصنف محمد غوثی شکاوی مانڈوی نے مزار پاک سرواڑ ہونے کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ آپ مانڈل میں کاشت کرتے تھے اور سجادہ نشین مانڈل ہی عرس کرنے جاتے ہیں۔ افسوس کہ قدیم کتب میں نہ سرواڑ نہ ہی مانڈل میں مزار کی تصدیق کی ہے۔ مصنف عطاء رسول نے پہلے ایڈیشن میں مولانا عبدالمعبود معینی نے مزار کی نشاندہی کی ہے۔ تیسرے ایڈیشن میں بدل دیا ہے۔ بہرحال اس وقت عرس خدام صاحبان سرواڑ میں ہی مناتے ہیں اور دیوان مانڈل میں۔

پسماندگان

آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام حسام الدین سوختہ تھا۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسام الدین ابوصالح جو ابدالوں کی صحبت میں چلے گئے تھے یادگار کے طور پر رکھا۔

تقاریب عرس

آپ کے عرس کی تقاریب ۳ شعبان سے ۶ شعبان تک ہوتی ہے۔ آپ کی چادر کا جلوس شان وشوکت سے اجمیر شریف سے جاتا ہے۔

تاریخ وفات حضرت خواجہ فخر الدینؒ [۲۲]

خواجہ دیں جناب فخرالدین ۔۔۔ مثل گل رفت چوں بباغ جناں
وصل او جوز خواجہ والا ۔۔۔ رحلتش خواں ز مقتدائے زماں

حضرت خواجہ ضیاء الدین ابوسعید

آپ حضرت خواجہ کے منجھلے صاحبزادے ہیں، آپ کو کمالات باطنی حاصل تھے، عمر شریف پچاس سال ہوئی۔

آپ کا مزار درگاہ شریف میں سایہ گھاٹ جھالرہ کے اوپر ہے۔عرس کی تقاریب ۳ ذی الحج کو ہوتی ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے(۱) حضرت خواجہ احمد (۲) حضرت خواجہ وحید۔

خواجہ حسام الدین ابو صالح

آپ حضرت خواجہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں ۴۵ سال کی عمر میں ابدالوں کی صحبت میں رہ کر لاپتہ ہو گئے۔آپ کے سات صاحبزادے تھے۔

بی بی حافظہ جمالؒ

آپ نیک سیرت اور نہایت عبادت گزار تھیں۔حضرت خواجہؒ سے فیض صحبت پایا اور معرفت کی منازل طے کر کے عارف کامل شمار ہوئیں۔آپ اکلوتی صاحبزادی ہیں۔آپ کا عقد حضرت شیخ رضی الدین سے ہوا (جو حضرت حمید الدین ناگوریؒ کے صاحبزادے تھے) اور دو فرزندان تولد ہوئے لیکن بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔

حضرت رضی الدین کا مزار ناگور میں موضع منڈولا تالاب کے کنارے پر ہے۔حضرت بی بی حافظہ جمالؒ کی وفات اجمیر میں ہوئی، حضرت خواجہؒ کے بائیں آپ کا مزار ہے۔۱۷ رجب کو درگاہ شریف میں عرس کی تقریب ہوتی ہے۔

❊—❊—❊

آپ کی اولاد کا سلسلہ نسب

حضرت خواجہ حسام الدین سوختہؒ

آپ خواجہ فخر الدین کے صاحبزادے ہیں نہایت صاحب کمال بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین کی صحبت میں رہے۔ آپ کی طبیعت میں سوز و گداز تھا۔ ہر وقت آتش عشق دل میں رہتی تھی۔ آپ کو سوختہ کا لقب ملا۔

آپ کے دو صاحبزادے تولد ہوئے ہیں۔ (۱) خواجہ معین الدین خورد (۲) خواجہ قیام الدین بابریال۔ آپ کا وصال ۷۴۱ھ میں ہوا۔ مزار سانبھر میں ہے جو اجمیر سے تقریباً ۹۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۴ رجب کو سالانہ عرس ہوتا ہے۔ سجادہ نشین حضرت خواجہ شرکت کرتے ہیں۔

خواجہ احمدؒ

آپ خواجہ ضیا الدینؒ کے صاحبزادے ہیں، نہایت نیک اور صالح گزرے ہیں۔

خواجہ وحیدؒ

آپ خواجہ ضیاء الدینؒ کے دوسرے صاحبزادے اور خواجہ احمدؒ کے حقیقی بھائی ہیں۔ آپ حضرت خواجہ فرید الدینؒ گنج شکر کی خدمت میں بیعت کے لیے گئے۔ بابا فریدؒ نے فرمایا:

''من این را از خانوادہ شما دریوزہ کردہ ام مرا چہ مجال کہ دست شما بگیرم۔''[۲۳]

میں نے یہ نعمت تمہارے خاندان سے حاصل کی ہے میری کیا مجال کہ تمہارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لوں لیکن بہت اصرار کرنے پر بابا فریدؒ رضامند ہوئے اور آپ کو مرید کیا۔

خواجہ معین الدین خورد

آپ حضرت خواجہ حسام الدینؒ سوختہ کے بڑے فرزند ہیں۔ آپ نے ریاضت کی بناء پر بیعت سے قبل حضرت خواجہؒ کی روح سے فیض حاصل کیا۔ اشارہ باطنی سے آپ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت پایا۔ آپ کثیر الاولاد تھے۔ آپ کی وفات ۷۶۱ھ میں ہوئی اور مزار حضرت خواجہؒ کے بائیں ہے۔[۲۴]

خواجہ قیام الدین بابریالؒ

آپ خواجہ حسام الدین سوختہؒ کے چھوٹے فرزند اور خواجہ معین الدین خورد کے حقیقی بھائی ہیں۔ آپ نہایت بے باک اور دلیر تھے اس لیے آپ کو ہٹیلا باگھ کہتے ہیں۔

آپ کا وصال ۷۶۷ھ میں ہوا۔ مزار حضرت خواجہؒ کے پائیں حضرت خواجہ معین الدینؒ خورد کے برابر ہے۔

حضرت شیخ قطب الدین چشت خاںؒ

آپ سید فرید الدینؒ کے فرزند ہیں۔ سید فرید الدینؒ سید نظام الدینؒ کے صاحبزادے ہیں اور سید نظام خواجہ معین الدین خوردؒ کے فرزند ہیں۔ آپ کو چشت خاںؒ کا لقب سلطان محمود خلجی[۲۵] نے دیا اور بارہ ہزار سواروں کا افسر مقرر کیا۔ مانڈو مالوہ میں آخر عمر تک رہے ان کی نسل اولاد میں سے مالوہ میں سکونت اختیار کر لی۔

خواجہ نجم الدین خالدؒ

آپ خواجہ قیام الدین بابریالؒ کے صاحبزادے اور خواجہ حسام الدین سوختہؒ کے پوتے ہیں، آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ سید کمال الدین حسن احمدؒ اور سید ابو بریدؒ۔ آپ کی وفات ۷۷۶ھ میں ہوئی۔[۲۶]

سید کمال الدین حسن احمدؒ

آپ خواجہ نجم الدین خالدؒ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔[۲۷] سید کمال الدین احمدؒ کے صاحبزادے سید شہاب الدینؒ تھے۔آپ کا وصال ۸۶۷ھ میں ہوا۔

سید شہاب الدینؒ

آپ سید کمال الدینؒ کے فرزند ہیں نہایت پارسا تھے اور پیکر پرستان کے ہاتھوں ۸۱۱ھ میں وفات پائی ہے۔[۲۸] آپ کے صاحبزادے سید تاج الدین بایزیدؒ بزرگ تھے۔

حضرت تاج الدین بایزید بزرگؒ

آپ سید شہاب الدینؒ کے صاحبزادے ہیں۔آپ بزرگ دانا اور متبحر عالم تھے، ظلم و ستم کے ہاتھوں اجمیر کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ایک جماعت نے مخالفت کی بناء پر آپ کو اولاد خواجہ ہونے سے انکار کیا ہے۔سلطان محمود خلجی نے دوبارہ فضا ہموار کی چونکہ وہ آپ کا معتقد تھا اس لیے آپ کو درس وتلقین کے لیے اجمیر میں مامور کیا۔مفتی محمود دہلوی شیخ الہند[۲۹] کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔آپ کا وصال ۸۸۰ھ میں ہوا۔

شیخ نور الدین ظاہرؒ

آپ حضرت تاج الدین بایزید بزرگؒ کے صاحبزادے ہیں۔آپ عرصہ دراز تک تلقین وہدایت کرتے رہے۔آپ کی شادی حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوریؒ کی صاحبزادی سے ہوئی اور آپ کا وصال ۹۰۵ھ میں ہوا۔

سید رفیع الدین بایزید خوردؒ

آپ سید نور الدین ظاہرؒ کے صاحبزادے ہیں۔آپ صاحب علم وعمل تھے اور صاحب کرامت بزرگ آپ روضہ حضرت خواجہ میں درس وتلقین فرماتے تھے۔آپ کی شادی خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کے خاندان میں ہوئی۔آپ کی وفات ۹۲۲ھ میں ہوئی۔

سید معین الدین ثالثؒ

آپ حضرت سید رفیع الدین بایزید خوردؒ کے صاحبزادے ہیں جس وقت راجہ کے ظلم وستم کی حد نہ رہی تو آپ کو کم سنی کے زمانے میں ہی جاں نثار خادموں کے ذریعہ ناگور میں بھیج دیا گیا تھا۔ یہاں آپ کی ننہال تھی آپ یہاں رہے اور صوفی حمید الدینؒ ناگوری کے خاندان میں شادی کی۔ آپ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ (۱) خواجہ حسنؒ (۲) خواجہ حسینؒ (۳) خواجہ ابوالخیرؒ۔

آپ کی وفات ۹۴۰ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار حضرت خواجہ حمید الدینؒ صوفی کے مزار کے قریب ہے۔

خواجہ حسین مجذوب سالکؒ

آپ سید معین الدین ثالثؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ ایک بی بی خاتون جن کی شادی سید ولی محمد ابن خواجہ ابوالخیرؒ سے ہوئی۔ دوسری صاحبزادی ملکہ جہاں کا عقد سید شاہ محمد ابن خواجہ ابوالخیرؒ سے ہوا۔

دیوان خواجہ حسینؒ

آپ سید معین الدین ثالثؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ آپ کے کوئی اولاد نہ تھی آپ سے سلسلہ دیوان چلا۔ مفصل حالات اگلے صفحات میں دیکھیے۔

خواجہ ابوالخیرؒ

آپ سید معین الدین ثالثؒ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے بارہ فرزند ہوئے پانچ کا آپ کی موجودگی میں انتقال ہوگیا۔ آپ کے دو صاحبزادوں کی شادی آپ کے بھائی خواجہ حسنؒ کی صاحبزادیوں سے ہوئی۔

خواجہ حسین اجمیریؒ

کو اکبر نے تیس سال تک بکھر کے قلعہ میں بند رکھا اور ۱۰۰۲ھ میں اکبر نے رہا کر دیا۔ جہانگیر نے آپ کو ہزار روپے دیئے۔ آپ شیخ تابر بیابانی کے پیرو ہیں۔

خواجہ اعظمؒ کی تعلیمات

متعدد مجالس میں جو مختلف موضوعات بیان میں آئے ہیں۔ان کو ہم نے مرتب کرلیا ہے۔(مؤلف)

پابندی سنت وضو میں

حضرت خواجہ بزرگؒ نے فرمایا صلوٰۃ مسعودی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عضو کو تین بار دھونا میری سنت ہے۔مجھ سے قبل جو پیغمبر آئے ہیں ان کی بھی سنت ہے۔میری سنت میں کسی طرح کا اضافہ کرنا ظلم ہے۔

درست وضو کی ترغیب

خواجہ بزرگ نے فرمایا ایک بار حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ نے وضو میں بھول سے ایک بار ہی ہاتھ دھو کر نماز ادا کر لی۔اسی شب خواب میں حضور نے فرمایا تعجب ہے تمہارے وضو میں نقص رہا خوف سے خواجہ فضیل خواب سے بیدار ہوئے۔دوبارہ وضو کی اور اس غلطی کے کفارہ میں ایک سال تک روزانہ نوافل کثرت سے پڑھنے کا عہد کیا اور نہایت ذوق وشوق سے یہ عہد پوا کرتے رہے۔

انگلیوں میں خلال کی سنت

خواجہ بزرگ نے فرمایا بغداد کی مسجد کبریٰ میں بزرگوں کی صحبت میں انگلیوں کے خلال کا ذکر ہوا فرمایا: رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو انگلیوں میں خلال کی ترغیب دی ہے۔وضو میں انگلیوں میں خلال کرنے والا شفاعت سے محروم نہیں رہتا۔

پھر ارشاد ہوا ایک بار خواجہ اجمل شیرازی کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔مغرب کا وقت ہوا خواجہ اجمل شیرازیؒ نے وضو کی بھول سے انگلیوں میں خلال نہیں کیا۔غیب سے آواز آئی اے خواجہ اجمل ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو،ان کی امت کہلا کر ان کی سنت ترک کرتے ہو۔خواجہ اجمل پریشان ہوئے اور عہد کیا کہ زندگی میں کبھی اس سنت کو ترک نہ کروں گا پھر اس سنت کو آخری دم تک ادا کرتے رہے۔

نماز کا بیان

ایک مجلس میں خواجہ بزرگؒ سے ارشاد ہوا نماز اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے پاس بطور امانت ہے۔ بندوں کو لازم ہے کہ اس امانت کی حفاظت اس طرح کریں کہ اس میں ذرا بھی خیانت واقع نہ ہو۔ نماز کے تمام ارکان نہایت اطمینان وخوبی سے ادا ہوں۔

پھر فرمایا کتاب صلوٰۃ مسعودی میں دیکھا ہے جب مسلمان نماز میں رکوع، سجود، قومہ، قرات وتسبیح سب کو بخوبی انجام دیتا ہے تو فرشتے اس کی نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں اور اس سے نور پھیل کر آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس نماز کو فرشتے عرش کے نیچے لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اے نماز سجدہ کر اور اس کی بخشش کی دعا کر جس نے تیرا حق بخوبی ادا کیا ہے نماز بخشش طلب کرتی ہے تو رحمت کی بارش ہونے لگتی ہے۔ اس کے بعد خواجہ بزرگ نے بچشم پرنم فرمایا جو لوگ نماز کے ارکان اچھی طرح ادا نہیں کرتے ان کی نماز جب فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں دروازے نہیں کھلتے۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے اس نماز کو واپس کر دو اور اس کے پڑھنے والے کے منہ پر مار دو اور نماز اپنے پڑھنے والے کے لیے بددعا کرتی ہے کہ اے پڑھنے والے اللہ تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھے کیا۔

نامکمل نماز کا بیان

خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ میں ایک زمانہ میں بخارا میں تھا کسی نے یہ حدیث سنائی کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جو نماز کے ارکان بخوبی ادا نہیں کر رہا تھا جب اس نے نماز پڑھ لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس طرح نماز کب سے پڑھ رہے ہو اس نے عرض کیا عرصہ دراز سے آپ نے فرمایا کہ افسوس تم نے ایک روز بھی نماز کو اچھی طرح سے ادا نہیں کیا اگر اس عرصہ میں تمہاری موت واقع ہو جاتی تو میرے طریقہ (سنت) پر نہ ہوتے۔

محشر میں نماز کی پرسش

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہ العزیز کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا تھا کہ قیامت کے دن پیغمبروں، اولیاء اور مسلمانوں سے سب سے پہلا سوال نماز کا ہوگا جو اس امتحان میں کامیاب ہوگا تو نجات ملے گی اور جو جواب سے قاصر رہا تو دوزخ میں جائے گا اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

نماز وقت پر پڑھنے کی تاکید

سمرقند سے چھ درویش آئے ہوئے تھے۔ مولانا بہاء الدین بخاری اور خواجہ احد الدین بھی مجلس میں شریک ہوئے۔ نماز میں تاخیر نہ کرنے کا ذکر ہو رہا تھا۔

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا: ان مسلمانوں پر افسوس ہوتا ہے جو نماز میں دیر کرتے ہیں اور ہزار افسوس اس پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔

اسی دوران ایک واقعہ بیان فرمایا۔ میں ایک شہر میں گیا جہاں کے مسلمانوں میں یہ دستور تھا کہ نماز کے لیے وقت سے قبل تیار ہو جاتے تھے۔ میں نے اس مستعدی کی مصلحت دریافت کی تو فرمایا کہ مصلحت یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو فوراً نماز ادا کر لیں اگر مستعدی سے تیاری نہ کی تو اندیشہ ہے کہ نماز کا وقت گزر جائے اور نماز وقت پر ادا نہ ہو۔ اس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح منہ دکھا سکتے ہیں۔ حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرنے سے پہلے توبہ میں جلدی کرو اور وقت گزر جانے سے پہلے نماز میں جلدی کرو۔

اس کے بعد ارشاد ہوا میں نے کتاب واسعہ میں دیکھا ہے اور اپنے استاد محترم مولانا احتشام الدین بخاری کی زبان سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اکبر الکبائر الجمع بین الصلوٰۃ.

گناہ عظیم ہے کہ فرض نماز میں اتنی دیر کی جائے کہ نماز کا وقت گزر جائے اس طرح دوسری نماز کا وقت آ جائے اور پھر دوسری نمازیں ساتھ ادا کرنا پڑیں۔

نماز عصر کی فضیلت

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا: میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی مجلس میں حاضر تھا۔ بروایت حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں منافقوں کی نماز بتاؤں صحابہ کرام جو حاضر تھے عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، فرمایئے۔ سرور عالم نے فرمایا کہ جو شخص نماز عصر میں اتنی تاخیر کرے کہ سورج غروب ہونے لگے اور روشنی کم ہو جائے وہ شخص خطا کار اور منافق ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر عصر کی نماز کا تعین فرما دیں فرمایا اس کا صحیح وقت یہ ہے کہ سورج کی روشنی کم نہ ہو سیاہی نہ پھیلی ہو، سورج میں پیلا پن نہ آیا ہو سردی اور گرمی دونوں میں یہی حکم ہے۔

نماز فجر وظہر کا بیان

عصر کی نماز کی فضیلت کے بعد اسی دوران ارشاد ہوا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی دستی کتاب 'ہدایہ' میں لکھا ہے کہ صبح کی نماز روشنی میں پڑھو کہ ثواب زیادہ ہے اور ظہر کی نماز میں دیر کرنا سنت ہے تاکہ تپش کم ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ گرمی میں نماز ٹھنڈے وقت پر ادا کرو کیونکہ گرمی کی زیادتی جہنم کے سانس سے ہے۔

بعد ازاں خواجہ بزرگؒ کا ارشاد ہوا ایک مرتبہ حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کی فجر کی نماز قضا ہو گئی۔ آپ نے بے حد گریہ وزاری کی غیب سے ندا آئی اے بایزید اس قدر کیوں رو رہے ہو۔ ایک نماز کی قضا کے بدلے ہزار نماز کا ثواب تمہارے اعمال نامہ میں لکھ دیا ہے اس کے بعد فرمایا میں نے تفسیر محبوب قریشی میں پڑھا ہے جو شخص پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں ادا کرتا ہے وہ نماز روز قیامت اس کی رہنمائی اور سفارش کرتی ہے اس کے بعد فرمایا ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ ایماندار نہیں ہے۔

نماز کا مقام

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا لوگ بارگاہ عزت کے قریب نماز ہی میں ہوتے ہیں۔ حدیث ہے "الصلوٰۃ معراج المؤمنین" یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔

نماز اللہ جل شانہ سے ہمکلامی کا ذریعہ

نماز میں بندہ اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتا ہے اس کو سب سے زیادہ قرب نماز ہی میں حاصل ہوتا ہے۔ نماز ہی ایک ایسا موقع ہے بندہ کے لیے راز کہنے کا۔ "المصلی یناجی ربه" یعنی نماز پڑھنے والا اپنے رب سے راز کہتا ہے۔

ایک نمازی درویش کا بیان

ایک مجلس میں خواجہ بزرگؒ نے فرمایا عرصہ کی بات ہے ملک شام کے شہر کے قریب ایک غار میں شیخ اوحدالواحدی غزنوی مشہور بزرگ رہتے تھے۔ اس قدر کمزور نحیف تھے کہ جسم پر کھال اور ہڈی نظر آتی تھی۔ مصلیٰ پر نماز پڑھتے تھے دو شیر ان کے دائیں بائیں رہتے تھے جب میں ملاقات کے لیے گیا تو شیروں کو دیکھ کر رک گیا، آواز دی اور کہا ڈرو نہیں، ادب و تعظیم سے قریب بیٹھ گیا فرمایا: جب تک تم انہیں نہیں ستاؤ گے یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس سے سب ڈرتے ہیں۔

بعد ازاں درویش نے فرمایا میں خلقت سے کنارہ کش ہوں۔ اس غار میں رہتا ہوں ایک بات کے خوف سے دن رات روتا ہوں۔ میں نے عرض کیا وہ کیا بات ہے؟ فرمایا: نماز ہے جب نماز پڑھتا ہوں دل سے یہ خیال آتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ذرا سی کوتاہی سے شرط نماز ادا نہ ہو میری ساری محنت بیکار جائے اور یہ نماز الٹی میرے منہ پر مار دی جائے۔ اے درویش کسی نے نماز کے حقوق پورے کر دیے تو سمجھو بڑا کام انجام دیا۔ اگر ذرا سی کوتاہی ہوئی تو کہنا چاہیے تمام عمر غفلت میں گزری اور محنت رائیگاں ہوئی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نماز نہ پڑھنا گناہ عظیم ہے۔"

بعدازاں دوزخ کا ذکر ہوا تو فرمایا جو شخص نماز وقت پر پوری شرائط کے ساتھ ادا نہ کرے اللہ جل شانہ دوزخ میں پھینک دیتا ہے دیکھو میری ہڈی سے چمڑا الگ ہو گیا ہے اور ہر وقت یہ فکر رہتی ہے واللہ اعلم مجھ سے حق نماز پورا ہوا یا نہیں۔ نماز کا بڑا حق ہے اگر یہ حق ادا ہوا تو نجات ورنہ روز قیامت شرمندگی کا باعث ہوگا۔ اس ذکر سے خواجہ بزرگ چشم پر آب ہوئے اور فرمایا نماز دین کا رکن ہے اور رکن ستون ہوتا ہے جب تک ستون ہے عمارت قائم ہے اگر ستون نکل گیا تو عمارت کی چھت گر جائے گی۔

تاکید نماز

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا: امام زاہد نے صلوٰۃ مسعودی کی شرح واسعہ میں لکھا ہے کہ اللہ شانہ نے جس قدر تاکید نماز کی فرمائی ہے اس قدر کسی اور عبادت کی نہیں۔ حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ نصیحتیں فرمائی ہیں۔ کئی جگہ پیار اور محبت کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو بعض جگہ رغبت و شوق دلایا ہے اور کئی مقام پر بندوں کو خوف اور ڈر دلایا ہے۔ سات سو مقام پر نماز کی نصیحت کی ہے اس لیے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ تفسیر معروف میں ہے کہ روز قیامت پچاس مقامات پر پچاس سوالوں کا جواب دینا ہو گا۔ پہلا سوال ایمان کامل کا ثبوت، دوسرا سوال دوسری جگہ نماز اور دیگر فرائض کے بارے میں اور تیسرا سوال تیسری جگہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔ اگر اس سے بری الذمہ ہو گیا تو نجات ورنہ ہر سوال کے ہر مقام کے بعد دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔ افسوس کا مقام ہے روز قیامت اتنی شرمندگی اور خجالت اٹھانا پڑے۔

فجر کی نماز کے بعد بیٹھنے کی فضیلت

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا: کہ اللہ کا نیک بندہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز پر جب تک سورج نکلتا ہے بیٹھا رہتا ہے نورانی شعاعیں اس پر پڑتی رہتی ہیں اور نیک بندہ ذکر اللہ میں بیٹھا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم کر دیتا ہے جب تک میرا بندہ مصلیٰ پر بیٹھا ہے اس کی بخشش کی دعا کرتے رہو۔

بعد ازاں ارشاد ہوا کہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کی کتاب میں اسرار الٰہی کا ذکر ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو نہایت غمگین شکل میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اے شیطان تیرے اس درجہ مغموم اور رنجیدہ ہونے کا کیا سبب ہے جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت کے چار گروہوں سے میری جان پر بن آتی ہے۔

پہلی جماعت موذنوں کی ہے جب موذن اذان دیتا ہے اور اذان سننے والا جواب میں مصروف رہتا ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے میں نے اذان دینے اور سننے والے دونوں اشخاص کو بخش دیا اس سے میرے دل پر برق گر جاتی ہے۔ دوسری جماعت وہ ہے جو فی سبیل اللہ جہاد میں لگی رہتی ہے۔ ان کے گھوڑوں کی سموں کی آواز بھی اللہ کو اچھی معلوم ہوتی ہے جب راہ خدا میں جانے والے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو حق تعالیٰ ان کے اس عمل کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکم فرماتا ہے ان سواروں اور گھوڑوں کو میں نے بخش دیا۔ اللہ کی یہ رحمت دیکھ کر میری روح نکل جاتی ہے۔ تیسری جماعت حلال روزی کمانے والوں پر مشتمل ہے جب یہ اپنی محنت کے کمائے ہوئے پاک روپیوں کو اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لینے اور دینے والوں کو اپنی رحمت سے بخش دیتا ہے۔ چوتھی جماعت وہ ہے کہ جو فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر سورج نکلنے تک بیٹھی رہتی ہے اور اشراق کی نماز ادا کر کے اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتی ہے۔ شیطان نے کہا یارسول اللہ میں نے جب کہ میں فرشتوں میں شامل تھا لوح محفوظ پر لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک اپنے مصلے پر بیٹھا رہے اور پھر اشراق کی نماز ادا کرے اللہ تبارک تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اس کے ساتھ ستر آدمیوں کو اس سے تعلق رکھنے والوں کو بھی آتش دوزخ سے نجات دے کر جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرماتا ہے۔

خواجہ بزرگؒ اور اہمیت نماز

حضرت خواجہ بزرگؒ پر کبھی کیفیت جمال اور کبھی حالت جلال رہتی تھی اکثر جمالی کیفیت کا غلبہ رہتا تھا۔ آپ اس درجہ مستغرق رہتے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے ایسے

عالم میں نماز کا وقت ہو جاتا تو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت قاضی حمید الدین ادب سے کھڑے ہو کر بلند آواز سے ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ'' فرماتے مگر آپ کو آواز محسوس نہ ہوتی بعد ازاں آپ کے کانوں کے قریب بلند آواز سے ''الصلوٰۃ والصلوٰۃ'' فرماتے پھر بھی آپ کو خبر نہ ہوتی تو مجبور ہو کر آپ کے شانہ کو ہلاتے اس وقت آنکھیں کھول کر فرماتے شرع محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے چارہ نہیں۔ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خواجہ بزرگؒ نماز کا کس درجہ اہتمام رکھتے تھے اور ان کی نظر میں نماز کی کس قدر اہمیت تھی۔ نماز کے سلسلہ میں جن مجالسوں میں حضرت خواجہ بزرگؒ نے بیان فرمایا اکثر و بیشتر قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے اسی سلسلہ میں ہم سلسلہ چشتیہ کے آج عقیدت مندوں پر نظر ڈالیں اور جائزہ لیں کہ وہ کہاں تک اس پر عمل کرتے ہیں۔ افسوس کہ نماز دین کا اہم رکن جس کو خواجہ بزرگؒ نے اتنی پابندی سے قائم رکھا اس کو آج سلسلہ کے شیخ و مرشد کہلانے والے بجائے تاکید و ترغیب دلانے کے خود ترک کر رہے ہیں اور نماز کو عبادت ظاہری سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیا وہ اعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہیں ہماری نظر میں وہ گمراہ ہیں اور جو خود گمراہ ہو وہ دوسروں کو راستہ نہیں دکھلا سکتا۔ (مولف)

فضائل سورہ فاتحہ

ارشاد ہوا حضرت جبرئیل نے سرور کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جس طرح آپ کی تعریف ناممکن ہے اور جو عظمت اور برتری آپ کو حاصل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ آپ پر نازل فرمائی ہے۔ یہ سورت بڑی برکت اور فیض کی ہے۔ دوسری سورتوں کے ایک دو نام سے زیادہ نہیں لیکن سورہ فاتحہ کے حق تعالیٰ نے سات نام مقرر فرمائے ہیں۔ (۱) فاتحہ الکتاب (۲) سبع المثانی (۳) ام الکتاب (۴) ام القرآن (۵) سورہ مغفرت (۶) سورہ رحمت (۷) سورہ الکنز۔ اس سورت میں سات حروف نہیں ہیں۔ (۱) 'ث' ثبور اس کے پڑھنے والے کو ہلاکت سے کوئی غرض نہیں۔ (۲) 'ج' جہنم اس کا پڑھنے والا جہنم سے محفوظ رہے گا۔ (۳) 'ز' زقوم تھور کا درخت اس کا پانی جہنم میں پلایا جائے گا اس کا پڑھنے والا بچا رہے گا۔ (۴) 'ش' شقی اس کا پڑھنے والا شقی نہیں

ہوتا۔ (۵) 'ظ' ظلمت اس کے پڑھنے والے کو ظلم وستم سے کوئی کام نہیں۔ (۶) 'ف' فراق اس کے پڑھنے والے کو فراق سے واسطہ نہیں۔ (۷) 'خ' خواری اس کے پڑھنے والے کو خواری نہ ہوگی۔

ارشاد ہوا سرور کائنات کی حدیث مبارکہ ہے "الفاتحۃ شفاءُ من کل داءٍ" سورہ فاتحہ تمام دردوں کی دوا ہے۔

طہارت کا بیان

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا عارفوں میں ایک جماعت ایسی ہے جو دوست کی محبت میں مستغرق رہتی ہے۔ ان کے لیے لکھا ہے کہ جو شخص پاکی کے ساتھ سوتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرماتا ہے جب تک یہ نیند میں ہے اس کے محافظ بنے رہو جب وہ شخص نیند سے اٹھتا ہے تو فرشتے اللہ سے اس کی بخشش کی دعا کرتے ہیں کہ یہ شخص پاکی کے ساتھ سویا تھا۔

بعد ازاں ارشاد ہوا جو شخص طہارت سے سوتا ہے اس کی روح عرش کے نیچے پہنچ جاتی ہے۔ حق تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اس کو لباس فاخرہ سے مزین کیا جائے جب اس شخص کی روح باری تعالیٰ کے شکر میں سجدہ کرتی ہے اس کی روح کو زمین پر آنے کی اجازت ہوتی ہے اور اس کی تعریف آسمانوں میں ہوتی ہے لیکن جو شخص ناپاکی میں سوتا ہے اس کی روح بلندی پر پہنچنا چاہتی ہے مگر پہلے ہی آسمان سے فرشتے اس کو اللہ کے حکم سے گرادیتے ہیں کہ تو اس قابل نہیں ہے کہ یہ مقام بلند حاصل ہو اور سجدہ کرے۔ (دلیل العارفین)

غسل جنابت

حضرت مولانا شیخ بہاؤالدین بخاریؒ اور مولانا شہاب الدین بغدادیؒ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ خواجہ بزرگؒ نے فرمایا آدمی کے جسم میں ہر بال کے نیچے ناپاکی ہوتی ہے اس لیے بال کی جڑ تک پانی پہنچنا ضروری ہے اپنے تمام بالوں کو اس طرح تر کرے کہ ایک بال بھی سوکھا نہ رہنے پائے ورنہ روز قیامت جسم اس سے جھگڑے گا۔

اس موقعہ پر آپ نے فرمایا میں نے فتاویٰ ظہیر میں دیکھا ہے کہ آدمی کا منہ پاک ہے وہ شخص جب کہ حالت ناپاک میں پانی پی لینے سے برتن ناپاک نہیں ہوتا، حیض والی عورت ناپاک مرد یا کافر ہو بموجب شریعت ان کا منہ پاک ہے بعد ازاں ارشاد ہوا ایک مرتبہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف فرما تھے ایک صحابی نے باادب آپ سے سوال کیا یا رسول اللہ کوئی شخص جس پر غسل واجب ہو گرمی کے مہینہ میں اس کا پسینہ کپڑے پر لگنے سے کیا کپڑا ناپاک ہو جائے گا آپ نے فرمایا نہیں انسان کا تھوک بھی کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا اس لیے کہ انسان کا تھوک بھی پاک ہے۔

پھر خواجہ بزرگ نے فرمایا حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا ارشاد ہے کہ جب حضرت آدمؑ جنت سے دنیا میں بھیجے گئے اور حوا سے ہم صحبت ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ نے آ کر کہا اے پیغمبر خدا آدم اٹھو اور اپنے جسم کو پانی سے دھو کر پاک کرو، حضرت آدمؑ کو غسل کرنے کے بعد طبیعت میں فرحت و تازگی حاصل ہوئی اور حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا اس طرح غسل کا کچھ ثواب بھی ہے حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا اے آدمؑ آپ کے جسم پر جتنے بال ہیں ان میں سے ایک ایک بال کے عوض ایک سال کی عبادت کا ثواب ملے گا غسل کرتے ہوئے جتنے قطرے آپ کے جسم سے ٹپکتے ہیں ایک قطرہ سے اللہ تعالیٰ ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے اور فرشتوں کی جماعت قیامت تک عبادت کرتی ہے جس کا ثواب نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ بعد ازاں حضرت آدمؑ نے دریافت کیا یہ ثواب مجھ تک محدود ہے یا میری اولاد بھی فائدہ اٹھائے گی حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اے آدمؑ آپ کی اولاد میں جو مومن جائز ضرورت کے بعد غسل کرے گا ان کے لیے آپ کے برابر ثواب ملے گا۔

اس بیان کے بعد حضرت خواجہ بزرگ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا یہ فائدہ اس کے لیے ہیں جو جائز غسل کرتے ہیں لیکن وہ جماعت جو حرام کاری کے بعد غسل کرتی ہے اللہ جل شانہ اس کے جسم کے ہر قطرہ سے جو زمین پر گرتا ہے ایک خبیث یا دیو پیدا کرتا ہے ان کی جماعت بدکاری میں اپنا وقت صرف کرتی ہے اور قیامت تک ان سے جس قدر گناہ ہوں گے اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

جھوٹ اور سچائی کا بیان

حضرت خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہے اپنا نقصان خود کرتا ہے اس کے گھر سے خیر و برکت چلی جاتی ہے پھر فرمایا بغداد کی جامع مسجد میں ایک ذاکر شاغل بزرگ مولانا عماد الدینؒ سے یہ حکایت سنی کہ اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰؑ سے ہاویہ دوزخ جو ساتوں دوزخ سے زیادہ خوفناک ہے اس کا حال بتایا اس میں سانپ، بچھو اور گندھک کے پہاڑ ہیں اس کو روزانہ بھڑکایا جاتا ہے اس کی ذرا سی آگ دنیا میں گر جائے تو تمام پانی خشک ہو جائے اور تمام پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، زمین کے ساتوں پردے پھٹ جائیں اے موسیٰؑ اس دوزخ میں دو گروہوں پر عذاب ہوگا ایک دانستہ نماز نہ پڑھنے والا دوسرا میرے نام کی جھوٹی قسم کھانے والا۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ خواجہ محمد اسلم طوسیؒ جو مشہور بزرگ تھے ایک بار عالم سکر میں سچی قسم کھائی جب عالم صحو میں آئے تو کفارے کے طور پر چالیس سال تک کسی سے بات نہیں کی آج سچی قسم کھائی ہے کل جھوٹی قسم کا نفس عادی ہو جائے گا۔ حضرت خواجہ بختیار کا کیؒ نے عرض کیا حضور وہ اپنا کام کس طرح نکالتے تھے فرمایا اشاروں سے۔

صدقہ کا بیان

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا اللہ جل شانہ کے نام جو شخص بھوکوں کو کھانا کھلا کر شکم سیر کراتا ہے اس کے اور دوزخ کے درمیان سات پردے آ جاتے ہیں اور ہر پردہ کا فاصلہ دوسرے پردے کے لیے حجاب بن جاتا ہے۔

ہنسنے سے باز رہنے کی تاکید

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا اہل سلوک کے نزدیک ہنسی قہقہہ کے مرادف ہے۔ قبرستان میں ہنسنے کی ممانعت آئی ہے، قبرستان عبرت کا مقام ہے کھیل کود کی جگہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص قبرستان سے گزرتا ہے اس سے کہتے ہیں کہ اے غافل

اگر تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تجھ پر کیا گزرنے والا ہے تیرا جسم پگھل جائے۔

اس موقع پر آپؒ نے فرمایا ایک دفعہ میں اور شیخ احد الدین کرمانی سفر میں تھے ایک شاغل بزرگ کو دیکھا نہایت نحیف تھے ہم نے ان سے اس حالت کی وجہ جاننا چاہی انہوں نے کشف سے پہلے ہی خیال معلوم کر لیا اور فرمایا کہ ایک بار اپنے دوست کے ساتھ قبرستان میں بیٹھا تھا دوران گفتگو میں ایسی بات کہی کہ بے ساختہ ہنسی آ گئی قریب قبر سے آواز آئی اے غافل ملک الموت جیسا حریف ہو خاک کے نیچے سانپ، بچھو ہوں اس کو ہنسی کا کیا واسطہ ان کلمات کا دل پر بے حد اثر ہوا اور آواز کی ہیبت سے پگھل رہا ہوں اور آج تک سخت شرمندہ ہوں۔

ایک بزرگ کے رونے کا بیان

خواجہ بزرگ نے فرمایا ایک بار حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ہمراہ سیوستان کے سفر میں تھا ایک حجرہ میں ایک شاغل بزرگ شیخ صدرالدین محمد احمد سیوستانیؒ کی خدمت میں حاضری کا موقعہ ملا جو ان کے پاس جاتا محروم واپس نہ آتا عالم غیب کی کوئی نہ کوئی چیز ان کو عنایت کر دیتے اور فرماتے درویش کے لیے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنا۔ موت کی سختی اور قبر کے عذاب کا تذکرہ ہوتا تو بید کے مانند کپکپانے لگتے، آنکھیں اشکبار ہونے کے بجائے خوں ریز ہو جاتی تھیں، آنکھوں کا رخ ہوا کی جانب رکھتے اور کھڑے کھڑے روتے رہتے یہ کیفیت گزرنے کے بعد مخاطب ہو کر فرماتے ایک دن مر کر ملک الموت کا سامنا کرنا ہے۔ آرام کی نیند اور خوش مذاقی سے کیا تعلق سوائے ذکر خدا کے کسی اور کام میں رہنا اچھا معلوم نہیں ہوتا اے عزیز تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ زمین والوں پر کیا گزر رہی ہے نمک کی طرح پانی میں گھل جاؤ۔

بعد ازاں ان بزرگوں کا ارشاد ہوا، بصرہ کے ایک بزرگؒ نہایت عبادت گزار تھے میں قبرستان میں بیٹھا تھا کہ وہ بزرگ وہاں آئے ایک قبر میں عذاب ان کو کشف کے ذریعہ معلوم ہو گیا۔ ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے اور روح قالب سے پرواز کر گئی۔ ان کا جسم نمک کی طرح پگھل کر غائب ہو گیا میں ہیبت قبر سے گھلا جا رہا ہوں، یہ واقعہ تیس سال بعد تم سے بیان کیا ہے مگر آج بھی خوف سے لرزاں ہوں۔

شریعت اور طریقت

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا شریعت ایک قانون ہے اس کی پابندی لازمی ہے اور ثابت قدمی سے اس کے احکام پر عمل کرنا ہے سرموتجاوز اور انحراف نہ ہو اس میں کامیابی حاصل ہوئی تو دوسرا درجہ طریقت کا ہے۔ یہاں استقلال کی ضرورت ہے، سنت کے مطابق طریقت پر عمل کیا تو مقام اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے جس کو معرفت کہتے ہیں اس مرتبہ پر ثابت قدمی رہی تو وہ جو چاہتا ہے حاصل کر لیتا ہے۔

قبرستان میں نہ کھانے پینے کی تاکید

خواجہ اعظمؒ کا ارشاد ہوا قبرستان میں نفس کی خواہش سے کھانا پینا بڑا گناہ ہے یہ مقام عبرت کا ہے نہ کہ نفسانی خواہشات پوری کرنے کا پھر یہ واقعہ بیان فرمایا میں نے امام یمنی ابوالخیر زندوسیؒ کے مزار پر یہ حدیث دیکھی ہے۔ قبرستان میں کھانا کھانے اور شراب پینے والا ملعون و منافق ہے پھر یہ فرمایا ایک دن خواجہ حسن بصریؒ قبرستان میں گئے وہاں مسلمانوں کے ایک گروہ کو شراب اور کھانے میں مشغول پایا۔ خواجہ حسن بصریؒ ان کے نزدیک گئے اور فرمایا تم لوگ مسلمان ہو یا منافق یہ ان کو ناگوار گزرا اور ضرر پہنچانا چاہی آپ نے فرمایا میں نے یہ اس لیے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قبرستان میں کھانا کھائے اور شراب نوشی کرے وہ منافق ہے اس لیے کہ قبرستان خوف و عبرت کا مقام ہے دیکھو تمہاری طرح بلکہ تم سے بہتر لوگ اس خاک کے نیچے سو رہے ہوں، کیڑوں مکوڑوں نے انہیں گھیر رکھا ہے ان کی خوبصورتی خاک میں مل گئی تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیزوں کو سپرد خاک کیا تمہارا دل اس جگہ کھانا پینا کیسے گوارا کرتا ہے خواجہ حسن بصریؒ کی اس بات کا ان کے دل پر اثر ہوا اور توبہ کی۔

جور و ظلم کا بیان

ارشاد ہوا کسی مسلمان کو بلاوجہ تکلیف پہنچانا بڑا گناہ ہے اگرچہ اس کو تیسرے درجہ کا گناہ مانا ہے لیکن اہل سلوک کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔

والذین یوذون المؤمنین بغیر ما اکتسبوا وقد احتملوا بھتاناً واثماً مبیناً۔
یعنی مسلمانوں کو ستانا گناہ کبیرہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو اچھا نہیں سمجھتا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہوتے ہیں۔

نور ایمان

فرمایا اللہ کے ذکر سے اور قرآن سننے سے دل نرم نہ ہو یا اعتقاد و ایمان میں زیادتی ممکن نہ ہو بلکہ وہ لہو ولعب کی طرف ہی لگا ہو تو یہ بڑا گناہ ہے۔ کلام پاک میں ہے:
"انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایماناً وعلی ربھم یتوکلون۔"
یعنی یقیناً پکے مسلمانوں کی نشانی یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر ہو تو ان کے دل روشن ہو جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے آیات قرآنی کی تلاوت ہوتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔

ذکر الٰہی ادب اور استغراق

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گزرے جو اللہ کے ذکر میں ہی مذاق میں مبتلا تھے ان کے دل پر ذکر سے اثر نہ ہوا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کھڑے ہو کر فرمایا یہ تیسرا گروہ منافقوں کا ہے۔
بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ ابراہیم خواصؒ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو ذکر الٰہی کر رہے تھے جب حضرت خواجہ ابراہیمؒ نے اللہ جل شانہ کا نام سنا تو حالت ذوق و شوق میں رقص کرنے لگے بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی ہر بار ہوش آتے ہی اللہ کا نام زبان پر جاری ہوتا اور پھر مستغرق ہو جاتے اور ہوش نہ رہتا سات دن رات یہی عالم رہا ہوش آنے پر وضو کر کے نماز ادا کی جب سجدہ میں گئے یا اللہ کہا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یہ بیان کر کے خواجہ بزرگ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور یہ قطعہ فرمایا:

عاشق بہ ہوائے دوست بیہوش بود
وز یاد محبّ خویش مدہوش بود
فردا کہ بحشر خلق حیراں باشند
نام تو درون سینہ و گوش بود

والدین کی خدمت اورزیارت

حضرت شیخ جلال الدینؒ اور حضرت محمدؒ اوحد چشتی بھی مجلس میں تھے اہل سلوک کے نزدیک پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے یہ ذکر ہو رہا تھا کہ:

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا جو اولاد اپنے والدین کو خالص اللہ کے واسطے دیکھتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال میں حج مقبول کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ حضرت بایزیدؒ سے کسی نے پوچھا تم نے یہ دولت کیسے حاصل کی جواب دیا والدین سے۔ ایک دفعہ سردی کی رات تھی آدھی رات کو میری والدہ نے پانی کا آبخورہ طلب کیا جب پانی لایا تو اس دوران ان کی آنکھ لگ گئی جگانا مناسب نہ سمجھا اور سرہانہ آبخورہ لے کر کھڑا رہا آخری شب میں ان کی آنکھ کھلی انہوں ے آبخورہ میرے ہاتھ سے لینا چاہا جو سردی کی شدت سے میرے ہاتھ پر چپک گیا تھا میرے ہاتھ کی کھال کھنچی چلی گئی۔ ماں اس تکلیف کو کیسے دیکھ سکتی تھی فوراً مجھے بغل میں لے کر میری پیشانی کو چوما اور کہا اے جان مادر تو نے بڑی تکلیف اٹھائی بعد ازاں میرا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگی اے اللہ تو میرے فرزند کو بخش دے ان کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں سے یہ نعمت بے بہا مجھے بخش دی۔

قرآن شریف کی زیارت اور تلاوت کا بیان

فرمایا دوسری عبادت زیارت قرآن پاک کرنا ہے جو شخص قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھے اس کو دو ثواب ملتے ہیں پہلا زیارت قرآن مجید دوسرا ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں اس کے اعمال میں شامل کی جاتی ہیں اور دس برائیاں اعمال سے ہٹا دی جاتی ہیں۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے حضرت خواجہ بزرگ سے دریافت کیا؟ سفر اور لڑائی میں کلام

پاک لے جانا چاہیے یا نہیں، خواجہ بزرگؒ نے فرمایا دور ابتداء میں اسلام پھیلا نہیں تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام مجید ساتھ نہیں لے جاتے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن پاک کہیں چھوٹ جائے اور کفار کے قبضہ میں چلا جائے اور صحیفہ مقدسہ کی بے حرمتی ہو اب اسلام قوی ہو گیا ہے مسلمان ہر طرف پھیل گئے ہیں اب کوئی ایسا ڈر نہیں ہے، کلام پاک ساتھ رکھنا چاہیے۔

جو قرآن مجید ادب سے دیکھتا ہے اس کی آنکھوں کی روشنی بڑھ جاتی ہے اور آنکھیں نہیں دکھتی ہیں۔

علماء کی زیارت

فرمایا اہل سلوک کے نزدیک تیسری عبادت ادب اور عقیدت سے عالم بزرگ کا چہرہ دیکھنا ہے اس نظر سے جس سے زیارت ہوتی ہے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جو اس کے حق میں قیامت تک بخشش کی دعا کرتا رہتا ہے اس کو عالموں کا درجہ عطا فرماتا ہے اور اعلی علیین کا درجہ ملتا ہے۔

جو شخص علماء اور مشائخ سے منہ پھیرتا ہے اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن ریچھ کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔

خانہ کعبہ کی زیارت

چوتھی عبادت خانہ کعبہ کی زیارت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص ادب و خلوص سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے جاتا ہے یہ عبادت ہے اور اللہ اس کے اعمال میں ہزار برس کی عبادت اور حج کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اس کو اولیاء کے درجے میں شمار کیا جاتا ہے۔

مرشد کی زیارت

فرمایا: پانچویں عبادت مرشد کی زیارت ہے اپنے پیرو مرشد کی اطاعت ضروری ہے وہ جو نصیحت کرے اس کو توجہ سے سنے اور اس پر عمل کرے، نماز اور اوراد و وظائف جس کی مرشد نے تاکید کی ہو پابند رہے تو کامیاب ہوگا۔

سخاوت کی فضیلت

خواجہ بزرگؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی: ایک درویش نہایت غریب تھے۔ ان کو فتوحات ہوتی تھیں ان کی عادت تھی کہ آنے جانے والے کے لیے کھانا ضرور رکھتے تھے اتفاق سے دو کامل درویش ان کے مکان پر آ گئے انہوں نے پانی طلب کیا آپ نے پانی کے ساتھ دو جو کی روٹیاں بھی درویشوں کو پیش کر دیں۔ درویشوں کو کھانے کی حاجت بھی تھی دونوں کا مشورہ ہوا اس شخص نے تو اپنا کام کر دیا اب ہمیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے آخر یہ طے پایا اس کو دین و دنیا دونوں دینا چاہیے دونوں نے دعا کی اور رخصت ہوتے ہوئے اللہ نے درویشوں کی دعا قبول کی اور دین و دنیا کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

اللہ کی دوستی

خواجہ بزرگؒ نے بخارا کے سفر میں ایک نہایت ذاکر و شاغل بزرگ کو استغراق میں دیکھا یہ نابینا تھے، وجہ نابینائی کی دریافت کی تو یہ واقعہ بیان فرمایا کہ جب میں دوستی کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گیا جہاں عظمت و وحدانیت کی تجلیات میری نظر میں تھی ایک روز اتفاق سے میری نظر غیر پر پڑ گئی غیب سے آواز آئی دعویٰ ہماری محبت کا اور نظر غیر پر۔ مجھ پر شرمندگی طاری ہوئی اور دعا کی کہ تیرے جمال کے سوا یہ آنکھیں غیر دیکھیں تو اندھا ہونا بہتر یہ الفاظ ختم ہوتے ہی بینائی جاتی رہی۔

اس کے بعد خواجہ بزرگؒ نے فرمایا حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد ان کو حکم دیا نماز پڑھو جب حضرت آدم نماز پڑھتے تو یہ کیفیت ہوتی کہ ''جب آپ قیام میں ہوتے تو دل صحبت حق میں جان منزل قرب میں اور سر وصل یار میں۔''

اللہ کی محبت

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا کسی نے خواجہ شبلیؒ سے دریافت کیا کہ اس درجہ عبادت و ریاضت کے باوجود آپ پر خوف رہتا ہے۔ خواجہ شبلیؒ نے فرمایا اس کے دو اسباب ہیں۔ پہلا مجھے ڈر لگا رہتا

ہے کہ میرا مولا مجھے اپنے در سے یہ کہہ کر نہ ٹھکرادے کہ تو اس دربار کے قابل نہیں ہے۔ دوسرا میرے دل میں خوف رہتا ہے کہ مرتے ہوئے ایمان سلامت نہ رہا تو تمام عمر کی عبادت اکارت گئی پھر ارشاد ہوا خواجہ شبلیؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر تھا محبت کا تذکرہ ہوا اس شیخ نے عرض کیا شقاوت کیا ہے خواجہ شبلیؒ نے فرمایا شقی گناہ کر کے اپنی قبولیت کی توقع رکھے پھر فرمایا ایک مرتبہ حضرت داؤد طائیؒ جب عبادت کر کے باہر آنکھیں بند کیے تشریف لائے ایک بزرگ نے وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا پینتالیس سال سے آنکھیں بند کی ہیں کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ کروں اور غیر کو نہ دیکھوں میرا عہد ہے ان آنکھوں سے دوست کا ہی دیدار کروں گا پھر ارشاد ہوا ایک بزرگ فرماتے تھے روز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اولیاؤں کے عملوں کا معائنہ کرو جب یہ گروہ ہماری دوستی اختیار کر لیتا ہے تو ہر طرف سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔

عارفوں کا ذکر

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا عارف اس کو کہتے ہیں جس پر غیب سے ہزاروں تجلیاں رونما ہوں اور ایک ہی وقت میں ہزاروں اور کیفیتیں عیاں ہوں۔

عارف وہ ہے جس کو تمام جہاں کی خبر ہو ایک بات کو ہزار انداز سے بیان کر دے محبت کی باریکیوں کو کھول کھول کر سامنے رکھ دے۔ عارف وہ ہے جو ہر وقت دریائے عشق میں رہے اور باہر آئے تو اسرار و انوار الٰہی کی بیش بہا موتی نکال کر جوہریوں کے سامنے رکھ دے اور مرغوب نظر ہو۔

عارف کے دل پر شب و روز عشق کی کیفیت طاری رہتی ہے وہ قدرت کی صناعی دیکھتا ہے اور حیران ہو جاتا ہے، اٹھتے بیٹھتے دوست کی یاد اور تصورات میں رہتا ہے سوتے ہوئے عالم حیرت میں رہتا ہے، جاگتا ہے تو عظمت الٰہی کے گرد طواف کرتا ہے۔ کسی لمحہ دوست کی یاد سے غافل نہیں رہتا۔

خواجہ بزرگؒ نے دسویں مجلس میں چند بزرگوں کے عارفانہ کلمات بیان فرمائے۔

۱۔ خواجہ شبلیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ عارف کی کیا پہچان ہے فرمایا کہ جو خاموش رہے اور غمگین نظر آئے یہی عارف کی بزرگی کی علامت ہے۔

۲۔ حضرت خواجہ ذوالنون مصریؒ مسجد کگری میں اپنے ہم مشرب کے ساتھ موجود تھے کہ ایک صوفی نے عارف اور صوفی کی تعریف معلوم کی حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ وہ گروہ جو بشریت کی کدورت کو نکال دے دل صاف کرے اور دنیا و خواہشات سے دور ہو جائے وہ عارف وصوفی ہے اور اعلیٰ مراتب پر پہنچنے کے لیے خود کو جس قدر فنافی اللہ کرے اور مخلوق کی محبت چھوڑ کر اللہ کا عشق پیدا کرے۔

عارفوں کی پہچان

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا جب عارف پر کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اس عالم میں ہزاروں فرشتے جو مراتب وصفات کے لحاظ سے اعلیٰ مقام رکھتے ہوں سامنے آ جائیں تو ان کی جانب آنکھ نہیں اٹھاتا اور اپنے حال میں بے خود سرشار رہتا ہے۔

عارف کی دوسری پہچان یہ ہے کہ اس کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ نظر آئے گی اور اس کی مسکراہٹ کا سبب یہ ہے کہ جب وہ عالم ملکوت کی سیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے قربت رکھنے والی ہر شے کا جلوہ انہیں تبسم لیے نظر آتا ہے اور وہ ان کے لبوں کو تبسم بخش دیتا ہے۔

پھر فرمایا عارف پر ایک حال وارد ہوتا ہے اس عالم میں ان کا ایک قدم زمین سے اور عرش در عرش سے حجاب عظمت پر پہنچا دیتا ہے اس طرح وہ حجاب کبریا تک پہنچ جاتے ہیں اور دوسرا قدم اٹھاتے ہیں تو اپنے مقام پر لوٹ آتے ہیں۔

اس ذکر سے خواجہ بزرگؒ چشم برآب ہوئے اور فرمایا یہ عارفوں کا ادنیٰ درجہ ہے عارف کامل کا درجہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس مقام تک پہنچ کر کب عالم ظاہر پر آتا ہے۔

عارف کا درجہ

عارف اپنے دل میں نور الٰہی اور کشف پیدا کر لے یہ کمال حاصل کرنے کے بعد اس میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جو شخص کرامت اولیاء کا منکر ہو تو بزور کرامت اس کو قائل کر دے۔

عارف کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ کی صفتیں اس پر ظاہر ہونے لگیں، حضرت بایزیدؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ راہ طریقت میں کس مقام پر ہو آپ نے فرمایا کہ اس مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ جب دونوں انگلیوں کے درمیان نظر ڈالتا ہوں تو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے مجھے نظر آجاتا ہے۔

عارف کی شناخت

ارشاد ہوا، خواجہ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ عارف کی پہچان یہ ہے کہ دنیا کو ترک کر کے خاموشی اختیار کرلے۔

پر فرمایا عارف وہ ہے جو اپنے دل کو ہر طرح کے خیال سے صاف کرلے اور فردانیت (یکتائی) اختیار کرلے جس طرح اللہ کی ذات یکتا ہے جب یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو دنیا کی ہر شے عارف کے قبضے میں ہو جاتی ہے وہ اس کیفیت میں کسی شے کو خاطر میں نہیں لاتا او ر دنیا اس کو بے حقیقت نظر آتی ہے۔

ارشاد ہوا عارف کا کمال یہ ہے کہ دوست کی راہ میں اپنی ہستی کو فنا کردے اور روز قیامت عظیم علماء کی یہ حالت ہوگی کہ محبت الٰہی کے شوق میں وہ اپنے علم اور عبادات کو بھول جائیں گے!ور ان کے دل میں یہی تمنا ہوگی کہ محبوب حقیقی کا جلوہ نظر آئے اور یہی کیفیت طاری رہے، فرمایا ابتدائی مراحل میں عارف اپنے شوق وعرفان کے حالات سب سے کہہ دیتا ہے عاشق کو اپنی ہر منزل یاد رکھنا چاہیے، جب تک وصل نہ ہو عاشق کے لبوں پہ فریاد رہتی ہے دریا کی روانی کا شور اس وقت تک سنائی دیتا ہے جب تک وہ سمندر سے نہ مل جائے۔

عارف وہ ہے جو اپنا ایک سانس ذکر الٰہی کے بغیر ضائع نہ ہونے دے پھر ارشاد ہوا کہ میرے پیرو مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے فرمایا ہے کہ جس شخص میں تین خصلتیں ہیں وہ اللہ کا دوست ہے۔ پہلی دریا کی طرح سخاوت۔ دوسری آفتاب کی طرح شفقت، تیسری زمین کی طرح تواضع۔

سلوک کا بیان

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا کہ بعض مشائخ نے سلوک کے سو درجے بتائے ہیں۔ سترہویں درجہ میں کشف وکرامات کا اظہار ہوا ہے۔ تہتر درجہ اور طے کرنے کے بعد کرامات ظاہر کرے۔

چشتیہ خاندان میں چند بزرگوں نے سلوک کے پندرہ درجے بتائے ہیں پانچواں درجہ کشف وکرامات کا ہے، ہمارے بزرگوں کا فرمان ہے کہ پندرہ درجے طے کرنے کے بعد انسان کامل ہو جاتا ہے اس کے بعد کشف وکرامات کا اظہار ہو تو کوئی تعجب بات نہیں۔

ارشاد ہوا اہل سلوک نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت جنید بغدادیؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ دیدار الٰہی کیوں نہیں چاہتے آپ نے فرمایا موسیٰ نے چاہا پھر بھی ناکام رہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر تمنا کے اللہ جل شانہ نے یہ دولت عطا فرمائی جب بندہ کو بھلے برے کی تمیز نہیں تو راضی برضا رہے جب وہ اس لائق سمجھے گا تو حجاب کے پردے خود اٹھ جائیں گے اور تجلی نظر آئے گی۔

عشق کا بیان

ارشاد ہوا عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہے جو شے اس میں گرتی ہے ختم ہو جاتی ہے۔ محبت کی آگ ہر آگ سے تیز ہے۔

فرمایا ایک روز حضرت بایزیدؒ مقام قربیت میں تھے کہ غیب سے آواز آئی اے بایزید یہ مبارک گھڑی ہے جو چاہے مانگ لے عطا ہوگا، بایزیدؒ نے سر سجدہ میں رکھ کر عرض کیا اے پروردگار تو جو عطا فرمائے میں اس پر راضی ہوں۔ آواز آئی تجھے آخرت عطا ہوئی آپ نے عرض کیا اے اللہ یہ تو دوست کے لیے قید خانہ ہے پھر آواز آئی اے بایزیدؒ جنت و دوزخ عرش وکرسی اور جو کچھ ہماری ملکیت میں ہے تجھے سب عطا کیا عرض کیا مولیٰ جیسی تیری مرضی پھر آواز آئی اچھا تو اپنے مطلب کا اظہار کر و عرض کیا اے اللہ تو دلوں کا حال جاننے والا ہے آواز آئی اے بایزیدؒ تو مجھے مانگ رہا ہے اگر میں تجھے طلب کروں تو کیا کرے گا بایزیدؒ نے یہ سنتے ہی عرض کیا اے اللہ تیری بزرگی اور جلال کی قسم اگر تو مجھے طلب کرے تو میدان حشر

میں دوزخ کے پاس جا کر کھڑا ہو جاؤں گا اور ایک نعرہ بلند کروں گا دوزخ کی آگ بجھ جائے گی آتش محبت کے سامنے آتش دوزخ کیا چیز ہے پھر غیب سے آواز آئی اے بایزید تو نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔

حضرت رابعہ بصریؒ کا جذبہ عشق

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا حضرت رابعہ بصریؒ ایک رات کو جذبہ عشق میں کہنے لگیں الحریق الحریق۔ میں جلی لوگ یہ سن کر آگ بجھانے دوڑے ایک درویش کامل نے لوگوں کو آتا دیکھ کر کہا تم اس آگ کو نہ بجھا سکو گے رابعہ کے دل میں آتش محبت بھڑک رہی ہے جس کی وجہ سے وہ میں جلی میں جلی کہہ رہی ہے اس کے دل میں دوست نے گھر بنا لیا ہے اور اب وہ آنے کو ہے یہ آگ بجھ جائے گی۔

عشق منصورؒ

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا کہ حضرت منصور حلاجؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ عشق دوست میں درجہ کمال کیسے حاصل کیا جائے فرمایا محبوب کی حکومت میں عاشق کے ساتھ طرح طرح کی جور و بے اعتنائی کا برتاؤ کرے اور عاشق ذرہ برابر بھی محبت کے اصولوں سے نہ بڑھے اور محبوب کی رضا میں سر نیاز جھکائے ہر وقت حکم بجا لانے پر کمر بستہ رہے اور مشاہدہ دوست میں مستغرق ہو جائے۔ دین و ایمان کی خبر نہ رہے، خواجہ بزرگ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور زبان سے یہ شعر ادا ہوا:

خود بردیاں جو بندہ گیرند عاشقاں پیش شاں چنیں میرند
(خوبرو خوب کام کرتے ہیں عاشقوں کو غلام کرتے ہیں)

دیدار دوست

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا بغداد کے قبہ کے سامنے ایک عاشق کے ہزار کوڑے مارے گئے لیکن اس میں ذرہ برابر بھی حرکت نہ ہوئی اور کوئی احساس نہ ہوا، ایک بزرگ نے حال دریافت

کیا، جواب دیا میں اپنے محبوب کے دیدار میں محو تھا، مجھے کچھ خبر نہیں میرے ساتھ کیا ہوا۔

ارشاد ہوا امام غزالیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے ایک دفعہ بغداد کے بازار میں ایک ہوشیار آدمی کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے لوگوں نے دیکھا کہ بجائے کسی رنج و تکلیف کے اس کے چہرے پر تبسم کے آثار نمایاں ہیں ایک شخص نے دریافت کیا کیا وجہ ہے کہ تم نے اس مصیبت کی پروانہیں کی، جواب دیا کہ میرے سامنے میرا محبوب جلوہ افروز تھا اور میں تجلیات دوست میں محو تھا مجھے تکلیف کا احساس تک نہیں، مجھے معلوم نہیں میرے ساتھ کیا ہوا۔

یہ واقعہ بیان کر کے خواجہ بزرگؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ شعر ارشاد ہوا:

او بر سر قتل و من در حیرانم ۔۔۔ کاں راندن تیغش چہ نکوی آید
وہ میرے قتل پہ آمادہ ہو حیرانی ہے ۔۔۔ مجھ کو محبوب پہ انداز ستم رانی ہے

اچھی صحبت

اس مجلس میں بہت سے بزرگ موجود تھے اچھی صحبت کا ذکر ہو رہا تھا، خواجہ بزرگؒ نے یہ حدیث بیان فرمائی الصحبت تاثرون ساعة (صحبت کے اثرات لازمی ہیں)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اگر کوئی بد نیکوں کی صحبت اختیار کرے تو نیک بن جاتا ہے اور اگر کوئی نیک بروں کی صحبت میں بیٹھے تو بدکار بن جائے گا:

ہر کہ یافت از صحبت یافت
(جس نے حاصل کیا صحبت سے حاصل کیا)

فقیری کا بیان

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ کوئی فقیر کہلانے کا مستحق کب ہوتا ہے فرمایا کہ انسان کے بائیں جانب کا فرشتہ جس کا کام برائی لکھنے کا ہے اگر آٹھ سال تک اس کو برائی لکھنے کا موقع نہ ملے تو ایسا آدمی فقیری کے خطاب سے یاد کیے جانے کا مستحق ہے ورنہ اس کو فقیر نہیں کہہ سکتے۔

توکل کا ذکر

ایک مجلس جس میں مولانا بہاؤالدین شیخ احمد الدین کرمانیؒ اور دیگر درویش موجود تھے، عارفوں کے توکل کا تذکرہ ہورہا تھا، خواجہ اعظمؒ نے فرمایا عارفوں کا توکل یہ ہے کہ بجز اللہ کے کسی پر بھروسہ نہ کرے اور نہ کسی کی جانب رغبت کرے دراصل متوکل کہلانے کا وہ مستحق ہے جو رنج و تکلیف کسی پر ظاہر نہ ہونے دے اور نہ ہی شکوہ و شکایت زبان پر لائے، ایک بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ توکل کی نشانیاں کیا ہیں جواب دیا متوکل کہلانے کا وہ شخص مستحق ہے جس پر عشق و محبت کا غلبہ اس طرح طاری ہو کہ سوائے اللہ کے کسی اور کو نہ دیکھے۔

ارشاد ہوا ایک بزرگ سے سنا ہے چند باتیں جب تک کسی میں نہ ہوں وہ عارف نہیں کہلاتا۔

(۱) جو موت کو عزیز جانے (۲) جو رنج و خوشی میں اللہ کے ذکر سے رغبت رکھے (۳) جو دوست کی تجلیوں میں بے قرار ہو جائے (۴) جو دوست کے تخیل و تصور سے مسرور ہو جائے۔

توبہ کا بیان

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا توبہ کے کئی درجے ہیں (۱) جن لوگوں میں جہالت کا مادہ ہو گریز کرو (۲) باطل پرستوں سے دور رہنے کی کوشش کرو (۳) جو کلام اللہ کے منکر ہوں ان کی طرف منہ نہ کرو۔ جو اللہ کے محبوب بندے ہوں ان کی صحبت اختیار کرو (۴) نیکیوں کی جانب توجہ کرو (۵) توبہ کو لازمی سمجھنا چاہیے اور توبہ صحیح طریقہ سے کرنا چاہیے (۶) ظلم اور سختی سے خود کو روکو (۷) اپنے قلب کی صفائی کرو۔

جب انسان ان باتوں کی تکمیل کرے تو سمجھنا چاہیے کہ توبہ پوری ہوئی، خواجہ بزرگؒ نے فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سب سے کمزور وہ شخص ہے جس کو زبان پر اختیار نہ ہو اور وہ خواہشات نفسانی کا غلام ہو اور سب سے طاقتور وہ شخص ہے جس کو زبان پر قابو ہو اور خواہشات نفسانی سے منہ پھیر لے۔

شوق ومحبت

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ایک بار کسی نے شیخ ابوبکر شبلیؒ سے دریافت کیا شوق اور محبت میں کس کو فضیلت ہے۔ فرمایا محبت کا مقام زیادہ بلند ہے جب تک محبت پیدا نہیں ہوتی شوق نہیں ہوتا محبت سے شوق پیدا ہوتا ہے شوق محبت کا ایک جزو ہے۔

بہترین عمل

حضرت رابعہ بصریؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ سب سے اچھا عمل کیا ہے فرمایا کہ جو انسان حسن سلیقہ سے اوقات کی تقسیم بہتر بنائے اور عمل پیرا ہو، یہ بات یاد رکھے جب تک انسان رنج وتکالیف سے نہیں گزرتا بندگی کا مقام نہیں ملتا اور جو تکلیف اور صعوبتوں سے گھبرا گیا اس کا محبت کا دعویٰ غلط ہے۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی خواہشات اور تمناؤں کو ختم کر دے تب کوئی مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے جب کہ راضی برضا ہو اہل اللہ اپنی عبادت وریاضت میں عمل پابندی سے کرتے رہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی تعلیمات واقوال

حضرت خواجہ صاحب اخلاق محمدی کا نمونہ تھے آپ نے اپنی تعلیمات سے اخلاق و محبت اخوت، مساوات اور انسان کی زندگی کے ہر گوشہ کو اجاگر کیا ہے۔ اس دور خود پرستی، خودغرضی، مادہ پرستی میں ان کی تعلیمات مشعل راہ ہیں۔ آپ کی تعلیمات نے انسانی قدروں کی نشو ونما کی خلوص ہمدردی، بھائی چارے کا پیغام دیا۔ خدمت خلق کے ذریعہ عوام و خواص کو بلا لحاظ مذہب وملت ایک دھاگے میں پرو دیا۔ آپ نے انا اور تکبر کا بت توڑ کر انسان کے اندر جذبہ محبت و ہمدردی پیدا کی ہے۔ آج ہر شخص تشنگی محسوس کر رہا ہے اور اس کی تلاش میں ہے۔ خواجہؒ کی تعلیمات اس اونچ نیچ نفرت، دشمنی اور سماجی برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ انسان کو انسانی رشتہ سے باندھتی ہیں۔ آج بین الاقوامی سطح پر یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ مساوات اور انصاف قائم ہو۔ سب کو آزادی کے ساتھ برابری کے حقوق ملیں۔ خواجہؒ کی

تعلیمات ہر انسان کے لیے ہیں۔ انفرادیت سے اجتماعی زندگی تک جب یہ اصول عملی رخ اختیار کریں گے تو انسانیت عروج پر ہوگی اور خواجہؒ نے اپنی تعلیمات اور عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی فلاح اور بہتری اخلاق اور خدمت خلق میں ہے۔

تعلیمات

۱۔ بارگاہ خداوندی میں نماز سے قرب حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اور دوزخ کے درمیان سات پردے حائل کر دے گا جس میں ہر ایک پردہ پانچ سو سال کے برابر ہوگا۔

۳۔ جس نے جھوٹی قسم کھائی گویا اس نے اپنے خاندان کو ویران کر دیا۔ اس گھر سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔

۴۔ قبرستان میں قصداً کھانا پینا گناہ کبیرہ ہے جو عمداً کھائے وہ منافق ہے۔

۵۔ مسلمان بھائی کو ستانا کبیرہ گناہ ہے۔

۶۔ آپ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے:

(ا) قرآن شریف کو احترام سے دیکھنا۔

(ب) والدین کو دیکھنا۔

(ج) علماء کرام کو دیکھنا۔

(د) خانہ کعبہ کو دیکھنا۔

(ہ) اپنے پیر و مرشد کو دیکھنا۔

اقوال

۱۔ عارف آفتاب کی مانند ہوتا ہے جو سارے جہان کو روشنی بخشتا ہے جس کی روشنی سے کوئی چیز خالی نہیں رہتی۔

۲۔ توکل حقیقت میں وہ ہے جو خلقت کی مدد کرے اور تکلیف کی شکایت نہ کرے۔

۳۔ تصوف رسوم ہے نہ کہ علوم اور اہل محبت کے انفاس میں ہوتی ہیں۔

۴۔ چار صفتیں جوہر نفس ہیں:

(ا) درویشی میں اظہار غنا۔

(ب) گرسنگی میں اظہار سیری۔

(ج) غم میں خوش ہونا۔

(د) دشمن سے بھی دوستی کرنا۔

(۵) جو عارف عبادت نہیں کرتا وہ حرام روزی کھاتا ہے۔

(۶) ندیوں میں بہتا ہوا پانی شور کرتا ہے لیکن جب سمندر میں جا گرتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔

(۷) اہل عرفان یاد الٰہی کے سوا اور کوئی بات زباں سے نہیں نکالتے۔

(۸) اہل سلوک میں محبت ایک ایسا عالم ہے کہ لاکھوں علماء اس کی سمجھنے کی خواہش کرتے ہیں لیکن ذرہ برابر بھی سمجھ میں نہیں آتا اور زہد میں ایسی طاعت ہے کہ زاہدوں کو خبر نہیں اور اس سے غافل ہیں وہ ایک راز ہے جو دونوں جہاں سے باہر ہے اور جسے اہل محبت اور اہل عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۹) عارفوں کا ایک مرتبہ یہ ہے کہ جب اس مقام پر پہنچتے ہیں کہ تمام عالم اور جو کچھ اس عالم میں ہے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔

(۱۰) جب بندہ سراپا تقویٰ اور سراسر شریعت کا پابند ہو جاتا ہے تب مقام طریقت پر آتا ہے اور اس کو معرفت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۱) نماز میں جس قدر اطمینان، حضوری قلب و مشغولی ہوتی ہے اسی قدر قرب الٰہی ہو جاتا ہے۔

(۱۲) بھوکوں کو پیٹ بھر کھانا کھلانا، غریبوں کی فریاد سننا، حاجت روائی کرنا، درماندوں کی دستگیری کرنا اس سے بہتر عذاب دوزخ سے بچنے کے لیے کوئی عمل نہیں۔

آپ کے مشہور خلفاء

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ

آپ غریب نوازؒ کے خلیفہ اعظم، سلسلہ چشتیہ کے روشن چراغ، نہایت کامل و واصل درویش، علوم صوری ومعنوی سے آراستہ کمالات باطنی اور درجات روحانی سے پیراستہ۔

آپ کی ولادت قصبہ اوش میں ہوئی آپ سادات میں سے ہیں، بچپن ہی سے کرامات کا اظہار ہوا، مولانا ابوحفص سے تعلیم پائی جو اپنے دور کے کامل بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ وحضرت شیخ احدالدین کرمانیؒ سے فیض حاصل کیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے آپ کو دلی لگاؤ تھا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ خواجہؒ کے سفر میں ساتھ ساتھ رہتے آپ کو خرقہ خلافت عطا ہوا اور جانشین مقرر ہوئے۔

خواجہ غریب نوازؒ آپ کو پیارے بختیار کہتے تھے، لفظ کاکی آپ کے نام میں شامل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا وقت کثرت عبادت صوم وصلوٰۃ میں گزرتا اور بھوک کی شدت کے بعد مصلیٰ کے نیچے سے کاک (چھوٹی خمیری روٹی) نکال کر کھالیا کرتے تھے۔

ایک روز محفل سماع گرم تھی اس شعر پر کیفیت طاری ہوگئی:

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر ست

چار روز اسی استغراق کی حالت میں گزر گئے آپ کا سر قاضی حمیدالدین ناگوریؒ کی طرف اور قدم مولانا شیخ بدرالدینؒ کی جانب تھے آپ نے قاضی حمیدالدینؒ کو ارشاد فرمایا خرقہ، عصا، نعلین ومصلیٰ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے سپرد کر دو۔

۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو وصال ہوا آپ کا مزار دہلی کے قریب مہرولی میں ہے اور زیارت گاہ خواص وعام ہے اور فیض جاری ہے، سالانہ عرس کی تقاریب ہوتی ہیں۔ اجمیر شریف میں خواجہ قطب الدین کا چلہ ہے اور ہر ماہ ۱۴ تاریخ کو بعد نماز عصر درگاہ کی جانب سے دیوان خواجہؒ کی قیادت میں محفل سماع اور فاتحہ ہوتی ہے، چلہ پر عرس کی سالانہ تقاریب بھی ہوتی ہیں۔

سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ

قطب صاحب کے بعد آپ کا درجہ ہے، آپ بڑے عارف اور کامل بزرگ تھے۔

ایک روز حضرت خواجہ بزرگؒ خوش تھے، حاضرین میں کسی نے دنیا مانگی کسی نے عقبیٰ، بعدازاں آپ نے حضرت صوفی حمید الدین سے دریافت کیا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، حضرت صوفی نے عرض کیا کہ میری کیا مجال کہ سوال کروں جو مولا چاہیں وہی چاہتا ہوں پھر آپ نے خواجہ قطب الدینؒ کی طرف متوجہ ہوئے کہ تو بھی جو چاہے طلب کر لے، قطب صاحب نے جواب میں عرض کیا:

ہرچہ تو خواہی بخواہم روئے سر بر آستانم
بندہ را فرماں نباشد ہرچہ فرمائی برآنم

آپ نے دونوں سے خوش ہو کر فرمایا سلطان التارکین حمید الدین صوفی، قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکیؒ۔

حضرت صوفی حمید الدین کے لیے آپ نے دعا کی تھی کہ دنیا و آخرت میں معزز رہے اور سلطان التارکین کے خطاب سے نوازا تھا۔

ایک روز خواجہ بزرگؒ نے ارشاد کیا کہ اولاد معین الدین وحمید الدین ایک ہے۔
(سیر العارفین)

خواجہ غریب نوازؒ کی حیات ظاہری میں کوئی رشتہ داری قائم نہیں ہوئی تھی لیکن یہ بات صحیح ثابت ہوئی، حضرت خواجہ حسین ناگوریؒ نبیرہ صوفی حمید الدین ناگوریؒ نے اپنی صاحبزادی کا عقد خواجہ نور الدین طاہر بن شیخ تاج الدین بایزید نبیرہ خواجہ غریب نوازؒ سے کر دیا۔ اس کے بعد کئی اور عقد اس خاندان میں ہوئے اور آج بھی رشتہ داری قائم ہے۔

صوفی حمید الدین ناگوریؒ کا وصال ۲۹ ربیع الثانی ۶۷۳ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار ناگور میں مرجع خلائق ہے۔ سالانہ عرس کی تقاریب بھی ہوتی ہیں۔

حضرت خواجہ فخر الدینؒ

آپ خلف اکبر حضرت خواجہ اعظم ہیں آپ نے منازل سلوک سایہ عاطفت پدری میں طے کیں اور جلد عارف کامل بن گئے، مفصل حالات خواجہ بزرگؒ میں پچھلے صفحات میں آ چکے ہیں۔ موضع مانڈل میں کاشت کرتے تھے۔ ۵ شعبان ۶۶۱ھ میں وصال ہوا، عہد جہانگیر کی کتاب ''اذکار ابرار'' مصنف محمد غوثی شطاری مانڈوی اور مؤلف ''مراۃ الاسرار'' صوفی عبدالرحمٰن نے مزار کا مقام نہیں دیا۔ موجودہ سجادہ نشیں مانڈل عرس میں شرکت کرتے ہیں۔ خدام صاحبان سرواڑ شریف چادر لے جاتے ہیں۔

حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ

آپ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ اعظم اور مرید ہیں۔ ایک عرصے تک بدایوں میں رہے جو علم وادب کا مرکز تھا اور شیوخ کا مسلک، سہروردیؒ سماع سے موانست نہ رکھتے تھے جبکہ قاضی حمید الدین سماع کے دلدادہ تھے آپ کو ہندوستان میں سماع کا موجد سمجھا جاتا ہے۔ [۳۰]

ہمارا خیال ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری جو سماع کو روحی غذا سمجھتے تھے اپنے پیرو مرشد حضرت سہروردی کے مسلک میں نہ پا کر حضرت خواجہ کی جانب رجوع ہوئے جہاں سلسلہ چشتیہ میں سماع روا تھا اس طرح آپ حضرت غریب نوازؒ کے بھی مجاز تھے۔ (مولف)

آپ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے ساتھ محفل سماع میں اکثر رہتے تھے۔ ایک محفل سماع میں حضرت قطب الدینؒ پر کیفیت طاری ہوئی اور وصال بھی ہوا تو حضرت قطب صاحبؒ کا سر آپ کی جانب تھا۔

حسب تحریر خزینۃ الاصفیاء آپ کا وصال ۱۰ ربیع الثانی ودیگر مورخین کے نزدیک ۱۰ رمضان المبارک ۶۵۸ھ ہے اور ۶۴۳ھ آپ کی عمر ۱۸۰ سال ہوئی۔ آپ کے سات لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں آپ متبحر عالم اور بزرگ کامل تھے آپ کی تصانیف میں ''شرح اسمائے حسنٰی'' ''شرح چہل حدیث'' کے علاوہ کئی کتابیں ہیں۔ [۳۱]

حضرت شیخ معین الدینؒ

ان بزرگ کے متعلق مفصل حال معلوم نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ دہلی سے روانہ ہوئے تو حضرت قطب الدین کاکیؒ کا وصال ہو گیا تھا۔ حسب تحریر (مسالک السالکین) آپ خلفاء خواجہ بزرگؒ میں سے ہیں۔

حضرت شیخ وجیہہ الدین خراسانیؒ

بموجب آفتاب اجمیر زمانہ خلافت ۵ صفر ۶۰۰ھ اور وصال ۱۱ رجب ۶۷۶ھ ہے مزار ملتان اور حسب ماہتاب اجمیر تاریخ وصال ۹ جمادی الآخر ۶۴۵ھ اور مزار ہرات میں ہے۔

حضرت شیخ احمد قہرؒ

بموجب آفتاب اجمیر زمانہ خلافت ۲۹ محرم ۵۹۹ھ اور وصال کی تاریخ ۱۳ محرم ۶۰۳ھ اور مزار ہرات میں ہے۔

حضرت شیخ برہان الدین بدوؒ

زمانہ خلافت ۳ رمضان ۵۵۲ھ اور تاریخ وصال ۱۴ رجب ۶۶۴ھ مزار اجمیر میں ہے۔ (آفتاب اجمیر)

عبداللہ بیابانی (اجے پال جوگی)

زمانہ خلافت ۵۸۹ھ تاریخ وفات ۶۳۸ھ (آفتاب اجمیر) مفصل حالات کرامات میں دیکھیے۔

حضرت شیخ محمد ترکؒ

آپ خواجہ عثمانی ہارونیؒ کے خلیفہ ہیں نارنول (صوبہ ہریانہ موجود ہے) آ کر قیام کیا۔ آپ بھی خواجہ غریب نوازؒ کے مجاز تھے۔ وصال ۶۴۲ھ میں ہوا مزار نارنول میں ہے۔

حضرت شیخ علی سنجریؒ

زمانہ خلافت ۳ رجب ۶۰۸ھ (آفتاب اجمیر) آپ کے سپرد خلافت نامہ لکھنے کی خدمت تھی۔ کئی تذکروں میں آپ کے واقعات ملتے ہیں آپ کا مزار مینار مسجد کے نیچے مسجد قوۃ السلام میں ہے۔ (تذکرہ اولیاء ہند)

شیخ وحیدالدین خراسانیؒ

زمانہ خلافت ۱۱ ربیع الاول ۶۱۴ھ اور تاریخ وصال ۹ جمادی الثانی ۶۴۵ھ مزار ہرات میں ہے۔ (آفتاب اجمیر)

حضرت شیخ صدرالدین کرمانیؒ

زمانہ خلافت ۲ ربیع الاول ۶۰۹ھ ہے۔ (آفتاب اجمیر)

حضرت بی بی حافظہ جمالؒ

آپ حضرت غریب نوازؒ کی صاحبزادی ہیں، مفصل حالات اولاد غریب نواز میں بیان کیے جاچکے ہیں۔

حضرت شیخ مہتا مستاؒ

(خزینۃ الاصفیاء) مفصل حالات معلوم نہیں۔

حضرت شیخ یادگار محمد سبزہ واریؒ

زمانہ خلافت ۵۸۸ھ (آفتاب اجمیر) ہرات۔

سلطان مسعود غازیؒ

غالباً ان کو سالار غازی کئی کتابوں میں لکھا ہے، مزار اجمیر ہے جو سالانہ غازی کے نام سے موسوم ایک چھوٹی پہاڑی یا ٹیلہ ہے۔

حضرت امام الدین دمشقیؒ

آپ دمشق سے ہندوستان آئے اور خواجہ بزرگؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا آپ کا فیض صحبت پا کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا وصال ۱۷ ربیع الاول ۵۷۵ھ کو اجمیر میں ہوا اور مزار خواجہ بزرگ کے پا انداز ہے۔ (آفتاب اجمیر)

سعدی دیو (سادھو رام دیو)

یہ پجاریوں کا سردار، منتر اور علم نجوم میں کامل تھا۔ ایک ہجوم کے ساتھ خواجہؒ اور ساتھیوں پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ خواجہؒ صاحب کے جمال و جلال کو دیکھ کر قدموں میں گر گیا اور ساتھیوں کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا۔ آپ نے سعدی دیو نام تجویز فرمایا:

دیکھ کر اندازہ تبلیغ مبارک کا کمال — بن گئے شیخ حرم ہو کر مسلماں برہمن
قل ھو اللہ احد کے نغمہ توحید سے — آ گئی خود بت پرستوں میں ادائے بت شکن

علامہ انور صابری

——*

مبلغ اعظم ہند

جب کبھی ظلمت وتاریکی کے بادل دنیا پر چھائے ہیں اور لوگ اس خوفناک اندھیرے میں راہ انسانیت سے بھٹک کر ذلت ومصیبت کے گڑھوں میں گرنے لگے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو شمع ہدایت بنا کر بھیجا ہے تا کہ راہ مستقیم پر چل کر نجات پائیں اور ہلاکت سے بچ جائیں ان میں سے وہی لوگ امن وعافیت میں رہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق جیسی نعمت عطا فرمائی چنانچہ حضرت آدمؑ سے یہ سلسلہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا اس کے بعد نہ کوئی پیغمبر پیدا ہوا اور نہ ہوگا لیکن العلماء ورثۃ الانبیاء کے تحت لوگ علماء اور ولیوں کے ذریعہ رشد وہدایت پاتے رہیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ ہر زمانہ میں ولی، قطب پیدا کیے ہیں اس لیے یہ نہ ٹوٹنے والا سلسلہ اسلام میں باقی ہے، ولیوں کو پیغمبروں جیسی صفات عطا فرمائی ہیں تا کہ باطل کا مقابلہ کر سکیں، ولی علم شریعت میں یکتا اور علم معرفت میں کامل ہوتے ہیں، کوئی ولی جاہل نہیں گزرا، جس نے ولی کی صحبت اختیار کی اس کی زندگی کی کایا پلٹ گئی:

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حضرت خواجہ بزرگؒ علوم صوری ومعنوی سے آراستہ وپیراستہ تھے۔ آپ اخلاق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے جب آپ کو روحانی سلطان الہند بنا کر بھیجا گیا اس وقت شمالی ہندوستان اور ساحلی علاقے واقف اسلام ہو چکے تھے تاہم ایک بہت بڑا علاقہ ابھی ہدایت سے دور تھا۔ چھوت چھات اونچ نیچ اور دیگر برائیوں میں لوگ گھرے ہوئے تھے اور حق و انصاف سے محروم تھے۔

حضرت خواجہ بزرگؒ عطائے رسول بن کر آئے تھے اور حق و وحدانیت کا پیغام لے آئے تھے اور اسی کی تبلیغ فرماتے تھے۔ آپ پیکر ایمان و یقیں، سراپا محبت اور اوصاف حمیدہ کا مجموعہ تھے، شفقت ہمدردی اور رحم جیسی خوبیاں لے کر ہدایت کے لیے آئے تھے، لوگ آپ کے اخلاق اور برتاؤ کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کے پاس نہ تلوار تھی نہ فوج، جس کے خوف اور طاقت سے لوگوں کو منوایا جائے اور نہ ہی دولت و خزانہ تھا جس کا لالچ دے کر تبدیلی مذہب پر آمادہ کیا جائے۔ تنگ نظر مورخین نے اسلام کو تلوار سے پھیلنا لکھا ہے یہ ان کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ البتہ ایسے مواقع ضرور آئے ہیں کہ باطل نے اپنے علوم و فنون ساحری سے آپ کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن آپ کی سچی کرامتوں سے ان کی ایک نہ چلی اور مجبور ہو کر آپ کے قدموں میں گر پڑے۔

دوسرا جواب تنگ نظروں کے لیے یہ ہے کہ اجمیر جو ہندوستان میں اس وقت سب سے بڑی طاقت کا مرکز تھا، جہاں طاقت کا استعمال ناممکن تھا اگرچہ برہمنوں اور اچھوتوں کو کمزور طبقہ مان لیا جائے مگر راجپوتوں کی بہادری اور دلیری سے کون انکار کر سکتا ہے جبکہ راجپوت سرداروں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بخوشی اسلام قبول کیا۔ آپ کی شخصیت میں جاذبیت، کشش اور زبان میں بے پناہ تاثیر تھی۔ ایک بار جو آپ کے روئے کی زیارت کر لیتا یا شرف ملاقات نصیب ہو جاتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور پھر اس سلسلہ کے اکابر و مشائخ تبلیغ اسلام اور رشد و ہدایت میں لگ گئے اور مختلف مقامات اور دور دراز علاقوں تک پھیل گئے اور پوری زندگی تبلیغ اسلام میں وقف کر دی۔ اس طرح چراغان چشتیاں ایک دوسرے کو روشن کر کے ظلمت و تاریکی کو دور کر کے وحدانیت، اخوت و محبت کی راہ آج بھی دکھا رہے ہیں۔

سلطان الہند کے دربار سے لوگ بلا لحاظ مذہب و ملت آج بھی فیوض و برکات حاصل کر رہے ہیں اور دامن مراد بھر رہے ہیں۔

❊ — ❊ — ❊

عملیات ووظائف

ترقی علم کی دعا

حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں ہر روز نماز کے بعد مندرجہ ذیل دعا پڑھی جائے تو علم او رذہن میں ترقی ہوگی۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (۵۵:۲۰)

زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

حضرت خواجہؒ نے حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ورد ہر روز ایک ہزار بار پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

اللهم صل على محمد عبدك و حبيبك ورسولك.

ترقی رزق کی دعا

حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ مہینے کے پہلے جمعہ سے چالیس جمعہ تک بعد نماز مغرب گیارہ مرتبہ "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ (۱۷۳:۳)" پڑھے اور ہر جمعہ کے بعد کاغذ پر مندرجہ ذیل آیت کریمہ لکھ کر کنویں میں ڈالتا جائے۔

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (۷:۱۰) انشاء اللہ غنی ہو جائے گا۔

نجات مرض کے لیے

حضرت خواجہ اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ کھیعص، حمعسق، چینی کی پلیٹ پر لکھ کر

مریض کو پلائیں یا گلے میں تعویذ کی شکل میں ڈالیں انشاءاللہ روبصحت ہوگا۔

حاجت کے پورا ہونے کی دعا

حضرت خواجہ اجمیری کا ارشاد ہے جو شخص ہر فرض کے نماز کے بعد مندرجہ ذیل دعا کو پڑھے گا انشاءاللہ اس کی ہر حاجت پوری ہوگی۔

يَا شَفِيقُ يَا رَفِيقُ نَحْنُ مِنْ كُلِّ يَقِيْن.

روزی میں برکت کے لیے

حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں جو شخص مندرجہ ذیل دعا پڑھے انشاءاللہ روزی میں برکت ہوگی۔

سُبْحٰنَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ. (۴۳:۱۳)

ہر مصیبت سے نجات کے لیے

حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت اس آیت کریمہ کو پڑھنے سے مصیبت سے نجات ملتی ہے۔

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ :(۲۱:۸۷)

دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے

خواجہ اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت دشمن کے سامنے جانا ہو یہ دعا پڑھے۔

يَا سُبُّوحُ يَا قُدُّوْسُ يَا غَفُوْرُ يَا وَدُوْد.

یا سبوح یا قدوس یا غفور یا ودود۔ ہر مرض و درد کے لیے

حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ مقام مرض پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ یہ آیت پڑھ کر دم کرے انشاءاللہ جلد شفا ہوگی۔

وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ (۱۸:۱۸)

شیرینی ثمر کے لیے

حضرت خواجہؒ کا ارشاد ہے کہ مندرجہ ذیل آیت پڑھ کر خربوزہ یا کوئی اور پھل تراشا جائے تو انشاءاللہ شیریں اور لذیذ ہوگا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۱۳۷:۲)

ہر مشکل کے حل کے لیے

حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ مشکل کے وقت سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے اور اس طرح پڑھنی چاہیے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی "م" کو "الحمد" کے "ل" سے ملائے اور ولا الضالین کے بعد تین مرتبہ آمین کہے انشاءاللہ مشکل حل ہوگی۔

پیٹ کے درد کے لیے

حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ درد شکم کے لیے سات مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھ کر دم کرے مریض کو پلائے انشاءاللہ تندرست ہو جائے گا۔

سکرات کی سختی آسان کرنے کے لیے

حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ جس کو سکرات موت کی سختی ہو اس کے پاس نزع کی حالت میں سورہ یٰسین شریف باوضو پڑھے انشاءاللہ سکرات کی سختی آسان ہو جائے گی۔

آسیب سے نجات کے لیے

حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دعا کو تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرنے کے بعد منہ پر اسی پانی کا چھینٹا مارا جائے یا اس کو پڑھ کر کان پر دم کیا جائے اس شخص سے آسیب کا اثر دور ہو جائے گا۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (۱:۲۲)

اسم اعظم

حضرت خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا کہ اسم اعظم یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ایک سو مرتبہ یا حی یا قیوم پڑھ لیا جائے اور اپنی حاجت براری کے لیے اللہ سے دعا کرے۔

زہریلے جانوروں کے کاٹنے کی دعا

حضرت خواجہ اعظمؒ نے فرمایا کہ کسی شخص کو زہریلا جانور کاٹ لے تو اس جگہ انگلی گھماتے ہوئے سات بار مندرجہ ذیل دعا ایک سانس میں پڑھ کر پانی پر دم کرے اور اس کا چھینٹا مارے یا کان پر دم کرے انشاء اللہ زہر کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ (۲۶:۱۳۰)

ادائیگی قرض کے لیے

حضرت خواجہؒ بزرگ نے مندرجہ ذیل آیت ۴۱ دن تک ۵ مرتبہ ہر نماز میں روزانہ پڑھا کریں۔ انشاء اللہ قرض سے نجات ملے گی۔ آیت شریف یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (۳:۲۶-۲۷)

٭—٭—٭

کراماتِ خواجہ اعظمؒ

آپ کی کرامات بہت ہیں جن کا سلسلہ آپ کی حیات ظاہری کے بعد آج تک جاری ہے۔چند کرامات حسب ذیل ہیں۔

یادگار محمد کا تائب ہونا

سبزہ وار کا حاکم محمد یادگار جونہایت فاسق وفاجر، بدمزاج اور ظالم تھا، مزید برآں خلفاء ثلاثہ کے اسمائے گرامی سے اس کو خاص ضد تھی، اس کا ایک سرسبز اور شاداب باغ تھا خواجہ اعظمؒ باغ میں حوض کے قریب تلاوت قرآن کریم میں مشغول ہو گئے اور یادگار محمد کے ملازمین کے کہنے کی پروانہ کی، یادگار محمد اس اثناء باغ میں آ پہنچا آپ کو دیکھ کر ملازمین پر غصہ ہوا کہا اس فقیر کو یہاں سے کیوں نہیں اٹھایا، یہ الفاظ سن کر حضرت خواجہؒ نے یاگار محمد کی طرف دیکھا، نظر ملتے ہی زمین پر گر پڑا اور مرغ بسمل کی طرح تڑپ کر بے ہوش ہو گیا اس کے خواص کے ہوش جاتے رہے اور آپ کے قدموں میں گر کر عاجزی والتجا کی اور معافی مانگی۔ آپ نے حوض کا پانی خادم سے منگوایا اور اس کے چھینٹا مارا، ہوش میں آ کر آپ سے سچے دل سے معافی کا خواستگار ہوا، حکومت اور دولت چھوڑ کر آپ کا مرید ہو کر عارف کامل بن گیا۔خلافت دے کر ہرات مامور کر دیا۔[۳۲]

فلسفی حکیم کا راہ راست پر آنا

بلخ میں مولانا ضیاء الدین تھے، حکمت میں مہارت اور فلسفہ میں عبور حاصل تھا، علوم ظاہری میں فاضل، علوم باطنی سے بے خبر، آبادی سے دور باغ میں ان کا مدرسہ تھا، خواجہ بزرگؒ کا وہاں قیام ہوا، آپ نے شکار کیا تھا، افطار و مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھا رہے

تھے۔ضیاء الدین صاحب کوکلنک کی ایک ٹانگ دی جس کو کھاتے ہی فلسفہ کا باطل مجسمہ چکنا چور ہو گیا اور بے ہوش ہو گئے۔ حضرت خواجہؒ نے اپنا لیس خوردہ مولانا کے منہ میں ڈال دیا فوراً ہی ہوش میں آ گئے، مع اپنے شاگردوں کے حضرت خواجہ سے بیعت ہوئے اور منازل عرفانیت طے کر کے اعلیٰ مقام پر پہنچے اور حضرت خواجہ سے خرقہ خلافت پایا۔

اونٹوں کا واقعہ

جب خواجہؒ مع ساتھیوں کے اجمیر پہنچے تو سایہ دار درختوں کے نیچے قیام فرمایا، کچھ ہی دیر بعد ساربان بھی آ گئے اور آپ سے اس جگہ سے ہٹنے کو کہا آپ نے فرمایا اونٹوں کو دوسری جگہ بٹھا دو مگر ساربان نے نہ مانا اور کہا کہ راجہ کے اونٹ یہاں بیٹھیں گے۔ آپ نے فرمایا ''ہم تو اٹھتے ہیں، تمہارے اونٹ بیٹھے رہیں گے'' دوسرے دن ساربان نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو نہ اٹھے، مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے گستاخانہ سلوک کی معافی چاہی آپ نے مسکرا کر فرمایا اللہ کے حکم سے تمہارے اونٹ اٹھ جائیں گے ساربان جب واپس آئے تو دیکھا کہ اونٹ کھڑے ہو گئے ہیں۔

مظلوم کا زندہ ہونا

آپ وضو کے لیے تیار تھے کہ ایک عورت گریہ وزاری کرتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے بیٹے کو حاکم وقت نے بے قصور پھانسی دے دی ہے میں آپ کے پاس فریاد لے کر آئی ہوں، آپ وضو سے فارغ ہو کر عصا ہاتھ میں لے کر مع صوفیوں اور بڑھیا عورت کے مقتول کے قریب پہنچے اور عصا سے اس کی لاش کی جانب اشارہ کر کے فرمایا اگر تو بے گناہ ہے تو اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا چنانچہ مقتول زندہ ہو گیا اور دونوں ماں بیٹے آپ کے قدموں میں گر پڑے اور بخوشی اپنے گھر روانہ ہوئے۔

آپ کی نعلین کا واقعہ

اجے پال جوگی جو فن ساحری میں کامل تھا، اس نے ہرن کی کھال پر بیٹھ کر بلند پروازی کر کے اپنے فن اور برتری کا مظاہرہ کیا، حضرت خواجہ نے اپنی نعلین کو حکم دیا کہ اجے پال کو لے

آئیں چنانچہ نعلین اڑ کر اجے پال جوگی کے سر کو بجاتے ہوئے اس کو نیچے اتار لائیں اجے پال جوگی نے آپ کے قدموں میں گر کر معافی چاہی اور اسلام قبول کیا آپ نے عبداللہ نام رکھا۔

ظالم سے نجات دلانا

آپ تشریف فرما تھے کہ ایک مرید خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور مجھے حاکم شہر نے پریشان کر رکھا ہے اور اب اس کے ظلم کی انتہا نہ رہی آپ نے فرمایا وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے، مرید جب باہر نکل کر آیا تو لوگوں کی آوازیں سنائی دیں معلوم ہوا کہ وہی حاکم گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔

بادشاہت کی پیشین گوئی

ایک روز درویشوں کی مجلس تھی حضرت شیخ شہاب الدین، حضرت شیخ احد الدین کرمانیؒ بھی شریک تھے اس عرصہ میں ایک نوعمر لڑکا ہاتھ میں تیر کمان لیے گزرا، آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ ہوگا چنانچہ وہی لڑکا جس کا نام شمس الدین التمش تھا دہلی کا بادشاہ ہوا۔

مرید کو قرض سے نجات دلانا

آپ کے ایک مرید شیخ علی کو ایک شخص نے پکڑا اور بدتمیزی سے قرض کی رقم طلب کرنے لگا جب آپ کے سمجھانے پر بھی نہ مانا تو آپ نے دوش سے چادر زمین پر ماری فوراً دینار اور اشرفیاں زمین پر پھیل گئیں آپ نے فرمایا جس قدر قرض تیرا ہے اس ڈھیر سے اٹھا لے، اس شخص کی نیت خراب ہو گئی اس نے زیادہ دینار اٹھا لیے اس کا ہاتھ فوراً خشک ہو گیا عاجز ہو کر فریاد کرنے لگا اور معافی چاہی آپ نے معاف فرما دیا۔

❊—❊—❊

مکتوبات خواجہ بنام قطب صاحبؒ

پہلا خط

دردمندان طالب شوق دیدار الٰہی کے اشتیاق کے آرزومند درویش میرے بھائی خواجہ قطب الدین دہلوی، اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان میں سعادت نصیب کرے۔

سلام مسنون کے بعد مقصود یہ ہے کہ ایک روز خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں خواجہ نجم الدین صغریٰ، خواجہ محمد طارق اور درویش حاضر تھے کہ اس اثناء میں ایک شخص نے حاضر ہو کر خواجہ صاحب سے پوچھا کہ کیسے معلوم ہو کہ کسی شخص کو قرب الٰہی حاصل ہوا؟

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ نیک عملوں کی توفیق بڑی اچھی شناخت ہے، یقین جانو جس شخص کو نیک کاموں کی توفیق دی گئی ہے اس کے لیے قرب کا دروازہ کھل گیا ہے پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا ایک شخص کے یہاں ایک صاحب ذوق کنیز تھی جو نصف شب کے وقت اٹھ کر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتی اور شکر حق بجالاتی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی اے پروردگار میں تیرا قرب حاصل کر چکی ہوں مجھے اپنے سے دور نہ رکھنا، اس کنیز کے آقا نے یہ ماجرا سن کر اس سے پوچھا کہ تمہیں کیوں کر معلوم ہے کہ تمہیں قرب الٰہی حاصل ہے، اس نے جواب دیا صاحب مجھے یوں معلوم ہے کہ اللہ نے مجھے آدھی رات میں جاگ کر دو رکعت نماز پڑھنے کی توفیق دے رکھی ہے اس لیے میں جانتی ہوں کہ مجھے قرب الٰہی حاصل ہے، آقا نے کہا جاؤ میں نے تمہیں اللہ کی راہ میں آزاد کیا۔

پس انسان کو دن رات عبادت الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے تاکہ اس کا نام نیک لوگوں کی فہرست میں لکھا جائے اور نفس شیطان کی قید سے نجات رہے۔ والسلام

دوسرا خط

اللہ الصمد کے اسرار سے واقف، لم یلد ولم یولد کے انوار کے ماہر میرے بھائی خواجہ قطب الدین دہلوی، اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج زیادہ کرے فقیر پر تقصیر معین الدین سنجری کی جانب سے خوشی اور خرمی آمیز اور انس ومحبت سے بھرا ہوا سلام پہنچے، مقصود یہ کہ تادم تحریر صحت ظاہری کے سبب مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دارین عطا فرمائے، بھائی جان میرے شیخ خواجہ عثمان ہارونیؒ کا ارشاد ہے کہ بجز اہل معرفت کے کسی اور کو عشق کے رموز سے واقف نہیں کرنا چاہیے۔

جب خواجہ شیخ سعدی میگوئی نے حضرت خواجہ ہارونیؒ سے پوچھا کہ اہل معرفت کو کس طرح پہچان سکتے ہیں تو آں جناب نے فرمایا اہل معرفت کی علامت ترک ہے جس میں ترک نہیں اس میں معرفت حق کی بو بھی نہیں یہ اچھی طرح یقین کرلو کہ کلمہ شہادت اور نفی اثبات حق تعالیٰ کی معرفت ہے اور مال ومرتبہ بڑے بھاری بت ہیں انہوں نے بہت سے لوگوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کیا اور کررہے ہیں یہ معبود خلائق بن رہے ہیں بہت لوگ جاہ و مال کی پرستش کرتے ہیں پس جس نے جاہ ومال کو نکال دیا ہے اس نے گویا نفی کردی اور جسے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے اس نے پورا پورا اثبات حاصل کرلیا ہے۔ یہ بات لا الہ الا اللہ کے کہنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے پس جس نے کلمہ شہادت نہیں پڑھا، اسے خداشناسی حاصل نہیں ہوئی۔ والسلام۔

تیسرا خط

حقائق و معارف سے واقف، رب العالمین کے عاشق میرے بھائی خواجہ قطب الدین دہلوی، واضح رہے کہ انسانوں میں سب سے دانا وہ فقراء ہیں جنہوں نے درویشی ونامرادی کو اختیار کررکھا ہے کیونکہ ہر ایک مراد میں نامرادی ہے اور نامرادی میں مراد ہے برخلاف اس کے کہ اہل غفلات نے صحت کو زحمت اور زحمت کو صحت خیال کررکھا ہے، پس دانا

وہی ہے جو کسی دنیاوی مراد کا خیال آنے پر فوراً اسے ترک کر کے نامرادی اور فقر کو اختیار کر لے اپنی مراد کو چھوڑ کر نامرادی سے موافقت کر لے۔ [۴۳]

"نامراد تانہ گردی بامراد کے رسی"

پس مرد کو حق تعالیٰ سے وابستگی ضروری ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اگر اللہ تعالیٰ آنکھ دے تو ہر راہ میں سوائے اس کے جلوہ کے اور کچھ نہ دیکھے اور دونوں جہاں میں جس کی طرف نگاہ کرے اس میں اس کی حقیقت دیکھے دینداری اور آنکھ حاصل کرو کیونکہ اگر غور سے دیکھو تو خاک کا ہر ایک ذرہ جام جہاں نما ہے، سوائے ظاہر ملاپ اور شوق کے اور کیا لکھوں۔ والسلام۔

٭-٭-٭

سجادہ نشیں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

دیوان حضرت خواجہ حسین اجمیری سجادہ نشین خواجہ نوازؒ

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے عقیدت مندوں کا دائرہ وسیع ہو چکا تھا، سلطان اور امراء کی نذورات میں اضافہ ہو چکا تھا ضرورت محسوس ہوئی کہ اولاد خواجہ میں سے قرب رکھنے والا سجادہ نشیں مقرر ہو جو اپنے جدامجد کی نمائندگی کرے۔ مزار کی رسومات کی نگرانی اور وابستہ جاگیر کا انتظام کرے، سجادہ نشین کے گزر بسر کے لیے جاگیر مخصوص عطا ہوئی اور خاندان خواجہ کے لیے علیحدہ۔

حضرت خواجہ حسین اجمیریؒ میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو اس مقدس جگہ کے لیے ضروری ہیں۔

ابوالفضل نے اکبر نامہ میں خواجہ حسین اجمیریؒ کو نبیرہ حضرت خواجہ بزرگؒ ہونے سے انکار کی کوشش کی ہے لیکن اسی عہد میں اکبر کے مقرب مشہور مورخ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں نبیرہ خواجہ بزرگؒ لکھا ہے، مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار اور دیگر مورخین نے خواجہ حسین کو نبیرہ حضرت خواجہ معین الدینؒ تسلیم کیا ہے اور دربار اکبری میں مولانا محمد حسین آزاد نے حضرت خواجہ حسین کو نور کا ٹکڑا بتایا ہے۔

تاریخی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسین اجمیریؒ کی مخالفت کے تین اسباب تھے۔

۱۔ شیخ خواجہ حسین اجمیریؒ عابد اور شاغل تھے ایک عرصہ تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں وقت گزرا ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے مخالفین نے ان کو اولاد خواجہ ہونے سے انکار کیا، اس سے قبل حضرت تاج الدین بایزید بزرگؒ کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

۲۔ ابوالفضل جو شہنشاہ اکبر کا وزیر اعظم تھا خود کو حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ کے

خاندان سے وابستہ کر کے اپنے آپ کو حضرت خواجہ حسین کا خالہ زاد بھائی مشہور کیا جب اس کی تردید حضرت خواجہ حسین نے کر دی جس شخص سے یہ حقیقت حال بیان ہوئی تھی اس نے تمام ماجرا ابوالفضل سے بیان کیا، ابوالفضل نے اپنے دل و دماغ میں اس کو محفوظ رکھا اور ''اکبر نامہ'' میں حضرت خواجہ حسین کو نبیرہ خواجہ بزرگؒ میں شامل نہیں کیا۔ مناقب الحبیب مصنف حاجی نجم الدین خلیفہ حضرت سلیمان تونسوی نے ۱۴۸ پر لکھتے ہیں کہ ابوالفضل نہایت کینہ رکھتا تھا اور ہر وقت ایذا رسانی میں رہتا تھا یہاں تک کہ خواجہ حسین کو ملک بدر کرا دیا اور مکہ معظمہ بھیج دیا۔ بہتان یہ لگایا کہ وہ راجگان سے سازش کر کے اکبر پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔

۳۔ اکبر کے دین الٰہی کی یقیناً حضرت خواجہ حسین نے مخالفت کی ہوگی، ابوالفضل جو دین الٰہی کے پھیلانے میں پیش پیش تھا بہترین موقع حاصل ہو گیا چنانچہ خواجہ حسینؒ کو قید کرانے میں اس کا خاص کردار تھا۔

خواجہ حسینؒ قلعہ بکھر میں چودہ سال قید رہے، مشائخ وقت کی مسلسل کوشش اکبر کی والدہ اور دیگر بیگمات کی سفارش اور مرزا نظام الدین کے وسیلہ سے ۱۰۰۲ھ میں رہا ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۷۶ سال تھی چنانچہ پہلے آپ کو تین سو بیگھہ زمین مدد معاش کے لیے بکھر میں دی لیکن بیگمات کی سفارش سے آپ کو عزت و تعظیم کے ساتھ اجمیر رخصت کیا اور جاگیر عطا فرمائی بعد ازاں اکبر نے فرمان کے ذریعہ اولاد خواجہ بزرگؒ کے لیے بھی جاگیریں مرحمت فرمائیں۔

حضرت خواجہ حسینؒ کو پہلا سجادہ مقرر کیا، آپ ضعیف العمر تھے چنانچہ درگاہ خواجہ بزرگؒ کے انتظام میں مدد کے لیے متولی کا تقرر کیا جو سجادہ نشیں کا ماتحت تھا اور سجادہ نشیں کے حکم سے انتظام کرتا تھا، لفظ ''دیوان'' سجادہ نشیں کے ساتھ برتری کی علامت ہے۔

دیوان خواجہ حسین نہایت عبادت گزار مجاہدہ و ریاضت میں مشغول بزرگ تھے ان کے بعد اس پائے کا بزرگ اولاد خواجہ میں نہیں گزرا۔ حضرت خواجہ حسین نے سجادہ نشیں کے حق کو صحیح معنوں میں نبھایا ہے، دیوان خواجہ حسین پایہ کے عالم و صوفی کے ساتھ بہترین شاعر بھی تھے، ان کی ابیات آج بھی روشنی کے وقت پڑھی جاتی ہیں اور قبہ شریف میں طلائی نقش و نگار

میں دیوار نظر آتی ہیں ان ابیات میں سے مقطع غائب ہوگیا ہے اس کی تصدیق احسن السیر سے ہوسکتی ہے چنانچہ خواص وعوام کی معلومات کے لیے پوری ابیات حسب ذیل ہیں جو نتیجہ فکر وعقیدت دیوان سید خواجہ حسین اجمیریؒ سجادہ نشین نبیرہ خواجہ بزرگؒ ہیں۔

خواجہ خواجگان معین الدین ۔۔۔ اشرف اولیائے روئے زمیں
آفتاب سہ پہر کون و مکاں ۔۔۔ بادشاہ سریر ملک یقیں
در جمال و کمال آں چہ سخن ۔۔۔ ایں مبیں بود بحصن حصیں
مطلع درصفات او گفتم ۔۔۔ در عبادت بود چو در ثمیں
اے درت قبلہ گاہ اہل یقیں ۔۔۔ بردرت مہر و ماہ سودہ چیں
خادمان درت ہمہ رضواں ۔۔۔ درصف روضہ چوں خلد بریں
روئے بردر گہت ہمیں سائند ۔۔۔ صد ہزاراں ملک چوخسرو چیں
ذرہ خاک او عبیر سرشت ۔۔۔ قطرۂ آب اوجو مار معیں
جانشین معینؒ خواجہ حسین ۔۔۔ بہر نقاشی بہ گفت چنیں
کہ شو درنگ تازہ کہنہ زنو ۔۔۔ قبہ خواجہ معین الدین
الٰہی تابود خورشید وماہی ۔۔۔ چراغ چشتیاں را روشنائی

دیوان خواجہ حسین کا وصال ۱۰۲۰ھ میں ہوا مزار مسجد شاہجہانی کے عقب میں ہے، مقبرہ کا اندرونی حصہ سنگ مرمر، بیرونی حصہ چونے کا ہے، خواجہ بزرگؒ کے روضے سے مشابہ ہے یہ مقبرہ ۱۰۴۷ھ میں عہد شاہجہانی میں باہتمام سید دلاور تعمیر ہوا، دروازہ کی محراب پر مندرجہ ذیل اشعار کندہ ہیں:

شداز توجہ ہادی و مرشد و معین ۔۔۔ شہنشاہ دوسرا خواجہ معین الدین
بنائے مقبرہ باصفا خواجہ حسینؒ ۔۔۔ بالفظ مغز شدہ سال خاتمیت ایں

خواجہ معین الدین چشتیؒ کے بعد ان کی اولاد نرینہ اور کلاں میں یہ حضرات:

۱۔ حضرت خواجہ فخر الدین (۶۳۲ تا ۶۶۱)۔

۲۔ حضرت خواجہ حسام الدین سوختہ ۶۶۱ھ تا ۷۴۱ھ۔

۳۔ حضرت معین الدین خورد (دوم)۔

۴۔ خواجہ نظام الدین۔

۵۔ فرید الدین۔

۶۔ تاج الدین بایزید ۸۸۰ھ۔

۷۔ نور الدین طاہر ۹۰۵ھ انتقال ہوا۔

۸۔ حضرت رفیع الدین بایزید خورد ۹۲۲ھ انتقال ہوا۔

۹۔ حضرت معین الدین ثالث ۹۴۰ھ۔

جب زائرین اور عقیدت مند کثیر تعداد میں حاضر ہونے لگے تو اکبر نے سجادہ نشین دیوان کا پہلا تقرر خواجہ حسین صاحب کا کیا اور جاگیر عطا فرمائی۔

۱۰۔ دیوان حضرت خواجہ حسین (بال جتی) ۱۰۳۲ھ میں انتقال ہوا۔

۱۱۔ دیوان خواجہ ولی محمد۔

۱۲۔ دیوان سید علم الدین۔

۱۳۔ دیوان سید علاء الدین ۱۰۹۲ھ تا ۱۱۰۱ھ۔

۱۴۔ دیوان سید محمد ۱۱۰۱ھ۔

۱۵۔ دیوان فخر الدین۔

۱۶۔ دیوان سراج الدین (اول)

۱۷۔ دیوان سید منیر الدین۔

۱۸۔ دیوان سید امام الدین اول۔

۱۹۔ دیوان سید اصغر علی۔

۲۰۔ دیوان سید ذوالفقار علی۔

۲۱۔ دیوان سید محتشم علی۔

۲۲۔ دیوان مہدی علی ۱۸۱۹ تا ۱۸۳۹۰ھ۔

۲۳۔ دیوان سید سراج الدین (دوم) ۱۸۳۹تا۱۸۶۵۔

۲۴۔ دیوان غیاث الدین ۱۸۶۵ءتا۱۹۰۹ء۔

۲۵۔ دیوان سید امام الدین (دوئم) ۱۹۱۰ءتا۱۹۱۱ء۔

۲۶۔ دیوان سید شرف الدین ۱۹۱۲ءتا۱۹۲۲ء۔

۲۷۔ دیوان سید آل رسول ۱۹۲۲ءتا۱۹۴۷ء پاکستان چلے گئے اور انتقال ۱۹۷۲ء پشاور میں ہوا۔

۲۸۔ دیوان سید عنایت حسین ۶ مئی ۱۹۴۸ءتا۲۵ ستمبر ۱۹۵۹ء۔

۲۹۔ دیوان سید صولت حسین ۱۹۵۹ءتا ۷ جولائی ۱۹۷۵ء مقدمہ ہار گئے اور معزول ہو گئے۔

۳۰۔ دیوان سید علم الدین ۸ جولائی ۱۹۷۵ء۔۱۲۳ کتوبر ۱۹۷۵ء انتقال ہوا۔

۳۱۔ دیوان سید زین العابدین ۱۲۳ کتوبر ۱۹۷۵ءتا ہنوز۔

۱۹۴۷ء میں جناب سید عنایت حسین صاحب کو حکومت نے عارضی درگاہ دیوان بنا دیا۔ انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے سید صولت حسین سجادہ نشیں ہوئے۔ عدالت نے سید علیم الدین صاحب کو سجادہ نشین تسلیم کیا، انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے سید زین العابدین صاحب کا تقرر ہوا اور سپریم کورٹ نے یہ عہدہ موروثی تسلیم کیا ہے۔

☆-☆-☆

تاریخ درگاہ انتظامیہ (ایڈمنسٹریشن)

حکمراں مالوہ نے درگاہ خواجہ بزرگؒ کے انتظامیہ میں عقیدت کے ساتھ دلچسپی لی ہے لیکن اکبر نے اپنے فرمان کے مطابق ۱۵۶۷ء سے درگاہ خواجہؒ کے لیے اٹھارہ گاؤں کی جاگیر وقف کردی تھی، حضر خواجہ حسین کو سجادہ نشین مقرر کیا گیا، چونکہ وہ ضعیف العمر تھے اس لیے ان کی مدد کے لیے متولی کا تقرر ہوا جو سجادہ نشین کی ایماء ر درگاہ شریف کا انتظام کرتا تھا اس عہدہ پر بلالحاظ مذہب کسی کا بھی تقرر ہوسکتا تھا، متولیوں میں بعض نے حسن انتظام کا ثبوت دیا ہے۔ چند ایسے بھی گزرے ہیں جن کو غبن و خائن میں برطرف کیا گیا ہے، حکومت انگریز نے مذہبی اوقاف کا ایکٹ ۲۰۔۱۸۶۳ء میں پاس کیا جس کا نفاذ ۱۸۶۷ء میں ہوا۔ اس کے تحت پانچ ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی مع صدر عمل میں آئی۔ یہ کمیٹی ۱۹۳۶ء تک کام کرتی رہی چونکہ درگاہ خواجہؒ کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے، حسن انتظام کے لیے ایک علیحدہ ایکٹ نمبر ۲۳۔۱۹۳۶ء میں پاس ہوا اور نفاذ ۱۹۴۰ء میں ہوا اس طرح پچیس ممبران کی کمیٹی عمل میں آئی اور متولی اسی کمیٹی کے تحت رہا۔ بدقسمتی سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہ ہوسکا جب درگاہ شریف کے دائرہ عمل میں اضافہ ہوا قومی حکومت نے ۱۹۴۹ء جسٹس غلام حسین صاحب کی صدارت میں تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی اس کی رپورٹ ایکٹ نمبر ۳۶۔۱۹۵۵ء پاس ہوا۔۱۹۵۲ء میں متولی کا عہدہ ختم کردیا۔ اس طرح ناظم جس کا مرکز نے پہلے ہی تقرر کردیا تھا۔ انتظام سنبھال لیا۔ نئے ایکٹ ۱۹۵۵ء کے تحت درگاہ کمیٹی نو ممبران پر مشتمل ہے۔ ممبران کا انتخاب مرکزی حکومت مختلف صوبوں سے پانچ سال کے لیے کرتی ہے صدر منتخب ممبران میں سے ایک سال کے لیے کیا جاتا ہے، کمیٹی کی سفارش پر مرکزی حکومت منسٹری برائے وقف ناظم کا تقرر کرتی ہے۔ ناظم کمیٹی کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔

ذرائع آمدنی درگاہ شریف

ذرائع آمدنی مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) معاوضہ جاگیر راجستھان (۲) کرایہ جائیداد (۳) نذورات ذریعہ منی آرڈر و بینک وغیرہ۔ درگاہ کمیٹی نے اندرون درگاہ شریف جگہ جگہ ہرے بکس رکھ دیئے ہیں اور دفتر ناظم درگاہ شریف میں رسید دے کر بھی جمع کرتے ہیں (۴) آمدنی۔ گیسٹ ہاؤس۔

مصارف درگاہ شریف

۱۔ حضور غریب نوازؒ کے عرس کی سالانہ تقاریب کے خصوصی انتظامات کے علاوہ تقریباً ۱۲۸ اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سالانہ عرس اور فاتحہ وغیرہ منعقد کرنا۔

۲۔ ہر روز مزار اقدس پر صندل و پیچ وگل سرخ اور موم پیش کرنا۔

۳۔ روزانہ صبح و شام غرباء کو لنگر تقسیم کرنا رمضان المبارک میں روزہ داروں کے لنگر اور قیدیوں کے افطار کا خصوصی اہتمام کرنا۔

۴۔ لاوارث میتوں کی تجہیز و تکفین۔

۵۔ محفل قل شریف۔

۶۔ کوچنگ سنٹر بابت امتحانات آر۔اے۔ایس و دیگر۔

۷۔ پینے اور وضو کرنے کے پانی کا خصوصی انتظام، بجلی کی سپلائی اور موسم سرما میں گرم پانی کا انتظام۔

۸۔ درگاہ شریف، اس کی مساجد اور عیدگاہ کی دیکھ بھال کرنا، موذنین اور اماموں کی تنخواہیں ادا کرنا۔

۹۔ میڈیکل و انجینئرنگ طلباء کے وظائف۔

۱۰۔ بیواؤں، یتیموں اور مصیبت زدہ زائرین کی امداد۔

۱۱۔ یونانی و ہومیو پیتھک دواخانوں میں مفت علاج۔

۱۲۔ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اور خواجہ ماڈل اسکول اجمیر میں تعلیم کا انتظام کرنا اور ان اداروں کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھنا۔ دارالعلوم کے طلباء کا مفت قیام و طعام۔

۱۳۔ درگاہ شریف اور اس کی متعلقہ جائیدادوں میں وقتاً فوقتاً سفیدی، رنگ و روغن اور مرمت کے کام انجام دینا۔

۱۴۔ ملازمین کی تنخواہیں اور موروثی عملے کے مالی حقوق کی ادائیگی۔

مستقبل قریب میں جو منصوبے زیر غور ہیں ان میں سے خاص مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ زائرین کی مزید سہولت کے لیے ایک نئے گیسٹ ہاؤس کی تعمیر جس کے لیے موجودہ گیسٹ ہاؤس سے ملحق کچھ جائیدادیں خریدی جا چکی ہیں اور اس کی تعمیر بھی شروع ہو چکی ہے۔

۲۔ درگاہ شریف کی اراضی واقع قصبہ کائڑ کے بہترین استعمال کا پروجیکٹ۔

۳۔ غریب نواز ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کا قیام جس میں اقلیتی اور پسماندہ طبقے کے طلباء کو مختلف پیشوں کے متعلق تکنیکی تعلیم دی جا سکے گی۔

۴۔ درگاہ شریف اور اس کے مہمان خانوں میں پانی کی بہتر فراہمی کے لیے اپنے پمپ ہاؤس اور ٹینکرس فراہم کرنا وغیرہ۔

٭-٭-٭

مراسم و معمولات درگاہ شریف

خدمت شریف (صبح کا وقت)

نماز فجر سے ایک گھنٹہ قبل تہجد کے وقت مشرقی دروازہ جو صدر دروازہ کہلاتا ہے بیگمی دالان کی جانب یہاں عقیدتمندان جمع ہو جاتے ہیں۔ خدام صاحبان میں سے ایک صاحب اذان دیتے اس کے بعد باری دار یا کلید بردار دروازہ کھولتے ہیں۔ اس وقت صرف خدام صاحبان ہی داخل ہوتے ہیں بعد ازاں درود و سلام پیش کر کے دوسرا دروازہ کھولا جاتا ہے اس وقت خدمت میں شریک ہونے والے تمام خدام صاحبان گنبد شریف میں داخل ہو جاتے ہیں، خدمت میں جو اشیاء استعمال کی جاتی ہیں درج ذیل ہیں تاکہ قارئین کی آنکھوں کے سامنے اس کا منظر آ جائے۔

(۱) بڑا فراشہ (۲) چنور (۳) جھاب (۴) فراشہ

بڑا فراشہ

بانس کے اوپر مور کے پروں کا ایک مٹھا باندھ دیا جاتا ہے۔ مور کے پر بانس سے تقریباً سوا ڈیڑھ فٹ باہر نکلے رہتے ہیں اس بانس پر کپڑے کا غلاف چڑھا کر دھاگے سے باندھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح اس کا ایک سرا موٹا اور دوسرا پتلا ہو جاتا ہے اور پروں کی طرف سے اس کو استعمال کرتے ہیں۔ اس کا استعمال صرف مزار کے اندرونی احاطہ کو صاف کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

چنور

اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سفید تیلیاں مور کے پروں کی چھیل کر نرم اور نازک جسے انہیں چھلکوں کو اکھاڑ کر کے ایک جانب باندھ دیا جاتا ہے اور اس پر نقرئی خوشنما دستہ چڑھا دیا جاتا ہے۔ اس

کو چنور مورچھل کہتے ہیں۔اس سے مزار اور تختہ مزار شریف کے پھول صاف کیے جاتے ہیں۔

جھاب

یہ بانس کی پتلی پتلی پھچیوں کی ایک خوان کی شکل میں بنی ہوتی ہے اوپر موٹی مکمل سرخ رنگ کا لٹھے کا کپڑا سلا ہوتا ہے۔یہ جھاب کہلاتا ہے۔

فراشہ

ایک لمبی جھاڑو جو مور کے پروں سے بنی ہوتی ہے دونوں چاندی کے کٹہروں کے بیچ اور گنبد شریف کے باہر کے حصوں کی صفائی کے کام آتا ہے اس کو فراشہ کہا جاتا ہے۔

خدام صاحبان گنبد میں سب سے پہلے مزار کا اندر کا احاطہ بڑے فراشے سے صاف کرتے ہیں۔ بعدازاں مزار کے پھول اور پھولوں کی سیج اتار کر اس کو چنور سے تمام پھول صاف کر لیتے ہیں۔اس کے بعد غلاف کو سمیٹ کر لوح مزار پر رکھ دیا جاتا ہے پھر چنور سے تخت مزار کو صاف کرتے ہیں اور ان تمام پھولوں کو ایک جھاب میں جمع کر کے باہر بھیج دیتے ہیں اور مزار شریف پر تازہ گل سرخ پیش کی جاتی ہے۔بعدازاں چاندی کے دونوں کٹہروں کے بیچ اور باہر کے حصے فراشے سے صاف کیے جاتے ہیں اور پھر گنبد شریف کے مشرق او رجنوب کی طرف دونوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔عقیدتمندان جو پہلے سے زیارت کے اشتیاق میں منتظر رہتے ہیں والہانہ انداز میں داخل ہوتے ہیں۔درگاہ شریف کی یہ رسم قدیم خدمت کے نام سے مشہور ہے۔

مزار کے پھول بوریوں میں جمع کر کے درگاہ انتظامیہ دو مخصوص کنوؤں میں ڈالوتی ہے۔

خدمت شریف بعد نماز ظہر (صندل مالی)

عرس کے علاوہ ہر موسم میں روزانہ تین بجے اور جمعرات کو ڈھائی بجے دروازہ بند کیا جاتا ہے۔ پائیں دروازہ کھلا رہتا ہے۔اس وقت مستورات کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی صرف مرد ہی داخل ہو کر ایک طرف کھڑے ہو جاتے ہیں۔مزار شریف پر صندل

چڑھایا جاتا ہے اور صبح کی طرح خدمت ہوتی ہے۔ مزار پر عطر، کیوڑہ، عرق گلاب بھی پیش کرتے ہیں۔ اگر غلاف تبدیل کرنا ہوتا ہے تو اس کو اتار کر توشہ خانہ میں رکھ دیتے ہیں۔ صندل مالی کے وقت زائرین ومعتقدین سب گنبد شریف میں موجود ہوتے ہیں۔

ڈنکا اور روشنی

مغرب کی نماز سے بیس منٹ قبل خدام صاحبان میں سے تین اشخاص چھوٹی دیگ سے متصل حجرہ روشنی سے دیسی موم بتیاں لے کر نکلتے ہیں اور صحن چراغ میں پہنچنے پر نقارچی کو اشارہ کرتے ہیں وہ اکبر کے نذر کردہ کلمہ دروازے کے نقارے پر ضرب لگاتا ہے یہ روشنی ہونے کے وقت کا اشارہ ہے۔ اس کو ڈنکا ہونا یا ڈنکا بجنا کہتے ہیں۔

موم بتیاں لیے ہوئے یہ تینوں خدام صندلی مسجد کی صحن سے گزر کر بیگمی والان سے گنبد شریف میں داخل ہوتے ہیں۔ اس وقت زائرین کثرت سے اندر اور باہر جمع ہو جاتے ہیں۔ مزار کے مغربی حصے میں چاندی کے کٹہرے کے باہر گنبد شریف کے مغرب کی جانب دیوار سے لگے چار اشخاص خدام صاحبان میں سے ایک صف میں کھڑے رہتے ہیں ان کے سامنے گنبد شریف کے چاروں کناروں پر رہنے والی چار چاندی کی قندیلیں ایک قطار میں رکھی رہتی ہیں۔ ان تین اشخاص میں سے ایک شخص موم بتیاں روشن کرتا ہے پھر یہ چار اشخاص چاروں قندیلیں اپنے سر پر اٹھا لیتے ہیں ایک صاحب جو قرآن شریف کی محراب سے جنوب کی طرف کھڑے پہلے نمبر پر ہوتے ہیں وہ چند فارسی کے اشعار منقبت پڑھ لیتے ہیں۔ چوتھے مصرعے پر حاضرین بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔ یہ اشعار عہد جہانگیری کے طلائی تحریر ہیں اور خواجہ حسین کے تحریر کردہ ہیں:

خواجہ خواجگان معین الدین   اشرف اولیاء روئے زمیں
کہ شود رنگ تازہ کہنہ ز تو   قبہ خواجہ معین الدین

(معین الاولیاء) مؤلفہ ڈپٹی امام الدین صاحب

خدمت بعد نماز عشاء روضہ کے دروازے کا معمول ہونا

جب مسجدوں میں عشاء کی نماز ختم ہو جاتی ہے تو احاطہ نور اور پائیں دروازہ کے قریب قوالیاں شروع ہو جاتی ہیں جب شاہی گھڑیال پانچ بجاتا ہے تو عشاء کی نماز کے ڈیڑھ گھنٹے بعد سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پہلے صدر دروازہ بند ہوتا ہے بعدازاں آدھے گھنٹے بعد پائیں دروازہ بند ہوتا ہے۔ دروازہ بند ہونے سے قبل اعلان ہوتا ہے اور سب زائرین باہر چلے جاتے ہیں اور باہر آ کر صدر دروازے کی دونوں جانب عقیدتمندانہ اور مودبانہ انداز میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خدام صاحبان میں سے تین اشخاص اس وقت موجود رہتے ہیں۔ کٹہرے کی موم بتیاں گل کر دی جاتی ہیں صرف چار قندیلوں کی موم بتیاں رہتی ہیں۔ گنبد شریف کے چاروں کناروں میں رات بھر بتیاں روشن رہتی ہیں۔ تینوں اشخاص گنبد میں فرش اور چاندی کے کٹہروں کے درمیانی حصے میں جاروب کشی کرتے ہیں۔ پہلے شالی اور پھر مشرقی توشہ خانہ کے سامنے سے فراشہ ہوتا ہے بعدازاں سرہانے سے قرآن مجید کی محراب کے سامنے کے فرش کو صاف کیا جاتا ہے اور پھر مزار شریف کے بائیں طرف کاغذ اور پھول وغیرہ جمع کر دیتے ہیں اور مشرقی دروازے سے باہر رکھتے ہیں۔ ایک کے بعد ایک مور چھل سے صفائی کرتے ہوئے باہر آتے ہیں اور زائرین کے سروں پر لگاتے ہوئے مسجد صندلخانہ میں پہنچتے ہیں۔ درگاہ کے چپراسی کو چھ بجانے کا اشارہ کرتے ہیں اور چپراسی بلند آواز سے نقارچی کو کہتا ہے اس کے بعد کلید بردار پہلا دروازہ بند کرتا ہے اور پائیں دروازے کے قوال اپنی قوالی ختم کر کے رخصت ہو جاتے ہیں اور احاطہ نور کے قوال بھی قوالی ختم کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور قدیم زمانے کے کچھ اشعار منقبت گاتے ہیں۔ زائرین گنبد کی جانب باادب کھڑے رہتے ہیں۔ ان اشعار کو ''کڑکا'' کہا جاتا ہے۔ کڑکا گانا اور کڑکا پڑھنا بھی کہتے ہیں۔ فن موسیقی میں اس طرز کو راگنی کدرا اور تال چھپ کہتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

کڑکا

ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا　　چشتی چراغ جگ میں اجارا
ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا
چتر چتر اون برن کہیے　　باون جتن ہرا جوگی اجپال باجا
اڑ چلو جب ہی پیر حکم کیو　　جب سر کو سنبھال کو سن اتارا
ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا
تو تھمب دنیا دین بھیو　　ہندل دلی نور ھدئ ہر دوارا
بھیوراجہ گھپرلتن اجمیر　　جب کیو اسلام توڑا کفارا
ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا
کفر جن توڑے اسلام کیو　　جے گرد نے شان دربار باجا
اتر دکھن پورب پچھم　　پیروں کی سن کلے آوا جا
دین کو تھمب معین الدین خواجہؒ
بجا من گیان دیں کو تھمب معین الدین خواجہؒ
چتر دولہا بنے خواجہ حسین دیوان　　ایک معجزہ داند بھارا
خواجہ دین کو تھمب معین الدین خواجہؒ

جمعرات کی محفل

ہر جمعرات کو بعد نماز عشاء احاطہ نور میں محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے فرش اور قالین بچھایا جاتا ہے۔ حسب قدیم فانوس رکھا جاتا ہے۔ فرش کے درمیان گدیلہ پر دیوان صاحب بیٹھتے ہیں چھوٹے فانوس کے پاس اگردانی رکھی رہتی ہے دونوں جانب چوبدار کھڑے رہتے ہیں، فاتحہ کے بعد شیرینی تقسیم ہوتی ہے اور بعد ازاں سماع کا آغاز ہوتا ہے جو ایک گھنٹہ بعد فاتحہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ شاہی زمانے کے چھ بجے حسب معمول ''کڑکا'' پڑھا جاتا ہے۔

محفل چھٹی شریف

چھ تاریخ حضرت خواجہ بزرگؒ کے وصال کی ہے اس لیے چاند کی چھ تاریخ کو ہر ماہ فاتحہ ہوتی ہے اور محفل سماع منعقد ہوتی ہے۔ جمعرات کی محفل سماع کی طرح سب رسومات پوری ہوتی ہیں، اتفاق سے جمعرات اور چھٹی شریف اک دن ہوتی ہے تو دونوں فاتحہ کا تبرک تقسیم ہوتا ہے۔ چوب دار نقرئی چوبی لے کر کھڑے ہوتے ہیں ورنہ لکڑی کی چوبیں استعمال ہوتی ہیں، صبح کے وقت قرآن کریم کے بعد فاتحہ ہوتی ہے، منقبت بھی پڑھی جاتی ہے۔

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

بڑی شان وشوکت سے منایا جاتا ہے۔ درگار شریف رنگ برنگی لڑیوں سے سجائی جاتی ہے اور جگہ جگہ روشنی ہوتی ہے۔ پوری درگاہ شریف بقعہ نور بن جاتی ہے، کہیں محفل میلاد ہے تو کہیں تلاوت پاک میں مشغول ہیں کسی جگہ بیان ولادت پاک میں لوگوں کے ہجوم جوق درجوق شرکت کر رہے ہیں تو اکبری مسجد کے اوپر حجرہ میں زیارت موئے کے لیے شوق واشتیاق میں چلے جارہے ہیں گویا ہر طرف رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے صبح کو توپوں کی گونج اور درود وسلام کی آوازوں سے فضا عجیب پر کیف معلوم ہوتی ہے۔

عشرہ محرم الحرام

محرم کا چاند نظر آتے ہی درگاہ شریف میں بیان شہادت ہوتا ہے، بیرون درگاہ شریف خدام صاحبان بیان شہادت کی مجلس کا انعقاد کرتے ہیں، مرثیہ خوانی ہوتی ہے، امام باڑہ میں تعزیہ رکھا جاتا ہے جس کا پورا صرفہ خدام صاحبان برداشت کرتے ہیں، اکثر ان صاحبان میں سبز کرتے یا سبز رومال کا استعمال کرتے ہیں۔ کچھ سیاہ کپڑے پہنتے ہیں۔

تقریبات عیدین

جب ہلال عید نظر آتا ہے نوبت وشادیانے بجائے جاتے ہیں، توپوں کی آواز سے فضا گونج اٹھتی ہے، ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے، صبح کو سجادہ نشین مزار پرانوار غریب

نواز پر پھولوں کی چادر اور عطر پیش کرتے ہیں اور سلام کر کے پالکی میں سوار ہو جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ قاضی شہر بھی ہوتے ہیں اور ساتھ ساتھ اہل شہر جلوس کی شکل میں عیدگاہ پہنچتے ہیں، نماز کے بعد واپسی پر جب سجادہ نشیں پالکی سے اتر کر درگاہ کے سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہیں شادیانے اور نقارے بجائے جاتے ہیں اور قبہ شریف میں کلام پاک کی طاق کے نیچے ادب سے بیٹھ جاتے ہیں، فاتحہ کے بعد خانقاہ واپس آجاتے ہیں۔ سجادہ نشیں کے آنے اور جانے کے وقت توپ چھوڑی جاتی ہے لوگ حویلی میں مبارکباد دینے حاضر ہوتے ہیں۔

بسنت کی تقریب

ماہ ماگھ کی پانچ تاریخ کو بسنت منائی جاتی ہے، قوال اور دیگر عملہ بسنتی لباس پہنے اس بہار کے نغموں کے ساتھ قبہ شریف سے خواجہ حسینؒ کے گنبد میں ہو کر سجادہ کی خانقاہ میں رسم پوری کرتے ہیں۔

اعراس بزرگان چشت

حضرت خواجہ معین الدینؒ کے سلسلہ کے بزرگوں کے عرس کی تقاریب کے موقع پر روضہ شریف کے پاس ارکاٹ کے دالان میں محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے جو ''کڑکا'' کے ساتھ ختم ہوتا ہے اور شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔

پیرزادگان

یہ اولاد خواجہ غریب نوازؒ ہیں۔ سلاطین نے اولاد غریب نوازؒ کے بسر اوقات کے لیے جاگیریں دے دی تھیں، سجادہ نشیں جو اولاد غریب نواز میں سے ہے مخصوص جاگیر دے رکھی تھی، آزادی کے بعد حکومت نے کچھ معاوضہ ادا کر کے تمام جاگیریں اپنے تحویل میں لے لیں۔ صرف درگاہ شریف کے لیے حکومت سالانہ معاوضہ رقم دے رہی ہے۔

سادات کے چند عقیدت مند خاندان ہاشمی، کاظمی اور مودودی جو یہاں آ کر آباد ہو گئے ہیں ان کی قرابت داری پیرزادگان سے ہے، پیرزادگان میں سوائے سجادہ نشیں کے سب برسر ملازمت یا کاروبار میں مصروف ہیں، شرافت سادگی اور ہمدردی اس خاندان کی خصوصیت ہیں، پیرزادگان کی جانب سے مندرجہ ذیل تقاریب ہوتی ہیں۔

محفل میلاد اور زیارت موئے

۱۔ پیرزادگان اور ان کے رشتہ داروں کی جانب سے ''حجرہ موئے مبارک'' بالائے اکبری مسجد میں ۱۱ ربیع الاول کو مخصوص انداز میں محفل میلاد منعقد ہوتی ہے اور ۱۲ ربیع الاول کو بعد قرآن خوانی موئے کی زیارت ہوتی ہے، اس روح پرور اجتماع میں لوگ دور دور سے شریک ہوتے ہیں۔

۲۔ حویلی دیوان صاحب میں مجلس وعظ و میلاد شریف کا بڑی شان سے انعقاد ہوتا ہے۔

مجالس محرم

حویلی شاہ جی میں محفل کو رنگ برنگ اور خوبصورت جھاڑ فانوس قندیلیوں اور خوشنما چراغوں سے سجایا اور روشن کیا جاتا ہے، بیان شہادت سادگی سے ہوتا ہے جو اجمیر کی مجالس میں خصوصیت رکھتا ہے۔ عمدہ چائے تقسیم ہوتی ہے، پیرزادگان میں تعزیہ داری کی رسومات نہیں ہوتی ہیں۔

چاندرات کی فاتحہ

۲۹ جمادی الثانی کو پیرزادگان میں غریب نوازؒ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے فاتحہ ہوتی ہے، ہر گھر میں زردہ پکایا جاتا ہے، یہ تبرک کھانے کے لیے ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں۔

خدام صاحبان

سینکڑوں سال سے آستانہ غریب نوازؒ سے وابستہ ہیں، مزار مبارک میں پھول، صندل اور روشنی کی خدمت انجام دیتے ہیں، معلمین کی طرح زیارت کراتے ہیں، اکثریت کا انحصار معاش زائرین خواجہ بزرگؒ پر ہے۔ ذی علم حضرات بھی ہر دور میں رہے ہیں اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے ہیں، ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد انہوں نے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو قوم کی طرف نہیں لگایا۔ ممکن ہے قوم نے انہیں صحیح مقام نہ دیا ہو خدام صاحبان میں سے چند تجارت اور زراعت کے پیشہ کو پسند کرتے ہیں، خدام صاحبان کی انجمن کی جانب سے مندرجہ ذیل تقاریب ہوتی ہیں۔

محفل میلاد النبی

آستانہ خواجہ غریب نوازؒ میں کئی روز تک محفل میلاد النبی منعقد ہوتی ہے جس میں زائرین خواجہ بھی شریک ہوتے ہیں۔ درگاہ شریف خوشنما روشنی سے جگمگا اٹھتی ہے اور یہ روح پرور نظارہ کئی روز تک رہتا ہے۔

مجالس محرم

خدام صاحبان کی انجمن کی جانب سے یکم محرم سے ۱۰ محرم تک مجالس محرم کا بڑے اہتمام سے انعقاد ہوتا ہے۔ مجلس کو خوبصورت پھولوں اور رنگ برنگی روشنی سے مزین کیا جاتا ہے، مجلس سوز خوانی ہوتی ہے، لوگ گریہ وزاری کرتے ہیں، مرثیہ مخصوص انداز میں پڑھا جاتا ہے، خدام صاحبان کی جانب سے تعزیہ داری کی رسومات شاندار طریقہ پر منائی جاتی ہے، سبز رنگ کے کرتے دوپٹے اور سرخ رنگ کی واسکٹ رنگ برنگ کی ٹوپیاں عجیب منظر پیش کرتی ہیں۔ کچھ لوگ سیاہ کپڑوں کا استعمال بھی کرتے ہیں مجلس وعظ بھی ہوتی ہے۔

سرواڑ شریف کی چادر

انجمن خدام صاحبان کی جانب سے ۲ شعبان کو بڑی شان وشوکت سے چادر سرواڑ شریف جاتی ہے جس میں لوگ کثرت سے شرکت کرتے ہیں۔

انجمن شیخ زادگان

یہ حضرات بھی خدام غریب نواز ہیں اور آستانہ سے وابستہ ہیں اکثریت ملازم پیشہ اور کاروباری ہے کم لوگوں کا انحصار زائرین خواجہؒ پر ہے ان کی انجمن اپنے حقوق کا تحفظ کرتی ہے اور دوسری تقاریب بھی مناتی ہے۔ بزرگوں کے فاتحہ کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔

اولیاء کرام صوفیاء اور علماء کی حاضریاں

حضرت خواجہ بزرگؒ ہمہ گیر عقیدت و محبت کا مرکز ہیں ہر گروہ اور ہر فرقہ میں آپ کی عزت و عظمت ہے یہاں چند مشہور بزرگوں کے مختصر حالات درج ہیں جنہوں نے آپ سے فیض صحبت پایا اور حاضر ہو کر باریاب ہوئے آپ کے سب خلفاء کو شامل کر لیا گیا ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

جس قدر فیض صحبت آپ نے حاصل کیا کسی اور کو نصیب نہیں ہوا، آپ برسوں سفر میں بھی ساتھ رہے اور خلافت و جانشین کا خرقہ حاصل کیا آپ کی آخری حاضری جمادی الثانی ۶۳۳ھ میں ہوئی آپ کو خلافت دے کر دہلی کی جانب روانہ کیا۔ (مفصل حالات پچھلے باب میں آپ کے مشہور خلفاء میں دیکھیے)

صوفی حمید الدین ناگوریؒ

حضرت قطب الدینؒ کے بعد آپ کا درجہ ہے۔ آپ نے بھی برسوں فیض صحبت کا اکتساب کیا اور خرقہ خلافت حاصل کیا اور ناگور کی طرف جانے کا حکم پیر و مرشد سے ملا۔ آپ کے خاندان کو غریب نواز کے خاندان سے رشتہ داری اور قرابت حاصل ہوئی۔ (مفصل حالات پچھلے باب میں ''آپ کے مشہور خلفاء'' میں دیکھیں)

بابا فرید الدین گنج شکرؒ

بابا فرید نے فیض صحبت حاصل کیا اور حضرت خواجہ بزرگؒ کے دہلی تشریف لے جانے پر خواجہ قطب الدینؒ نے بابا فریدؒ جو اس وقت چلہ میں تھے منازل عرفان طے کرانے اور دعا کے لیے کہا چنانچہ خواجہ بزرگؒ نے آپ کا دایاں ہاتھ خود پکڑ کر اور بایاں ہاتھ قطب صاحب کو دے کر دعا فرمائی تھی، اس کے بعد بھی بابا فرید الدین خواجہ بزرگؒ کے مزار پر حاضری دیتے رہے اور چلہ کشی کی۔

مولانا فخر الدین زراویؒ

آپ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے خلفاء میں سے ہیں، اپنے وقت کے جید عالم اور مفتی گزرے ہیں، سماع کا ذوق تھا کئی بار دربار غریب نوازؒ میں حاضر ہوئے ہیں۔ ۷۴۰ھ میں زیارت حرمین سے واپسی پر کشتی ڈوب گئی اور آپ غریق بحر رحمت ہوئے۔

شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتیؒ

آپ کا شمار مجاذیب اعلیٰ اور مشہور اولیاء میں ہوتا ہے آپ حضرت شمس الدین ترکؒ کے خلیفہ اور حضرت علاء الدین صابر کے ہم زمانہ ہیں، آپ دربار خواجہ میں حاضر ہوکر مزار پرانوار سے فیضاب ہوئے اس وقت مزار مبارک کچا تھا آپ کا وصال ۷۱۴ھ میں ہوا مزار پانی پت کرنال میں ہے۔

حضرت شیخ سلیم چشتیؒ

آپ مشہور اولیاء میں سے ہیں، شیر شاہ اور اکبر آپ کے معتقد تھے آپ کی دعا سے اکبر کے یہاں شہزادہ سلیم پیدا ہوا۔ آپ نے دربار غریب نوازؒ میں حاضر ہوکر فیوض و برکات حاصل کیے، آپ کا وصال ۹۷۹ھ میں ہوا، مزار فتح پور سیکری میں ہے۔

شیخ بدیع الدین شاہ مدارؒ مکن پور

آپ ہندوستان تشریف لاکر سب سے پہلے دربار خواجہ میں کچھ روز اعتکاف میں رہے۔ اجمیر میں ''شاہ مدار صاحب کا چلہ'' آپ کی وجہ سے مشہور ہے۔ صاحب اجازت ہو کر کالپی چلے گئے، آپ کا وصال ۸۴۰ھ میں ہوا، آپ کا مزار مکن پور ہی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ سرہند

آپ کئی سلسلوں سے وابستہ ہیں: نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، صابریہ آپ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ دربار خواجہ بزرگؒ میں حاضر ہوئے ہیں، فیض و برکات حاصل کیے آپ کا وصال ۱۰۳۵ھ میں ہوا، مزار سرہند میں ہے۔

حضرت امیر ابوالعلا نقشبندیؒ

آپ کا شمار مشہور بزرگوں میں سے ہے آپ کا سلسلہ ابوالعلائی جاری ہوا، بنگال اور حیدرآباد میں کثرت سے مرید ہیں، آپ کا وصال ۱۰۶۱ھ میں ہوا مزار شریف آگرہ میں ہے۔

حضرت مولانا فخر دہلویؒ

آپ کا اسم گرامی محمد فخر الدین ہے، آپ خاندان نظامیہ کے مشہور ترین بزرگوں میں سے ہیں، آپ کے سلسلہ سے دو مشہور شاخیں تونسوی اور نیازی جاری ہوئیں۔ آپ بلند پایہ کے عالم تھے، خلافت حاصل کرنے کے بعد حیدرآباد سے دربار غریب نوازؒ میں فیوض و برکات حاصل کیے اور اشارہ باطنی سے دہلی تشریف لے گئے، آپ کا وصال ۱۱۹۹ھ میں ہوا، مزار حضرت قطب الدین کی درگاہ کے قریب ہے۔

شاہ سید امام ابدالؒ

آپ عالی مرتبت بزرگ گزرے ہیں مدراس سے اجمیر آ کر رہے بعد ازاں دہلی سے بمبئی ہو کر مدینہ منورہ پہنچ کر آباد ہو گئے اور وہیں وصال ہوا۔ مزار مبارک جنت البقیع میں ہے آپ کے خلیفہ حاجی محمد عابد ہیں۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ

آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ سے خلافت ملنے کے بعد اجمیر دربار خواجہ میں حاضر ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد یہاں سے دکن کے لیے بشارت ملی اب تا قیامت وہاں رہنا۔ مزار گلبرگہ شریف میں ہے۔

حضرت قادر ولی شاہ الحمید ناگوریؒ

آپ حضرت غوث گوالیاریؒ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے دربار خواجہ میں حاضری دی اور فیض روحانی حاصل کی۔ آپ جنوبی ہند میں بہت مشہور ہیں آپ کا آستانہ مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سنانیؒ

آپ نے بھی آستانہ درگاہ خواجہ میں حاضری دی اور فیوض روحانی حاصل کی۔

حضرت مخدوم جہاں نیاں جہاں گشت

آپ نے دربار خواجہ میں والہانہ انداز میں حاضری اور حسب منشا مرادوں سے فیضاب ہوئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی

آپ کا شمار پایہ کے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف مستند سمجھی جاتی ہیں۔ شریعت اور طریقت میں اعلیٰ مقام ہے۔ آپ دربار خواجہ میں عقیدت مندانہ حاضری دے کر فیضاب ہوئے ہیں۔

حضرت میر قربان علیؒ

آپ سادات میں سے ہیں اور مشہور بزرگ گزرے ہیں اللہ نے جہاں آپ کو دولت وثروت عطا فرمائی۔ وہاں ذوق عبادت سے بھی نوازا۔ آپ یوپی سے جے پور آ کر آباد ہوئے۔ مہاراجہ جے پور آپ کی بڑی عزت وتوقیر کرتے تھے آپ کو اعلیٰ منصب پر فائز کیا۔ غریب نوازؒ سے فیوض وبرکات حاصل کیے، مزار مبارک جے پور میں ہے۔

سید مظفر علی شاہ جعفریؒ

آپ آگرہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں، بیس سال تک عبادت وریاضت کی پیدل چل کر حاضر دربار غریب نوازؒ ہوئے اور مزار مبارک پر انوار سے فیض حاصل کیا۔ ۹ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ میں وصال ہوا، مزار مبارک آگرہ میں ہے۔

حاجی وارث علی شاہ

آپ مشہور بزرگوں میں سے ہیں، آپ نے بڑی عقیدت سے حاضری دی ہے۔ شہر اجمیر میں داخل ہوتے ہی برہنہ پا ہو گئے، بعدازاں کبھی جوتا نہیں پہنا، آپ کے مریدوں کی تعداد بہت ہے، مزار مبارک دیوہ شریف میں ہے۔

خواجہ شاہ سید نیاز احمد چشتیؒ

آپ خواجہ فخر جہاںؒ کے خلیفہ اعظم ہیں اور صاحب کمال بزرگ ہوئے ہیں۔ سماع سے لگاؤ تھا، صاحب حال تھے ان کے کلام میں گداز عشق و محبت و سلوک و معرفت ہے۔ اس سلسلہ کے وابستہ نیازی کہلائے اور لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ کا وصال ۱۲۵۰ھ بریلی میں ہوا۔

حضرت نور محمد مہارویؒ

حضرت خواجہ فخر جہاںؒ کے خلیفہ ہیں اور مشہور بزرگ گزرے ہیں اس سلسلہ میں ہزاروں مرید ہیں اور دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ

حضرت نور محمد مہاروی کے خلیفہ ہیں، آپ صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں آپ کے مریدوں کا سلسلہ وسیع ہے۔

حضرت عزیز میاں چشتی نظامی نیازیؒ

آپ سلسلہ نیازیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ خواجہؒ سے لگاؤ تھا، ہر سال حاضری دیتے تھے، بڑے وضع دار صوفی اور شاعر تھے آپ کا حلقہ مریدین وسیع ہے، آپ نے خانقاہ نیازیہ اجمیر میں قائم کی۔ مزار بریلی میں ہے۔

حضرت سید صدر الدینؒ

کئی بار آستانہ خواجہ میں حاضری دی، فیوض و برکات حاصل کیے۔ مزار بھروچ (گجرات) میں ہے۔ سید ضیاء الدین صاحب سجادہ نشیں ہیں۔

مندرجہ ذیل صوفیاء اور علماء بھی حاضر دربار ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ الہ بخش، حضرت کمبل شاہ بابا دہلویؒ، حافظ سدید الدین تونسویؒ، شاہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ، جھاڑو شاہ باباؒ جیبور حضرت سید انوار الرحمٰنؒ جے پور، خواجہ حسن نظامیؒ، گدڑی شاہ باباؒ، حضرت نور محمد خانؒ نکرانہ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا صبغۃ اللہ فرنگی محلی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمٰنؒ سیوہاروی، مولانا محمد طیب صاحبؒ، مولانا محمد رضا خاں صاحب، مولانا محمد انور اللہ خاں (بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد) مولانا محمد قاسم نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند)۔

❋—❋—❋

سلاطین کی حاضریاں اور نذورات

روحانی سلطان الہند کے دربار میں سلاطین وقت جبین نیاز لیے حاضر ہوئے ہیں، اکبر اور جہانگیر جیسے شہنشاہوں نے عجز وانکساری میں پاپیادہ حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔ آج تاریخ میں ان سلاطین کے صرف نام رہ گئے ہیں جبکہ روحانی سلطان الہند کا فیض آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت یہ سلسلہ قائم رہے گا۔

سلطان شہاب الدین غوریؒ ۵۸۸ء تراوڑی کی جنگ میں فتح کے بعد کیکڑی[۴۴] کے راستہ سے اجمیر پہنچ کر شرف نیاز حاصل کیا بیعت ہو کر دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوا۔

سلطان شمس الدین التمشؒ ۶۱۲ھ

یہ وہ خوش نصیب سلطان ہے جس کو بچپن میں سلطان ہونے کی پیش گوئی حضرت غریب نوازؒ نے کر دی تھی، سلطان آپ کا بے حد معتقد تھا اور علم معرفت حاصل کرنے کا شرف اسی سلطان کو ہے۔

سلطان محمود خلجی ۸۵۹ھ

اجمیر پر راجپوتوں کا غلبہ ہو گیا تھا سلطان محمود نے اجمیر فتح کر کے دربار غریب نواز میں عقیدت مندانہ حاضری دی اور مسجد تعمیر کرائی جو آج کل صندلی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔

شہزادہ بہادر شاہ گجراتی

انہوں نے ۹۳۱ھ میں دربار سلطان الہند میں نیاز مندانہ حاضری دی۔

شہنشاہ اکبر

اکبر نے کئی بار اس دربار عالیہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ ۹۷۶ھ میں پاپیادہ حاضر ہوکر بڑی دیگ نذر کی اور مشرقی دروازہ نصب کرایا۔ شہزادہ سلیم کی ولادت کے بعد اکبری مسجد تعمیر کرائی۔

شہنشاہ جہانگیر ۱۰۲۲ھ

جہانگیر اپنی ہستی کو خواجہ بزرگ کا طفیل سمجھتا تھا، بے حد عقیدت تھی تخت نشیں ہوتے ہی زیارت روضہ کے لیے اجمیر روانہ ہوا جب شہر قریب آ گیا تو پیدل خیرات کرتا ہوا آستانہ غریب نواز حاضر ہوا۔ جہانگیر نے اپنے اجمیر کے قیام میں نو بار حاضری دی، طلائی کٹہرہ اور چھوٹی دیگ اس کی نذورات ہیں، کئی دیہات درگاہ کی نذر کیے ہیں۔

شہزادی حورالنساء

اس شہزادی نے جہانگیر کے دور حکومت میں حاضری دی تھی، علیل ہوکر انتقال ہوا۔ جہانگیر کو اپنی اس پوتی سے بہت محبت تھی۔ (مفصل حالات عمارات درگاہ شریف میں دیکھیے)

شاہجہان ۱۰۵۳ھ

اس بادشاہ کو بھی کسی سے کم عقیدت نہ تھی، اس نے اپنی عقیدت کی نشانیاں عمارات کی شکل میں چھوڑی ہیں کئی بار دربار خواجہ میں حاضری دی اور نذورات پیش کیں، شاہجہاں کے فرمان اب تک توشہ خانہ میں محفوظ ہیں۔ سنگ مرمر کی بیشتر عمارات قبر شریف کا بیرونی احاطہ جنتی دروازہ، جامع مسجد وغیرہ شاہجہاں کی نذر عقیدت ہیں۔

شہزادی جہاں آراء بیگم

اپنے والد شاہجہاں کے ہمراہ دربار خواجہ میں حاضر ہوئی یہ شہزادی نہایت دیندار، قابل اور فاضل تھی۔ حضرت خواجہ بزرگ سے بے حد عقیدت تھی ''مونس الارواح'' میں حالات خواجگان چشت لکھتے ہیں اپنے سفر اجمیر کے حالات نہایت عقیدت سے پیش کیے

ہیں، بیگمی دالان ان کی عقیدت کی یادگار ہے۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ

عالم اور دیندار تھا، عقیدت مندانہ حاضر ہو کر بلند آواز سے السلام علیکم کہا فوراً وعلیکم السلام کی آواز آئی۔ یہ بات یہاں لکھنا ضروری ہے کہ عالمگیر دیندار اور بزرگ تھا اس نے ایسے مزارات مسمار کرا دیئے جو چند موقع پرستوں نے عوام کو فریب دینے کے لیے تعمیر کر لیے تھے اور صاحب مزار غیر معروف اور فیض سے عاری تھے۔

شاہ افغانستان

امیر حبیب اللہ خاں نے ۱۹۰۷ء میں اجمیر آ کر دربار خواجہؒ میں عقیدت مندانہ حاضری دی۔

نظام دکن

میر عثمان علی خاں نے ۱۹۱۲ء میں دربار غریب نوازؒ میں حاضری دی۔ سینکڑوں دیگیں کھانے کی تیار کرائیں، غرباء مساکین کے علاوہ اہل شہر نے بھی سیر ہو کر کھایا، ہزاروں روپیہ تقسیم کیا۔ عثمانی دروازہ جو نظام اسٹیٹ سے مشہور ہے۔ محفل خانہ حسن عقیدت کی یادگار ہے۔ مدرسہ عثمانیہ کے اخراجات نواب دکن کے ذمہ رہے۔

سربراہ سلطنت کی حاضریاں

نواب رام پور، نواب ٹونک، نواب جاورہ، نواب بھوپال، نواب پالن پور، نواب پرتاپ گڑھ وغیرہ جب یہ ریاستیں آزادی سے قبل موجود تھیں یہ لوگ عقیدت مندانہ حاضر ہوئے اور فیض یاب ہوئے۔

ٹنکو عبدالرحمٰن

ملایا کے وزیراعظم نے خلوص اور عقیدت سے دربار خواجہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور نماز جمعہ ادا کی، الیکشن میں اس کو کامیابی کی بشارت ہوئی تھی۔

شاہ ملیشیا

۱۹۷۵ء میں بادشاہ مع بیوی اور رشتہ داروں کے دربار غریب نوازؒ میں حاضر ہوئے، بعدازاں ایک مختصر تقریر میں مخلصانہ خواہش کا اظہار کیا جو حاضری کے بعد پوری ہوئی۔

جناب ڈاکٹر ذاکر حسین سابق صدر جمہوریہ ہند

ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے کئی بار عقیدت مندانہ حاضری دی ہے اور اکثر نماز بھی ادا کی ہے۔ صندلی مسجد کے امام اور مولانا عبدالرحمٰن عراقی سے قرآن پاک کی آیات قرات سے سنی، مولف وہاں موجود تھا۔

جناب فخرالدین علی احمد صدر جمہوریہ ہند

جب آپ مرکز میں وزیر تھے درگاہ وقف بھی آپ کی وزارت میں شامل تھا کئی بار دربار خواجہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا ہے، غریب نواز گیسٹ ہاؤس کا آپ نے ہی افتتاح کیا، صدر جمہوریہ ہند کا عہدہ سنبھالنے سے قبل آپ نے حاضری دی ہے۔

جناب امین الدین نواب لوہارو اس وقت درگاہ کمیٹی کے صدر تھے انہوں نے مولف کی کتاب ''سرتاج الاولیاء'' ۱۹۷۵ء میں پیش کی۔ عزت مآب صدر جمہوریہ نے محفل خانے کی سیڑھیوں کے پاس خطاب کیا جس میں مولف بذات خود شریک تھا۔

جناب آصف علی زرداری صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

سرکردہ اور مشہور غیر مسلموں کی حاضریاں

گرونانک جی

حاضر ہو کر عقیدت مندانہ خیالات کا اظہار کیا۔

مہاراجہ جے سنگھ جے پور

حضرت غریب نواز سے بے حد عقیدت تھی کٹہرہ کی مرمت کرائی، چاندی کا کٹہرہ پیش کیا۔

مہاراجہ گوبند سنگھ ریاست دتیا

آپ کو معزول کر دیا گیا تھا آخری کوشش دربار خواجہؒ میں حاضری کی تھی، عقیدت سے سر پر چادر کو پیش کی اور مراد حاصل ہوئی آپ کو بحال کر دیا گیا۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد ۱۹۲۴ء

آپ ریاست حیدر آباد کے وزیر اعظم تھے حضرت خواجہ بزرگؒ سے عقیدت تھی آپ اردو کے شاعر بھی تھے شاد تخلص تھا حاضری کے وقت مورچھل جھلنے کی خدمت بجالائے اور برجستہ قطعات کہے۔ بطور نمونہ ایک قطعہ حسب ذیل ہے:

مورچھل جھلنے کی خدمت مل گئی
شاد کو دنیا کی عزت مل گئی
بارگاہ خواجہ اجمیر سے
لو کلید گنج قسمت مل گئی

لارڈ کرزن ۱۹۰۲ء

آپ وائسرائے ہند تھے غریب نواز کی شہرت سے حاضری کا اشتیاق پیدا ہوا، مزار مبارک

کے لیے ان کے یہ الفاظ ہیں "ہندوستان میں میں نے ایک قبر کو شہنشاہی کرتے دیکھا۔"

ملکہ میری شہنشاہ جارج پنجم کی اہلیہ ۱۹۱۱ء میں ملکہ جب اجمیر آئی تو دربار میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور پانچ سو روپے اپنی جانب سے درگاہ شریف میں یادگار قائم کرنے کے لیے نذر کیے۔ محفل خانہ کے قریب میں حوض کی تعمیر کرائی۔

مہاتما گاندھی

۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس احمد آباد جاتے ہوئے مہاتما گاندھی نے بڑی عقیدت اور سادگی سے حاضری دی۔ مولانا معین الدین بھی ساتھ تھے۔

پنڈت جواہر لال نہرو

وزیر اعظم ہند کے عہدہ سے قبل ۱۹۴۵ء میں حاضری دی اور اس کے بعد کئی بار جب بھی اجمیر آئے دربار غریب نواز میں ضرور حاضر ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں فسادات کے بعد اجمیر آئے اور محفل خانہ میں مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی۔ مولف پنڈت جی کی تقریر میں شامل تھا۔

ڈاکٹر رادھا کرشن

ہمارے سابق صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر رادھا کرشن جو فلسفی ہونے کے ساتھ مذہبیات میں گہری دلچسپی رکھتے تھے خواجہ بزرگ کے لیے عقیدت مندانہ خیال کا اظہار کیا ہے۔

پنڈت سندر لال

پنڈت سندر لال کئی زبانوں کے ماہر اور تاریخ دان نے اجمیر میں آ کر دربار خواجہؒ میں عقیدت مندانہ حاضری دی اور شاہجہاں مسجد میں تقریر کی۔

ڈاکٹر راج گوپال اچاریہ

ڈاکٹر راجگوپال اچاریہ ہمارے سب سے پہلے گورنر جنرل نے دربار خواجہؒ میں حاضر ہو کر اظہار عقیدت پیش کیا۔ ۱۹۴۸ء میں دربار خواجہ میں حاضری دی اور حاجی وزیر علی صاحب کے دالان میں انہوں نے انگریزی میں عقیدت مندانہ تقریر کی جس کا ترجمہ خان

بہادر عبدالوحید صاحب نے اردو میں کیا۔ مولف وہاں موجود تھا۔

ڈاکٹر راجند پرشاد

ہمارے سب سے پہلے صدر جمہوریہ ہند نے دربار خواجہؒ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے خواجہ صاحب کی حیات مبارکہ پر روشنی ڈالی، مولانا عبدالباری معنی نے ان کو دو قلمی نسخے مثنوی مولانا روم کے پیش کیے جس پر انہوں نے انگریزی ہندی اور اردو میں دستخط کر کے کتب خانہ درگاہ شریف کو نذر کر دیا۔ نام کاتب محمد قلی، کتابت: ۱۱۲۲ھ ۱۷۱۰ء۔

ان کے علاوہ جناب گرمکھ نہال سنگھ، جناب حکم سنگھ، ڈاکٹر سمپورناتھ، جناب جوگندر سنگھ، جناب ایس ایس ڈھلوں وغیرہ بھی حاضر دربار ہوئے ہیں۔

وزیر اعظم ہند اندرا گاندھی

دو بار عقیدت مندانہ حاضری دے چکی ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو، پنڈت سندر لال، ڈاکٹر اجے گوپال آچاریہ اور ڈاکٹر راجند پرشاد کی آمد پر مولف بذات خود موجود تھا۔

عمارات درگاہ شریف

روحانی سلطان الہند کے دربار میں ہر وقت رونق رہتی ہے۔ زیارت کے لیے عقیدت مندوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے کوئی پھول پیش کر رہا ہے کوئی شیرینی لے کر حاضری دے رہا ہے۔ غرض یہ کہ عقیدت مند پھول، چادر اگربتیاں، عطر، موم بتیاں اور چادریں وغیرہ روزانہ پیش کرتے ہیں۔

عمارات جس کا ذکر یہاں ہو رہا ہے اسی عقیدت اور مراد برآوری کا نتیجہ ہیں جن کی تعمیر حسب حیثیت عقیدت مندوں نے مختلف دور میں کی اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے یہ حضرت خواجہ بزرگؒ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کی جیتی جاگتی زندہ و جاوید مثال ہے جہاں لوگ بلالحاظ و مذہب و ملت روزانہ اس دربار میں حاضر ہو کر عقیدت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

عثمانی دروازہ

یہ نظام گیٹ سے مشہور ہے درگاہ بازار کے راستہ سے آنے والے زائرین اس دروازہ سے داخل ہوکر درگاہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں۔

یہ دروازہ میر عثمان علی خاں نواب دکن نے ۱۹۱۲ء میں اپنے عقیدت مندانہ حاضری کے سلسلے میں تعمیر کرایا۔ ایک انگریزی انجینئر نے اس کا نقشہ تیار کیا اور مولوی حبیب اللہ کے زیرنگرانی تین سال میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی اور پچاس ہزار روپے کے قریب اس کی تعمیر میں صرف ہوئے۔ اس دروازہ کی بلندی تقریباً ۷۰ فٹ ہے شاندار محراب ہے اور بالائی حصہ میں نقار خانہ ہے جہاں پانچ وقت نوبت اور شہنائی کی دل فریب آواز گونجتی ہے اور گھڑیال ہر گھنٹہ بعد بجایا جاتا ہے جس سے اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ اس دروازے میں لوہے کے شاندار اور خوبصورت جالی دار کواڑ چند سال قبل کسی عقیدت مند نے پیش کیے ہیں۔

کلمی یا شاہجہانی دروازہ

نظام دروازہ سے داخل ہوکر چند قدم بعد یہ دروازہ آتا ہے اس کے اوپر بھی نقار خانہ ہے جو شاہان مغلیہ کے زمانے سے ہے۔ ۱۰۴۷ھ میں سرخ پتھر کا دروازہ شاہجہاں کی عقیدت مندانہ پیشکش ہے۔ چونے کی سفیدی سے اس کی سرخی چھپ گئی ہے، دروازہ کی محراب پر سنہری حروف میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے اور یہ شعر:

بعہد شاہجہاں بادشاہ دین پرور
زدود ظلمت نفر آفتاب دین یکسر

شہنشاہ اکبر نے ۹۸۳ھ میں بنگال کی تسخیر کے بعد دو نقارے پیش کیے جو آج تک موجود ہیں درگاہ کی جانب سے نوبت نفیری بجتی ہے، اس دروازے کے کواڑ لکڑی کے ہیں، پچاس سال قبل کسی عقیدت مند تاجر نے چاندی کا پتر چڑھایا ہے۔

یونانی شفاخانہ

اکبری مسجد دروازے کے دائیں جانب سیڑھیوں کے پاس واقع ہے، یہ

دواخانہ درگاہ کمیٹی کی جانب سے قائم کیا گیا ہے۔ اس دواخانہ میں ہر خاص و عام کا علاج مفت ہوتا ہے۔

غریب نواز ہومیو پیتھک دواخانہ

جو مولف کی تحریک پر درگاہ کمیٹی نے قائم کیا۔ یہ دواخانہ درگاہ کے قریب باب الشریف سے داخل ہونے پر دائیں جانب واقع ہے جس میں شام وسحر زائرین و مقامی حضرات کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔

خواجہ ماڈل اسکول

درگاہ کمیٹی کی جانب سے درگاہ کیمپس سول لائن اجمیر میں انگلش میڈیم اسکول قائم کیا گیا ہے جہاں ہر سال ایک کلاس کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اردو اور دینیات کا بھی انتظام کیا گیا ہے، تجربہ کار عملہ خدمت انجام دے رہا ہے اور یہ اسکول دوسرے اسکولوں کے مقابلہ میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرر ہا ہے۔ فی الحال پرائمری کلاسز ہیں۔

دار العلوم عثمانیہ

یہ بہت قدیم درسگاہ ہے اس کا شمار ہندوستان کے چوٹی کی درسگاہوں میں ہوتا ہے مگر ۱۹۴۷ء کی تقسیم اور فسادات نے اس میں تعطل پیدا کر دیا تھا پھر وقتاً فوقتاً اس میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کی گئی مگر ۱۹۹۰ء میں اس مدرسے کا درگاہ کمیٹی نے مجھے مہتمم تقرر کیا۔ اس کے بعد اس میں کافی ترقی ہوئی۔ مدرسین اور طلباء میں اضافہ ہوا۔ تعلیمی معیار بلند ہوا اور باہری طلباء کے لیے مفت دار الاقامہ اور مطبخ کا انتظام کیا گیا۔ اس کے جملہ مصارف درگاہ کمیٹی اٹھاتی ہے۔ دعا ہے کہ یہ دار العلوم ۱۹۴۷ء والی پوزیشن میں واپس لوٹ آئے جس نے بخارا، افغانستان، نیپال اور عراق کے لوگوں سے استفادہ کیا تھا۔

مولانا معین الدین صاحب اور مولانا امجد علی صاحب جیسے متبحر علماء اس کے صدر مدرس رہ چکے ہیں۔ مولانا محمد یونس ناظم دار العلوم رہے ہیں۔ دار العلوم کا قدیم کتب خانہ کی ذمہ داری مولف کے پاس ہے۔ کتب میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔ جدید طرز پر کتب خانہ

تبدیل کیا جارہا ہے۔ تصوف کا علیحدہ شعبہ زیر تجویز ہے۔

اکبری مسجد

شفا خانہ کے برابر اکبری مسجد کا شاندار دروازہ ہے اس مسجد کی تعمیر ۹۷۷ھ میں اکبر نے جہانگیر کی پیدائش پر کرائی اور حاضر ہوکر اظہار عقیدت کیا۔

یہ مسجد سرخ پتھر کی تعمیر ہے اور محرابوں میں سنگ مرمر کے بیل بوٹے ہیں۔ مسجد کے محراب کی بلندی ۶۷ فٹ ہے، مسجد ۱۴۰ مربع فٹ ہے، جنوب میں درگاہ کا محافظ خانہ ہٹا کر مسجد کی توسیع کردی گئی ہے، اس میں کتب خانہ دارالعلوم قائم ہے۔

اس مسجد میں حوض اور کنواں بھی تھا جو پاٹ دیئے گئے ہیں۔ فرش کی مرمت عقیدت مند نواب داتا پور نے کرائی۔ مسجد کے مغربی حصہ میں سنگ مرمر کا فرش بنایا گیا ہے۔ مسجد کی توسیع مولف کی عقیدت مندانہ کوشش کا نتیجہ ہے۔

موئے مبارک کا حجرہ

اکبری مسجد کے دروازے کے اوپر ایک حجرہ ہے جس میں موئے مبارک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ ہیں۔ یہ مقدس تبرک ازراہ عقیدت جناب سید لطیف الزماں صاحب سجادہ نشین روضۃ الحدیث حیدرآباد دکن نے ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں جناب سید سعید مودودی صاحب کو مرحمت فرمایا۔ اس وقت خدمت سید ابرار علی انجام دے رہے ہیں، موئے مبارک کی آمد کا جلوس اجمیر کا ایک تاریخی جلوس تھا اس سے قبل مسلمانوں نے کسی جلوس میں عقیدت کے ساتھ کثیر تعداد میں شرکت نہیں کی تھی۔

تقریبات موئے مبارک

۱۱ ربیع الاول بارھویں شب میں میلاد شریف اور غسل مبارک ۱۲ ربیع الاول کو بعد نماز ظہر قرآن خوانی اور زیارت بعد نماز عصر اور بعد نماز مغرب حجرہ مخصوصہ میں موئے مبارک رکھ دیئے جاتے ہیں۔

بلند دروازہ

یہ دروازہ سلطان محمود خلجی نے تعمیر کرایا، سرخ پتھر سے بنا ہوا ہے چونے کی سفیدی سے سرخ پتھر چھپ گیا ہے۔ اس دروازہ کی بلندی ۸۵ فٹ ہے یہ درگاہ شریف کی تمام عمارتوں سے بلند ہے اسی لیے اس کو بلند دروازہ کہتے ہیں۔ نیچے فرش سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کا ہے اس کی محراب تین سنہری زنجیروں میں تین سنہرے قمقمے آویزاں ہیں، برجیوں پر بھی دو فٹ سے زیادہ سنہری کلس لگے ہوئے ہیں۔ دروازہ کے سامنے دو چھتریاں ہیں اور پیچھے کم بلندی پر سادہ چھتریاں ہیں دروازہ کے دونوں طرف چبوترے ہیں جہاں سے اوپر جانے کے لیے دونوں طرف زینہ ہے۔ دروازہ کے مشرق کی طرف چبوترہ پر حضرت شیخ احمد خلیفہ خواجہ بزرگؒ کا مزار ہے۔ ۲۵ جمادی الثانی کو اس دروازہ پر جھنڈا لگایا جاتا ہے جس سے عرس شریف کی شروعات سمجھی جاتی ہے۔

بڑی دیگ

بلند دروازے سے دو قدم سیڑھیاں اتر کر مغرب کی طرف بڑی دیگ ہے یہ دیگ شہنشاہ اکبر نے چتوڑ گڑھ کی فتح کے بعد حاضر ہو کر ۹۶۴ھ میں پیش کی تھی اس کا محیط (گھیر) ساڑھے تیرہ گز ہے اور اس میں سوا سو من کے قریب چاول پکائے جا سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی کئی بار اس میں کھانا پکتا ہے اکثر عرس شریف کے دوران عقیدت مند کھانا پکواتے ہیں، پہلے یہ کھانا تقسیم کیا جاتا تھا لیکن صبح سے شام تک جب دیگ خالی نہ ہوئی تو قدیم زمانے سے درگاہ شرف کے قریب رہنے والی ایک برادری جو اندرکوٹی سے موسوم ہے خاص لباس میں جو جلنے سے محفوظ رکھتا ہے دیگ کو لوٹتے تھے۔ اب دیگ کا کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔

چھوٹی دیگ

بڑی دیگ کے مشرق میں چھوٹی دیگ ہے جو جہانگیر نے دربار میں حاضر ہو کر خلوص و عقیدت سے پیش کی۔ تاریخ یہ ہے ۱۰۲۲ھ "بدنیا باد دائم نعمت دیگ جہانگیری۔"

اس دیگ کی مرمت بڑی دیگ کے بعد ہوئی بعد ازاں نواب علی ولد وزنواز جنگ امیر حیدر آباد نے دو ماہ بعد تیار کرائی، دونوں دیگوں کے قریب کا فرش سرخ پتھر کا بنا ہوا تھا اب سنگ مرمر کا ہے۔ دیگوں کے قریب لوہے کے کٹہرے بنے ہوئے ہیں۔ اس میں ۶۰ من کھانا تیار ہوسکتا ہے۔

نوٹ: بعض اوقات دیگیں مسلسل پکتی ہیں۔کوئی کھانا لینے والا نہیں ہوتا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں بدبو آجاتی ہے اور نالیوں میں بہایا جاتا ہے۔ یہ رزق کی بے حرمتی ہے جو اللہ کو اور نہ ہی خواجہؒ کو پسند ہے۔ ایسے موقعوں پر پلاؤ یا حلوہ دیگ میں آنے والے خرچہ کے برابر صرف ہوجائے تو مناسب ہے۔

صحن چراغ

بڑی دیگ کے قریب صحن میں گنبد نما خوبصورت چھتری میں اکبر کا پیش کردہ چراغ رکھا ہوا تھا جس کو اب ہٹا دیا گیا ہے۔

محفل خانہ

پہلے اس صحن میں شامیانہ لگا کر محفل سماع منعقد ہوتی تھی، نواب بشیر الدولہ والئی دکن نے اپنے فرزند کی ولادت پر عقیدت میں اس کی تعمیر ۱۳۰۹ھ میں کرائی۔ یہ شاندار عمارت ۴۶ فٹ مربع ہے اس میں قیمتی جھاڑ و فانوس آویزاں ہیں، پہلے موم بتی استعمال ہوتی تھی اب بجلی کا استعمال کیا جاتا ہے۔ عرس کے ایام میں یہاں محفل سماع منعقد ہوتی ہے۔

خانقاہ

محفل خانہ کے اندر دروازے سے اس خانقاہ کا راستہ ہے۔ اکبر نے مسجد کے ساتھ اس کی تعمیر کرائی تھی یہ قدیم سماع خانہ ہے جہاں سجادہ نشین ۵ رجب کو سہ پہر میں سماع میں شرکت کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ بزرگ کو اسی جا غسل دیا گیا تھا۔

حوض اور سبیل

محفل خانہ کے سامنے ایک خشک حوض ہے جو عرس کے زمانہ میں بھر دیا جاتا ہے اس کی تعمیر میں شہنشاہ جارج پنجم کی اہلیہ نے دربار میں حاضر ہو کر پانچ سو روپے پیش کیے کچھ رقم درگاہ کمیٹی نے ملا کر سائبان بھی تعمیر کرا دیا، حوض کے برابر سبیل ہے۔ زائرین کے آرام کے لیے کھول دی ہے۔

لنگر خانہ

محفل خانہ کے سامنے مشرق کی طرف بڑے صحن سے گزر کر ایک پھاٹک نظر آتا ہے اس میں لوہے کا ایک کڑھاؤ ہے جس میں پچاس پچاس کلو صبح و شام جو کا نمکین دلیا پکتا ہے اور غرباء و فقراء میں تقسیم ہوتا ہے عقیدت مند لوگ بطور تبرک اس کو کھاتے ہیں اس کا اہتمام درگاہ کمیٹی کی جانب سے ہوتا ہے۔

جہاں غرباء و فقرا لنگر لینے کے لیے جمع ہوتے ہیں ایک عمدہ پختہ عمارت موجود ہے اس کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد غریبوں اور فقیروں کو بارش اور دھوپ سے نجات ملی ہے۔

لنگر خانہ کے صحن میں ایک چھتری ہے یہ شہنشاہ اکبر کے فقیرانہ انداز کی یادگار ہے۔ اکبر یہاں ہاتھ میں فقیر کی حیثیت سے لنگر لینے آیا تھا اس کے ہاتھ سے یہ پیالہ گر کر ٹوٹ گیا تھا۔

بجلی خانہ

لنگر خانہ سے شمال کی طرف بجلی گھر تھا جہاں بجلی تیار ہو کر پوری درگاہ میں روشن ہوتی تھی۔ اب انجن ہٹا دیا گیا ہے اور سرکاری بجلی حاصل ہو گئی ہے جس کے اخراجات کی کفیل درگاہ کمیٹی ہے۔ جنا ریٹر بھی لگایا گیا ہے، لائٹ چلے جانے کے بعد اس کا استعمال ہوتا ہے۔

جامع مسجد یا مسجد شاہجہانی

محفل خانہ کے جنوب اور سبیل کے برابر ایک دروازہ ہے اس میں داخل ہو کر چند قدم پر دائیں جانب مغرب میں یہ عالیشان مسجد شاہجہاں کی تعمیر کردہ ہے جب وہ اودے پور فتح کر کے اجمیر زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اس نے دو لاکھ چالیس ہزار کے صرفہ سے یہ مسجد تعمیر کرائی جو کئی سال بعد مکمل ہوئی۔ اس کی لمبائی ۹۷ گز اور چوڑائی ۲۷ گز ہے،

صحن میں پانچ دروازے ہیں تین مشرق کی جانب اور ایک شمال دوسرا جنوب حوض کی جانب ہے۔ کلیم ہمدانی نے مسجد کے لیے قصیدہ لکھا ہے ایک مصرع مندرجہ ذیل میں تاریخ نکالی ہے:

"کعبہ حاجات دنیا مسجد شاہجہاں"

مسجد کے بالائی حصہ میں شمال کی جانب دو حجرے ہیں۔ ایک حجرہ کے مغرب کی جانب ۱۲۹۱ء میں دہلی سے تبرکات نبوی لا کر رکھے گئے۔ دوسرا حجرہ پیش امام جامع مسجد کا ہے۔ مسجد شاہجہانی میں نماز جمعہ ہوتی ہے اس وقت توپیں داغی جاتی ہیں جس سے ایک شان معلوم ہوتی ہے پہلی توپ اذان کے وقت، دوسری خطبہ کے وقت، تیسری اقامت کے وقت کے لیے، چوتھی سلام کے بعد۔

مزار خواجہ حسینؒ اجمیری

شاہجہانی مسجد کے پیچھے مغرب میں مقبرہ ہے جس میں حضرت خواجہ حسین اجمیریؒ کا مزار مبارک ہے اس کا مفصل ذکر سجادہ خواجہ بزرگؒ میں ہو چکا ہے۔ اندرون مقبرہ سجادگان کے مزارات ہیں۔ اس مقبرہ کے قریب زمین سجادہ نشیں کے خاندان کے قبرستان کے لیے مخصوص ہے، اکبر کا فرمان ماہ ذی قعدہ ۹۶۹ھ میں نبیرۂ خواجہؒ کے علاوہ دوسروں کو دفن کی ممانعت کی ہے۔ یہ زمین پیرزادگان میں تقسیم ہوگئی ہے جو قطعہ جس خاندان کے حصہ میں آیا اسی میں اپنی میت دفن کرتا ہے۔

سولہ کھنبہ

جھالرہ کے پشت پر ایک خوبصورت دالان ہے جس میں سولہ ستون ہیں مرمریں جالیاں ہیں یہ حضرت شیخ علاء الدینؒ جو حضرت خواجہ حسین اجمیری نبیرہ وسجادہ نشیں کے بھتیجے ہیں ان کی زندگی میں دیوان خانہ مشہور تھا ان کی وفات کے بعد وہیں دفن کیا گیا ہے، تاریخ سال تعمیر محراب پر مشرق کی جانب منقوش ہے۔

قطعہ

بنائے مقبرہ بنہاد شیخ علاء الدین — کہ باد عاقبت او بخیر ارزانی
جوار مرقد آں شاہباز عرش نشیں — کہ زیر شہپر او بینمہ مسلمانی

چوکار در پے اتمام سال رفت خرد　　بگفت روضہ مرتب بخوانی بآسانی

چہار یار

مولانا محمد حسنؒ کا ۷ رجب بوقت سماع پائیں دروازہ حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کے شعر خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی پر حال آیا اور وصال ہو گیا۔ عرس کی تقاریب ۷ رجب و ۸ رجب کو ہوتی ہیں۔

شاہجہاں مسجد کے جنوبی دروازے سے نکل کر مغرب کی جانب ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جس میں قبرستان ہے۔ چہار یاران کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ خواجہ اعظمؒ کے ہمراہ آنے والے چار بزرگوں کے مزارات ہیں علاوہ ازیں مولانا شمس الدین، مولانا محمد حسین الہ آبادی، مولانا معین الدین، حافظ بشیر علی بیگ کے مزارات اور کئی خدام صاحبان کی قبور ہیں۔

حوض جامع مسجد

جامع مسجد کے جنوب میں یہ چھتری دار حوض ہے جو ہر وقت پانی سے بھرا رہتا ہے اور اکثر لوگ یہاں وضو کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور مزار پر حاضری دیتے ہیں، سردی میں حوض کے قریب گرم پانی کا اہتمام ہوتا ہے۔

جھالرہ

درگاہ شریف کے جنوب میں واقع ہے اس گہرے چشمے میں چہار دیواری شاہجہاں نے کرائی اس میں داخل ہونے کے تین راستے ہیں پہلا راستہ درگاہ شریف شاہجہانی مسجد کے پاس سے بذریعہ زینہ ہے۔ دوسرا راستہ سولہ کھنبہ کے مغرب سے ہے، تیسرا راستہ خادم محلہ سے ہے۔ تینوں راستے میں زینے ہیں درگاہ شریف میں وضو کے لیے پانی یہاں مشین کے ذریعہ پائپ سے جاتا ہے۔ گرمیوں میں جھالرہ کا پانی خشک ہو کر مغرب کی جانب گہرے حصے میں رہ جاتا ہے اور برسات میں پھیل جاتا ہے جھالرہ کا پانی ہندو مسلم بلا تفریق مذہب و ملت کام میں لاتے ہیں اگر جھالرہ نہ ہوتا تو قرب وجوار کی بستیاں ویران ہو

جاتیں۔ جھالرہ کے ایک خشک حصہ کو گہرا کر کے چاروں طرف چہار دیواری کر دی گئی ہے ان میں پانی موجود ہے یہ خدام صاحبان نے ایک کنواں محرم میں تعزیہ ٹھنڈا کرنے کے لیے تعمیر کیا ہے۔ باقی حصہ پر درگاہ انتظامیہ نے زائرین کی سہولت کے لیے سنگ مرمر کا فرش بنوایا ہے۔ زائرین یہاں عرس کے موقع پر قیام کرتے ہیں۔ عرس کے دوران باہر سے آئے دواخانے زائرین کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔

شاہی گھاٹ

مسجد شاہجہاں کے جنوب مشرق حوض کے قریب صحن ہے جس کو شاہی گھاٹ یا سایہ گھاٹ کہتے ہیں۔ یہاں ایک مزار حضرت خواجہ ضیاء الدین ابوسعید فرزند خواجہ اعظم کا ہے۔ سنگ مرمر کی چھتری ہے۔ دوسری چھتری کا مزار فرزند حضرت سید وجیہ الدین مشہدی عم سید حسین خنگ سوار کا ہے۔ ان کے عرس کی تقاریب ہوتی ہیں۔

کرناٹکی دالان

یہ سایہ گھاٹ کے متصل تین درہ سنگ مرمر کی عمارت ہے۔ یہ دالان کرناٹک کے رئیس بخطاب رئیس الہند کا تعمیر کردہ ہے۔ اس میں اشعار منقوش ہیں۔

عبادت خانہ مستورات

کرناٹکی دالان کے سامنے پائیں دروازہ جس کو جنوبی دروازہ بھی کہتے ہیں نظر آتا ہے سنگ مرمر کے صحن سے پائیں دروازے کی جانب داخل ہوتے ہوئے دائیں بائیں عبادت خانہ مستورات ہے۔ یہ سنگ مرمر کا ہے اس میں پردے پڑے رہتے ہیں۔ یہاں پردہ نشیں مستورات عبادت کرتی ہیں۔ اس میں حضرت خواجہ معین الدین خورد اور حضرت خواجہ قیام الدین بابریال نبیرہ خواجہ بزرگ کے مزارات ہیں۔

احاطہ

احاطہ مستورات سے پائیں دروازہ کے قریب جنوب مغرب میں سنگ مرمر کا خوبصورت احاطہ ہے اس کے کچھ حصہ پر چھت ہے۔ اس احاطہ سے ایک راستہ پائیں

دروازہ دوسرا مغرب میں جنتید روازہ کو جاتا ہے۔ دروازہ اکثر کھولا جاتا ہے تا کہ زائرین آسانی سے باہر آسکیں۔

مزار بی بی حافظہ جمالؒ

احاطہ نور کے مشرق اور خواجہ بزرگ کے پائیں حضرت بی بی حافظہ جمالؒ دختر خواجہ اعظمؒ کا مزار ہے۔ یہ سنگ مرمر کا ہے اوپر چھتری ہے اور اس میں تین دروازے ہیں ایک کھلا ہوا اور دو بند رہتے ہیں۔ مختلف رنگوں کے پتھروں کی پچی کاری سے اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اس کا دروازہ کمانی دار ہے اندرونی چھوٹی قبریں آپ کے صاحبزادوں کی ہیں جو زمانہ طفلی میں انتقال کر گئے تھے آپ کے شوہر شیخ رضی الدینؒ کا مزار ناگور میں ہے۔

سجر حور النساء بیگم

حضرت خواجہؒ کے پائیں مغرب میں حور النساء بیگم عرف چمنی بیگم بنت شاہ جہاں اور جہانگیر کی عزیز پوتی دفن ہے۔ اس قبر کے تعویذ پر پکھراج کی تختی لگی ہوتی ہے لوگ اس میں پیسے اور کوڑیاں پھینکتے تھے اس لیے اس کو بند کر دیا گیا ہے یہ سنگ مرمر کی خوبصورت تعمیر شاہجہان نے کرائی۔

جنتی دروازہ

یہ مکی دروازہ بھی کہلاتا ہے اس کے کواڑ پر چاندی کا پتر چڑھا ہوا ہے باہر سے ایک آہنی دروازہ اس کی حفاظت کے لیے لگایا گیا ہے۔ یہ دروازہ چاند رات سے چھ رجب تک عیدین اور عرس خواجہ عثمانی ہارونیؒ کے موقع پر کھلا رہتا ہے، سال میں چار بار کھولا جاتا ہے، دروازہ کے اوپر یہ شعر لکھا ہوا ہے:

ہر کہ زیں باب مقدس داخل اندر روضہ شد
آتش دوزخ برداز فضل حق گردد حرام

مشہور ہے اس دروازہ سے سات بار جو شخص نکل جائے وہ جنتی ہے۔

ہمارا خیال ہے جو شخص خشوع وخضوع سے حاضری دے اور خواجہ کی اتباع کا عہد کرے اور جنتی دروازہ کے سامنے جامع مسجد کے دروازہ میں داخل ہو کر نماز ادا کرے اس کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (مولف)

روضہ

آستانہ سلطان الہند میں عام طور پر مشرقی دروازہ سے داخل ہوکر پائیں دروازہ سے نکلتے ہیں۔
مزار پہلے کچا تھا آپ کی لافانی شہرت فیوض اور برکات روحانی نے سلاطین وقت کو اس در پر حاضریاں دینے پر مجبور کیا اور اس خلوص وعقیدت سے تعمیرات کا سلسلہ جاری ہوا جو آج تک قائم ہے۔
حضرت شیخ خواجہ حسین ناگوری نے جو کامل ولی تھے سالہا سال تک مزار کی حفاظت ومجاورت کی، سلطان غیاث الدین جو حضرت شیخ کو ازراہ عقیدت مدعو کرتا تھا لیکن آپ شاہانہ صحبت سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں موئے کی زیارت کے لیے گئے تو سلطان نے تحائف پیش کیے آپ نے انکار کردیا لیکن آپ کے صاحبزادے نے قبول کرنے کا خیال کرلیا آپ کو معلوم ہوگیا کہ اگر تم یہ قبول کرتے ہو تو ضروری ہے کہ تم حضرت خواجہ بزرگؒ اجمیری اور اپنے جد امجد حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ کے مقدس روضوں کی تعمیر میں یہ رقم صرف کرو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
گنبد شریف کا اندرونی حصہ سنگ مرمر اور اوپر کا اینٹوں میں چونہ ملا کر بنا ہے۔ گنبد پچوانس میں ہے صندلہ کی گھٹائی ہے، پورے ہندوستان میں اس طرز کا پہلا گنبد ہے۔ اس کی تعمیر ۸۵۹ھ میں ہوئی، گنبد کی نقاشی محمود ابن ناصر کے زمانہ میں ہوئی روضہ کی مغربی جالی پر یہ تاریخ کندہ ہے:

از پئے تاریخ نقش گنبد خواجہ حسین
گفت ہاتف گو معظم قبہ عرش بریں

روضہ کا دروازہ سلطان مانڈو نے بنوایا، گنبد پر سنہری کلس اور گوشوں میں سنہری کلسیاں برادر نواب رام پور کی عقیدت مندانہ پیش کردہ ہیں جو نہایت شاندار ہیں۔ کہتے ہیں ایک بنجارے نے بھی سوا من سونا کلس پر چڑھایا تھا، اندرون گنبد مخمل کی زریں چھت گیری ہے اور زنجیروں میں سونے کے قمقمے لٹکے ہوئے ہیں چھپر کھٹ کے اندر مزار سنگ مرمر کا ہے سیپ کا کام ہے مختلف پتھروں کی خوشنما پچی کاری ہے، مزار زربفت کم خواب ومخمل سے ڈھکا رہتا ہے۔ اس پر پھولوں کی چادر نظر آتی ہے، ایک سنہری کٹہرہ شہنشاہ جہانگیر نے پیش کیا تھا بعد ازاں چاندی کا کٹہرہ جہاں آرا، کا پیش کردہ موجود ہے۔ اس کی مرمت مہاراجہ جے سنگھ والئی جے پور نے کرائی تھی۔ اندر کا فرش سنگ مر کا ہے، مزار کے درمیان سے مغرب کی

جانب قد آدم کی بلندی پر قلمی خوشخط کلام پاک نقرئی صندوق اور چوکی پر رکھا ہوا ہے، لوگ اس کو بوسہ دیتے ہیں، چاندی کا صندوق اور چوکی نظام دکن کی نذر کردہ ہیں۔

توشہ خانہ

مزار کے مشرقی دروازہ کے دائیں بائیں جانب حجرے ہیں ان میں شہنشاہ اکبر کی چتوڑ کے قلعہ کی لائی ہوئی جوڑیاں ہیں جن پر چاندی کا پتر چڑھا ہوا ہے، شمالی توشہ خانہ میں روزانہ کام آنے والی اشیاء، چادریں، اگردانی، چوبیں اور دوسرا سامان رہتا ہے اور جنوبی توشہ خانے میں قیمتی اشیاء، بادشاہوں کے نذر کردہ تحائف اور شاہجہاں کا فرمان متعلق وقف اس میں موجود ہے۔ اس میں سات تالے لگے ہوئے ہیں ہر خاندان کے پاس ایک تالے کی چابی رہتی ہے جب تک ساتوں افراد جمع نہ ہو جائیں توشہ خانہ کا دروازہ نہیں کھلتا۔

بیگمی دالان

مشرقی دروازہ سے ملحق یہ عالیشان اور خوبصورت دالان دونوں جانب پھیلا ہوا ہے۔ تین در درمیان میں اور دو دو ہر دو جانب ہیں یہ سنگ مرمر کی تعمیر ہے، درمیانی دروازہ کو چھوڑ کر سب میں مرمریں جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ ۱۰۵۳ھ میں شہزادی جہاں آراء بنت شاہجہاں نے تعمیر کرایا تھا جو حضرت خواجہ بزرگؒ کی بے حد معتقد تھی اور ''مونس الارواح'' کی مولف ہے۔ چھت پر بہت سے خوبصورت بلوریں جھاڑ فانوس ہیں اور دیوار پر سنہری کام نواب مشتاق علی خان والئی رام پور نے کرایا ہے۔

مسجد صندل خانہ

اس مسجد کو محمود خلجیؒ مسجد جہانگیر اور مسجد عالمگیر بھی کہتے ہیں لیکن عوام میں مسجد صندل خانہ مشہور ہے۔ اس مسجد کی تعمیر سلطان محمود خلجی نے ۷۵۹ھ میں تین در کرائی۔ بعد ازاں شکستہ ہو جانے پر جہانگیر نے از سر نو چار در بڑھا کر تعمیر کرائی پھر شہنشاہ اورنگزیبؒ نے بڑے پیمانے پر مرمت کرائی، عرس کے ایام میں یکم رجب سے ۹ رجب تک اس میں صندل پیسا جاتا ہے اور کچھ دیر تک یہاں پھول بھی رکھے جاتے ہیں اس لیے اس مسجد کو مسجد صندل خانہ اور مسجد پھول خانہ بھی کہتے ہیں۔

صندلی مسجد کے باہر مشرقی حصہ کے قریب صحن میں سنگ مرمر کا احاطہ ہے۔اس میں حضرت شیخ تاج الدین بایزید بزرگؒ ان کی ازواج اور عزیزوں کے مزارات ہیں۔حال ہی میں مسجد کی چھت باہر کے حصے میں کسی عقیدت مند کی تعمیر ہے۔

احاطہ چنبیلی

مسجد صندل خانہ کے شمال میں ایک جالیدار احاطہ ہے اس میں حضرت رفیع الدین بایزید خوردؒ دو مستورات صالحات کے مزارات ہیں، مزار میں چنبیلی کے پیڑ ہیں بہترین خوشبو آتی ہے۔

چلہ بابا فرید گنج شکرؒ

صندل مسجد کے پیچھے مغرب میں واقع ہے کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت فرید الدین گنج شکرؒ نے چلہ کشی کی ہے۔اس کا دروازہ ۵ محرم کی صبح سے شام تک کے لیے کھلتا ہے۔مشہور ہے اس چلہ کا راستہ حضرت خواجہ بزرگؒ کے خام مزار تک جاتا ہے لیکن آگے دیوار بنادی گئی ہے۔

احاطہ نور

بیگمی دالان کے مشرق میں ایک وسیع سنگ مرمر کا صحن ہے یہاں پر جمعرات کو محفل سماع سجادہ نشین کی قیادت میں ہوتی ہے۔علاوہ ازیں شجرہ خوانی چھٹی شریف قرآنی خوانی، محفل میلاد اور دیگر مذہبی تقاریب ہوتی ہیں۔اس احاطے میں جوتا لانے کی ممانعت ہے۔

اولیاء مسجد

مسجد صندل خانہ کے شمال مشرق میں ایک چھوٹی خوشنما مسجد ہے سنگ مرمر کی تعمیر ہے، خوبصورت بلوریں جھاڑ اور قمقمے آویزاں ہیں، مشہور ہے کہ اجمیر کے ورود میں سب سے پہلے حضرت خواجہؒ نے یہاں نماز ادا کی تھی۔

ہمارا خیال ہے کہ سدا بہار پہاڑی سے منتقل ہونے کے بعد آپ نے یہاں نماز ادا کی ہوگی۔(مولف)

مزار نظام سقہ

یہ مزار اولیاء مسجد کے جنوب مشرق میں ہے، سنگ مرمر کی تعمیر ہے چاروں طرف جالی

دار کٹہرہ ہے، خوشنما نقش و نگار ہیں، مزار پر غلاف بھی رہتا ہے اس پر خواجہ بزرگؒ کے مزار کا گمان ہوتا تھا اورنگزیبؒ کو جب حقیقت معلوم ہوئی تو فرمایا:

"چراغ درپیش آفتاب پر تو نہ دارد"

دالان حمیدیہ

یہ دالان حاجی عبدالحمید صاحب خادم خواجہؒ نے ۱۳۶۱ھ میں سنگ مرمر کا تعمیر کرایا، جمعرات کو مستورات یہاں بیٹھ کر قوالی سنتی ہیں، لوگ دھوپ اور بارش سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس کے برابر درگاہ کمیٹی نے دالان کی تعمیر زائرین کی سہولت کے لیے کی ہے۔

حاجی وزیر علی صاحب کا دالان

ارکاٹی اور سبیل کے درمیان میں دو دالان حاجی وزیر علی صاحب خادم خواجہؒ نے زائرین کی سہولت اور آرام کے لیے تعمیر کرائے، پہلا دالان حاجی حافظ مروان علی صاحب مرحوم ۱۳۵۵ھ میں اور دوسرا حافظ فتح محمد مرحوم اور ان کی زوجہ ۱۳۶۰ھ میں بطور یادگار تعمیر ہوئے۔

مقبرہ علی خاں

اس کی چھت چونے کے لداؤ کی نشیبی گنبد نما ہے، درگاہ شریف کے مشرق جنوب میں اور جھالرہ کے بالکل مشرق میں سنگ مرمر کی یہ عمارت ہے۔ اکبر کے دور حکومت میں علی قلی خاں اجمیر کے صوبہ دار تھے اپنے مدفن کے لیے یہ مقبرہ تعمیر کرایا تھا مگر انتقال آگرہ میں ہوا اور وہیں دفن کر دیئے گئے اور یہاں اکبر کے منصب دار دفن ہوئے۔

اس مقبرے میں ۷ محرم کو تعزیہ رکھا جاتا ہے اور مہندیاں چڑھائی جاتی ہیں۔

سبیل خواجہ سنجر

یہ سبیل بھی حاجی وزیر علی مرحوم خادم خواجہؒ نے ۱۳۶۰ھ میں لوگوں کے آرام کے لیے تعمیر کرائی۔

خواجہ غریب نواز گیسٹ ہاؤس

دفتر درگاہ شریف کے متصل یہ چار منزلہ عمارتیں عالیشان جدید طرز کی تعمیر ہیں۔ اب تک ان میں قریب ۱۴۰ کمرے ہیں۔ غسل خانہ اور پاخانہ کمروں سے ملحق ہیں۔ زائرین کے لیے بہترین آرام گاہ ہیں۔ کمروں کا ریزرویشن ناظم درگاہ سے بذریعہ خط وکتابت ہوسکتا ہے۔ دو عمارتوں کا سنگ بنیاد اور افتتاح عالی جناب فخر الدین علی احمد صدر جمہوریہ ہند نے فرمایا تھا۔ جناب سید سعید مرتضیٰ صاحب صدر کمیٹی کے اثر ورسوخ سے کافی رقم وصول ہوئی اور جناب اسمٰعیل ایم باولا نائب صدر کمیٹی نے بہترین پلان سے عملی جامہ پہنایا۔

اجمیر

مختصر جغرافیہ

راجستھان جو پہلے راجپوتانہ کہلاتا تھا، ہندوستان کے شمال مغرب میں واقع ہے اور وسط میں شہر اجمیر ہے۔ اجمیر کی جائے وقوع چند بلند پہاڑیوں کے درمیان میں ہے، جنوب میں اراولی پہاڑ، شمال مشرق میں مدار پہاڑ اور ناگ پہاڑ، مغرب میں تارا گڑھ اور دریائے سولی ہے۔

مختصر تاریخ

اجمیر ایک مرکب لفظ ہے۔ ''آج'' اور ''میر'' آج بکری کو اور میر پہاڑ کو کہتے ہیں۔ یہاں بکریاں کثرت سے چرائی جاتی تھیں، پہاڑ سے بکریوں کی بو آنے کی وجہ سے اس نام سے مشہور ہوا۔ دوسری جانب روایت ہے کہ راجہ اجے پال چکواچوہان نے پہاڑ کے دامن میں یہ شہر آباد کیا اس لیے اجے سے آج اور میر سے پہاڑ ہوا اس طرح اس کا نام اجمیر ہوگیا۔

☆ — ☆ — ☆

بزرگوں کے مزارات اور چلے

مقبرہ سید حسین خنگ سوارؒ

حضرت میر سید حسین خنگ سوارؒ شہید جن کا ذکر پہلے صفحات میں بھی ہو چکا ہے۔
۱۰۳۴ھ میں اعتبار خاں اکبر کے منصب دار نے مقبرہ تعمیر کرایا، گنبد کا زریں کلس ہے او رجنوب کی جانب اشعار کندہ ہیں۔ حال ہی میں گنبد کی جدید تعمیر ہوئی ہے۔

مزار پر عموماً تاش کی چادر رہتی ہے، سرہانے موتیوں کا ہار پڑا رہتا ہے، کمان جی راؤ سندھیا نے ازراہ عقیدت سنگ مرمر کے سات دالان تعمیر کرائے۔

درگاہ شریف میں مسجد اور حوض بنے ہوئے ہیں اور بلند دروازہ چونسٹھ فٹ کے قریب ہے، گھوڑے کی بھی قبر ہے۔ میراں سید حسین کا عرس ۱۷/ ۱۸ رجب المرجب کو ہوتا ہے۔ مزار پر کلاوہ لپیٹ دیا جاتا ہے جس کو ہندو لوٹتے ہیں اور پھر مسلمان ان سے چھینتے ہیں یہ رسم اب بھی جاری ہے۔ درگاہ کی جاگیر بھی ہے۔ کمیٹی انتظام کرتی ہے۔

گنج شہداء

ان شہیدوں کے مزارات ہیں جو میراں سید حسین کے ساتھ شہید ہوئے۔ ان مزارات کی چہاردیواری جہانگیر کے ایک درباری وزیر خان نے تعمیر کرائی۔

امیر تاغان وامیر ترغان شہداء

یہ مزارات متصل اور چشمہ مغرب کی جانب پہاڑی سطح پر ہیں، چاروں طرف پختہ دیوار ہے اور پختہ حوض بنا ہوا ہے مزاروں پر چھیلی کے درخت پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں بھی گنج شہداء بتائے جاتے ہیں۔

چلہ بی بی حافظ جمالؒ

حضرت خواجہ کی صاحبزادی نے یہاں کثرت عبادت و ریاضت کی ہے۔ یہ چلہ نور چشمہ کے قریب تنہائی میں واقع ہے۔١٩ رجب کو لوگ یہاں کثرت سے جمع ہوتے ہیں۔

نو چشمہ

تارا گڑھ پہاڑ کے دامن میں مشرق کی جانب واقع ہے۔شکستہ دیواروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اجے پال کا آباد کردہ شہر تھا۔نہایت پرسکون اور شاداب مقام ہے۔ جہانگیر کو یہ جگہ پسند آئی اور ایک محل تعمیر کرایا تاریخ کا آخری مصرعہ یہ ہے:

محل شاہ نورالدین جہانگیر

چلہ حضرت خواجہ بزرگؒ

اناساگر کے قریب پہاڑی واقع ہے۔اجمیر آ کر پہلے آپ نے اس غار میں قیام فرمایا دولت خاں نے چلہ کے سامنے پختہ عمارت بنوائی۔ دروازہ پر اشعار کندہ ہیں تاریخ کا آخری مصرعہ حسب ذیل ہے:

''سی و ہفت و ہزار بود سنین''

١٠٣٧ھ

چلہ حضرت قطب صاحبؒ

اناساگر کے قریب پہاڑی پر واقع ہے،مغرب کی جانب دروازہ ہے،دروازے سے پہلے ایک مسجد ہے اندر دونوں جانب دالان ہے۔اندرون چلہ تین در کی مسجد ہے اس کی بنیاد پر مولانا شمس الدین خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں نے شعر کہا ہے:

''از پئے تاریخ سائش ہاتف از روئے نوید''

دونوں چلے درگاہ کمیٹی کے زیر نگرانی ہیں۔

واد پانچ گو مورخ ذکر ہو رب مجید

ہر مہینہ کی چودہ تاریخ کو ظہر کی نماز کے بعد محفل سماع ہوتی ہے۔۱۲ ربیع الاول کو قطب صاحبؒ کا عرس ہوتا ہے۔

چلہ سالار مسعودؒ

حضرت خواجہؒ کے چلہ کے قریب ہے۔ یہاں سالار مسعود دفن ہیں جو حضرت خواجہ بزرگؒ کے خلیفہ تھے، عوام میں سالار غازی سے مشہور ہے۔ گنبد سرخ پتھر کا ہے یہاں کئی بزرگوں کے مزارات ہیں۔

چلہ حضرت غوث پاکؒ

حضرت غوث پاکؒ اجمیر تشریف نہیں لائے، مشہور ہے سونڈے شاہ نام کا ایک شخص بغداد سے حضرت غوث پاکؒ کے آستانہ کی ایک اینٹ لے آیا تھا اور وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد ان کے سینہ پر رکھ دیا جائے محض اس بناء پر چلہ غوث پاکؒ مشہور ہے۔ یہ درگاہ شریف کے جنوب میں پہاڑ پر واقع ہے یہاں ایک حوض اور دو دالان ہیں۔

مزار مدار شاہ

اسلامیہ ہائر سکنڈری اسکول سے ملحق پڑاؤ پر لب سڑک مزار ہے۔ مزار پر گنبد ہے اور دالان ہے۔ شعبان میں عرس ہوتا ہے یہاں ایک اکھاڑہ بھی ہے۔

مقبرہ عبداللہ خان

ریلوے گودام کے سامنے فرخ سیر کے وزیر سلطنت سعید میاں المعروف عبداللہ خاں کا سنگ مرمر کا مقبرہ ہے۔ سامنے ان کی اہلیہ کا مزار ہے۔

عیدگاہ

آج بھی مسلمانان اجمیر و گرد و نواح اس میں نماز عیدین ادا کرتے ہیں۔ شہر قاضی خطیب جامع مسجد نماز پڑھاتے ہیں، سجادہ نشیں بھی یہاں نماز پڑھتے ہیں۔ اس کی تعمیر

نواب مرزا چمن بیگ نے کرائی۔ اس کی لمبائی ۱۴۰ گز اور چوڑائی ۴۰ گز ہے۔ وسط کی محراب میں قطعہ تاریخ کندہ ہے جس کا آخری مصرعہ یہ ہے:

"شد آراستہ مسجد اہل دیں"

عیدگاہ کا انتظام درگاہ کمیٹی کرتی ہے۔

مسجد التمش

اس کو ڈھائی دن کا جھونپڑا بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد اندر کوٹ میں ہے، اندر کوٹ چار ہزار سال قبل راجہ اندر سین نے آباد کیا اور بت خانہ بنایا تھا اور بدھ مذہب کے طریقہ پر عبادت کرتا تھا۔ ۵۹۵ھ میں سلطان شہاب الدین غوری نے محراب سنگ مرمر کی بنوائی او ر جمعہ کے دن نماز ادا کی اور اس میں تاریخ بناء محراب پر یہ لکھوائی۔

بنا فی الهادی والعشرین جمادی الاخر سن خمسة و تسعين و خمس مائة.

اور دیوار غربی میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

بنا فی تولية ابی بکر بن احمد جمال بفضله بتاريخ ذی الحجة سة وتسعين وخمس مائة. سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں مسجد التمش مشہور ہوئی اور اس کی شکل بدل گئی۔ ۶۱۴ھ میں سنگ سرخ سے تیار کی گئی دو طرف تین تین برجیاں، درمیان میں بڑا گنبد بنایا گیا ہے۔ درمیانی محراب کے بازوؤں پر دو سرخ پتھر کے مینار تعمیر کرائے، درمیانی محراب کی بلندی ۵۶ فٹ ہے، دائیں محراب پر سورہ انا فتحنا اور سن تعمیر اور بائیں محراب پر سورہ تبارک اور درمیان کی محراب پر عربی میں کتبہ بخط جلی کندہ ہے۔

مسجد گھنٹہ گھر

یہ عالیشان مسجد اسٹیشن سے نکلتے ہی سامنے نظر آتی ہے۔ اکثر زائرین اس میں نماز ادا کرتے ہیں، یہاں نماز جمعہ ہوتی ہے، مسجد کے نیچے خواجہ ہوٹل ہے، ذبیحہ گوشت کی اسٹیشن کے قریب یہی ہوٹل ہے۔

مسجد عبداللہ

یہ ایک قدیم بڑی مسجد ہے، ریلوے گودام کے سامنے سیٹھ اللہ رکھا بلڈنگ کے متصل ہے یہاں نماز جمعہ ہوتی ہے، تبلیغی جماعت کا مرکز ہے۔ اس بے دینی کے دور میں یہاں دین پر محنت ہو رہی ہے۔

مسجد میاں بائی

درگاہ بازار میں ہے، مسجد موتی کڑہ سے مشہور ہے، اس کے نیچے دکانیں ہیں یہ سرخ پتھر کی تعمیر ہے اس مسجد میں پانچ در، حجرے اور پختہ کنواں ہے۔

اختصار کے سبب بعض مساجد کا ذکر رہ گیا ہے۔

☼—☼—☼

اجمیر کی مشہور عمارات

میو کالج

یہ کالج سرینگر روڈ پر ہے، لارڈ میو گورنر جنرل ہندوستان نے ۱۸۷۳ء میں تعمیر کی بنیاد رکھی اور ۱۸۷۵ء میں تکمیل ہوئی، قریب سولہ ایکڑ زمین میں پھیلا ہوا ہے، قریب میں راجہ نوابوں کی کوٹھیاں ہیں، یہ کالج والیان ریاست کے لیے مخصوص تھا اس میں لارڈ میو کا قیمتی مجسمہ نصب ہے، آزادی کے بعد ہر شخص کو داخلہ کی اجازت ہے جو وہاں کے اخراجات برداشت کر سکتا ہو، یہ سفید پتھر کی تعمیر ہے اور اندر "سوئمنگ پول" بھی ہے۔

گھنٹہ گھر

جبلی ٹاور کہلاتا ہے۔ ۱۸۸۸ء میں تعمیر ہوا، ریلوے اسٹیشن کے سامنے ہے اس کی بلندی سو فٹ ہے دس ہزار روپے اس کی تعمیر میں صرف ہوئے تھے۔ اس کے قریب خوبصورت فوارے لگے ہوئے ہیں، قریب میں عالیشان مسجد کے مینار نظر آتے ہیں، مسجد

میں نماز جمعہ ہوتی ہے۔

ٹاؤن ہال

مدار گیٹ کے قریب سرخ رنگ ۱۸۹۹ء میں کرنل ٹرپور ایجنٹ راجپوتانہ کی یادگار میں تعمیر شروع ہوئی اور ۱۹۰۱ء میں مکمل ہوئی۔ اب اس عمارت کا نام گاندھی بھون ہے باغیچہ میں مہاتما گاندھی کا مجسمہ نصب ہے اس میں میونسپل کی لائبریری ہے۔

ایڈورڈ میموریل

ریلوے اسٹیشن کے سامنے قریب میں یہ عمارت ہے اس کو بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کے نام پر ۱۶ نومبر ۱۹۱۲ء کو لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل نے سنگ بنیاد رکھا۔ اس میں پچاس کمرے اور نو ہال ہیں جو کرایہ پہ دیئے جاتے ہیں۔

ریجنل کالج

۱۹۶۴ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔ یہ کالج پشکر روڈ پر ہے اس قسم کے کالج ہندوستان میں چار ہیں۔ یہاں بی ایس سی، بی ایڈ میں اردو، ہندی، انگریزی، گجراتی وغیرہ مضامین ہیں یہ جدید طرز کی خوبصورت عمارت ہے۔

میڈیکل کالج

یہ کالج جواہر لال میڈیکل کالج کہلاتا ہے یہ چار منزلہ جدید طرز کی عمارت ہے قریب میں ایک بڑا جواہر لال ہسپتال ہے جو پہلے وکٹوریہ اسپتال کہلاتا تھا۔

تارا گڑھ

یہ ایک قدیم مشہور قلعہ ہے، پرتھوی راج نے بڑے پیمانہ پر اس کی مرمت کرائی بعد ازاں اس پر خاص توجہ نہیں دی گئی۔ اب شکستہ حالت میں نظر آتا ہے، برٹش حکومت کی فوج اوپر رہتی تھی، کچھ بیرکس بنے ہوئے ہیں۔ یہاں کی موجودہ آبادی قریب پانچ سو ہے۔ یہ لوگ اما میہ عقائد رکھتے ہیں۔

ہاتھی بھاٹا

راجستھان میں پتھر کو بھاٹا کہتے ہیں اس نام سے ایک محلہ آباد ہے وہاں جہانگیر کے زمانے کا پتھر پر تراشیدہ ہاتھی پیپل کے درخت کے نیچے رکھا ہے اور دائیں جانب یہ شعر کندہ ہے:

تاریخ فیل شد از حکمت الہ
ایں کوہ پارہ فیل جہانگیر بادشاہ

مشہور دروازے

یہ دروازے شہر پناہ کے تھے، ترپولیہ دروازہ یہاں سے اندر کوٹ میں داخل ہوتے ہیں، مدار دروازہ یہاں سے مدار گیٹ مشہور بازار کو راستہ جاتا ہے۔ دہلی دروازہ، آگرہ دروازہ، غالباً یہ دہلی اور آگرہ کے راستہ ہوں گے۔ ایک ادسری دروازہ، آگرہ دروازہ منہدم ہو گیا ہے، باقی چاروں موجود ہیں۔

فصیل شہر

یہ فیصل اکبر نے ۹۷۷ھ میں شہزادہ مراد کی پیدائش کی خوشی میں تعمیر کرائی شہر کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اکثر مقامات منہدم نظر آتے ہیں۔ دروازوں کے قریب کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔

سیسہ کان (شیشہ خان)

ڈگی (ایک تالاب) کے قریب ہے یہاں پہلے شیشہ نکلتا تھا۔ اندر چند کنویں بند ہیں، ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔

دفاتر

اجمیر میں ریلوے کے بڑے دفتر اور کارخانہ بھی ہیں، راجستھان کا پبلک سروس کمیشن اور دفاتر ریونیو بورڈ ہے۔

دولت باغ

یہ مشہور باغ اناساگر کے قریب ہے اس کا نام سہاش باغ ہے اس میں حوض فوارے اور مختلف قسم کے پھلوں کے درخت ہیں۔ نہایت سرسبز ہے، رنگ برنگ کے پھولوں میں اس باغ کی شان اناساگر اور بارہ دری سے بڑھ گئی ہے، شاہجہاں کی سنگ مرمر کی تعمیر ہے۔

مولانا آزاد باغ

جس کو آزاد پارک بھی کہتے ہیں کلکٹر آفس کے قریب پٹیل میدان کے عقب میں ہے، نہایت وسیع اور پرفضا ہے اس میں مولانا آزاد کا مجسمہ نصب ہے۔

وجے لکشمی پنڈت پارک

یہ مولانا آزاد پارک کے متصل ہے، یہ مستورات کے لیے مخصوص ہے اندر ایک کمرہ ہے جو کسی تقریب پر کرایہ پر دیا جاتا ہے، خوبصورت پھولوں کے پیڑ اور اچھے درخت ہیں، سبزہ ہر طرف نظر آتا ہے۔

آناساگر

یہ شہر کا مشہور تالاب ہے، راجہ دیو نے بنوایا تھا، اس کی لمبائی قریب چھ سو گز اور چوڑائی ڈیڑھ سو گز ہے یہ زیادہ گہرا نہیں ہے اس کے مشرقی کنارہ پر گھاٹ ہیں۔ قریب میں دھوبی کپڑے دھوتے ہیں۔ بارہ دری سے اس تالاب کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ شاہجہاں نے دوسری عمارات کے ساتھ حمام اور بارہ دری بھی تعمیر کرائے یہ سب سنگ مرمر کی تعمیر ہے۔

فائی ساگر

یہ تالاب اجمیر سے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ میونسپل نے مسٹر فائی ایک انجینئر کے اہتمام میں ۱۸۹۰ء میں بنوایا، پہلے یہاں سے پورے شہر میں پینے کا پانی دیا جاتا تھا جواب ناکافی ہے۔ اب پینے کا پانی راج محل سے آتا ہے بہرحال اس سے مدد ضرور ملتی ہے یہاں میونسپل نے عمارت بنادی ہے جو کرایہ پر دی جاتی ہے یہ پرفضا مقام ہے۔

تالاب پشکر

اجمیر سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ چند سال قبل یہاں سے بھی پانی سپلائی ہوتا تھا یہاں برہما مندر کی مشہور عمارت ہے، ہر سال مویشیوں کا میلہ لگتا ہے، اہل ہنود کا متبرک مقام ہے، اس کے علاوہ اجمیر میں ملوسرڈ گی کاتن باوَلی، اناباوَ، کیلاباوَ، بڑباوَلی وغیرہ تالاب بھی ہیں۔

٭—٭—٭

نمونہ کلام حضرت خواجہؒ

اوصاف علی بہ گفتگو ممکن نیست
گنجائش بحرور بسو ممکن نیست
من ذات رابو اجبی کے دانم
الا دانم کہ مثل او ممکن نیست
شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دیں پناہ است حسینؓ
سر وادنہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ
کارے کہ حسینؓ اختیارے کر دی
در گلشن مصطفیٰ گہارے کر دی
از ہیچ پیمبراں نیا بد ایں کار
واللہ حسینؓ کارے کر دی
ز پیش برافگن نقاب دعویٰ را
ببیں بدیدۂ صورت جمال معنی را

٭—٭—٭

شجرۂ پیران چشت

اے خداوندا تو ذات کبریا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰؐ کے واسطے
میں ہوا ہوں سخت زاری درد محنت میں عزیز
کھول دے مشکل علی مرتضیٰؓ کے واسطے
خواجہ بصری حسنؒ کا نام لاتا ہوں شفیع
شیخ عبدالواحدؒ اہل بقا کے واسطے
فضل کر مجھ پر طفیل خواجہ ابن غیاضؒ
شاہ ابراہیم بلخیؒ بادشاہ کے واسطے
حضرت خواجہ حذیفہؒ کے لیے ٹک رحم کر
بو ہبیرہ بصریؒ صاحب ہدیٰ کے واسطے
خواجہ ممشادؒ کی خاطر مرا دل شاد کر
شیخ ابوالاسحاقؒ قطب چشتیہ کے واسطے
خواجہ ابدال احمدؒ بو محمد مقتدائے
خواجہ بو یوسفؒ صاحب صفا کے واسطے
خواجہ مودود چشتیؒ خواجہ حاجی شریفؒ
خواجہ عثمانؒ اہل اتقیٰ کے واسطے
والئی ہندوستان خواجہ معین الدین چشتیؒ
شیخ قطب الدین اتقیاء کے واسطے
کام کر شیریں طفیل خواجہ گنج شکرؒ
اور نظام الدینؒ محبّ اولیاء کے واسطے
بخش دے اپنی محبت اور قطع ماسوا
واسطے پیران شجرۂ چشتیاں کے واسطے

❊—❊—❊

غریب نوازؒ

از: علامہ انور صابری

معین سلسلہ مصطفیٰ غریب نواز
امین دولت مشکل کشا غریب نوازؒ
ازل سے تا ابد فاطمہ کے نور نگاہ
انیس قافلہ کربلا غریب نوازؒ
ذرا سا خوف شریعت ہے درمیاں ورنہ

نہ پوچھیے تمہیں کہدوں میں کیا غریب نوازؒ

بجا ہے آپ کو سرتاج اولیاء کا خطاب
چراغ عرش حریم خدا غریب نوازؒ

کہیں تو کس سے کہیں اپنا مدعائے حیات
نہیں ہے کوئی تمہارے سوا غریب نوازؒ

کھڑا ہے منتظر لطف دیر سے در پر
غلام انور مسکیں گدا غریب نوازؒ

✻—✻—✻

شان اولیاء

اولیاء رہست قدرت ازالہ
تیر جستہ باز آرندش زراہ

گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب
تا ازاں نے سیخ سوزد نے کباب

ازہمہ دلہا کہ آں نکتہ شنید
آں سخن را کرد محو و ناپدید

گرت برہان باید و حجت مہا
از بے خواں آیۃ اوننسہا

آیۃ انسو کم ذکری بخواں
قوت نسیاں نہادن شاں بداں

مولانا رومؒ

✻—✻—✻

حواشی

۱ سفینۃ الاولیاء۔

۲ سیر الاقطاب

۳ احسن السیر

۴ سیر الاقطاب۔

۵ فرشتہ۔

۶ تاریخ فرشتہ۔

۷ اجمیر سے ۴۵ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے۔ عطائے رسول

۸ عطائے رسول

۹ عطائے رسول

۱۰ ناتواں شاہ نام سے بھی مشہور ہیں۔ عطائے رسول

۱۱ ماخوذ از مسالک السالکین۔

۱۲ ماخوذ از سیر الاقطاب معین الارواح۔ حسن الاولیاء۔

جناب حضرت شمس الدین و طائفہ درویش حضرت خواجہ فخر الدین، خواجہ حسام الدین، بی بی امۃ اللہ سے ہیں جبکہ حضرت خواجہ گیسو دراز و جماعت درویش کے مطابق خواجہ فخر الدین، خواجہ ابو سعید اور خواجہ حسام الدین تینوں بی بی عصمت اللہ سے پیدا ہوئے۔ اکثریت خواجہ گیسو دراز سے متفق ہے۔ مرتب معین الاولیاء جو نبیرہ خواجہ بزرگ ہیں وہ بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں۔

۱۳ سیر الاقطاب، معین الاولیاء، مولفہ دیوان امام الدین۔

۱۴ خزینۃ الاصفیاء ۲۶۵۔

۱۵ عطائے رسول۔

۱۶ مسالک السالکین بحوالہ معین الارواح۔

۱۷ مسالک السالکین بحوالہ معین الارواح۔

۱۸ برطانیہ کے سابق مشہور وزیر اعظم۔

۱۹۔ بحوالہ معین الاولیاء۔

۲۰۔ بحوالہ معین الاولیاء۔

۲۱۔ معین الاولیاء۔

۲۲۔ معین الاولیاء۔

۲۳۔ اخبار الاخیار۔

۲۴۔ معین الاولیاء۔

۲۵۔ معین الارواح میں غیاث الدین خلجی لکھا ہے لیکن محمود خلجی صحیح ہے۔ معین الاولیاء اور معین الہند میں بھی محمود خلجی ہی لکھا ہے۔

۲۶۔ معین الاولیاء۔۱۲۷۔

۲۷۔ بعض کے نزدیک کمال الدین حسن احمد خواجہ نجم الدین کے چھوٹے بھائی تھے۔ خواجہ نجم الدینؒ نے انہیں اپنا لڑکا بھی مانا ہے حسب معین الاولیاء ص ۱۲۷۔

۲۸۔ معین الاولیاء۔

۲۹۔ معین الاولیاء۔

۳۰۔ تاریخ الاولیاء۔

۳۱۔ معین الہند۔

۳۲۔ سوانح عمری سلطان الہند غریب نوازؒ

۳۳۔ خزینۃ الاصفیاء۔ صفحہ ۲۵۹

۳۴۔ یہ اشعار معین الارواح میں ہیں۔
یہ شعر معین الارواح میں نہیں ہے۔

Ajmer through Inscription Since 1532 to 1852 S.I.Syed Trimizi

۳۵۔ یہ قدیم زبان کا لفظ ہے اس میں حضرت خواجہ بزرگؒ کی تعریف ہے۔

۳۶۔ حسب تحریر دلیل العارفین۔ قطب صاحب کے دہلی جانے کے بیس روز بعد حضرت خواجہ کا وصال ہوا۔

۳۷۔ عطائے رسول۔

۳۸۔ معین الاولیاء